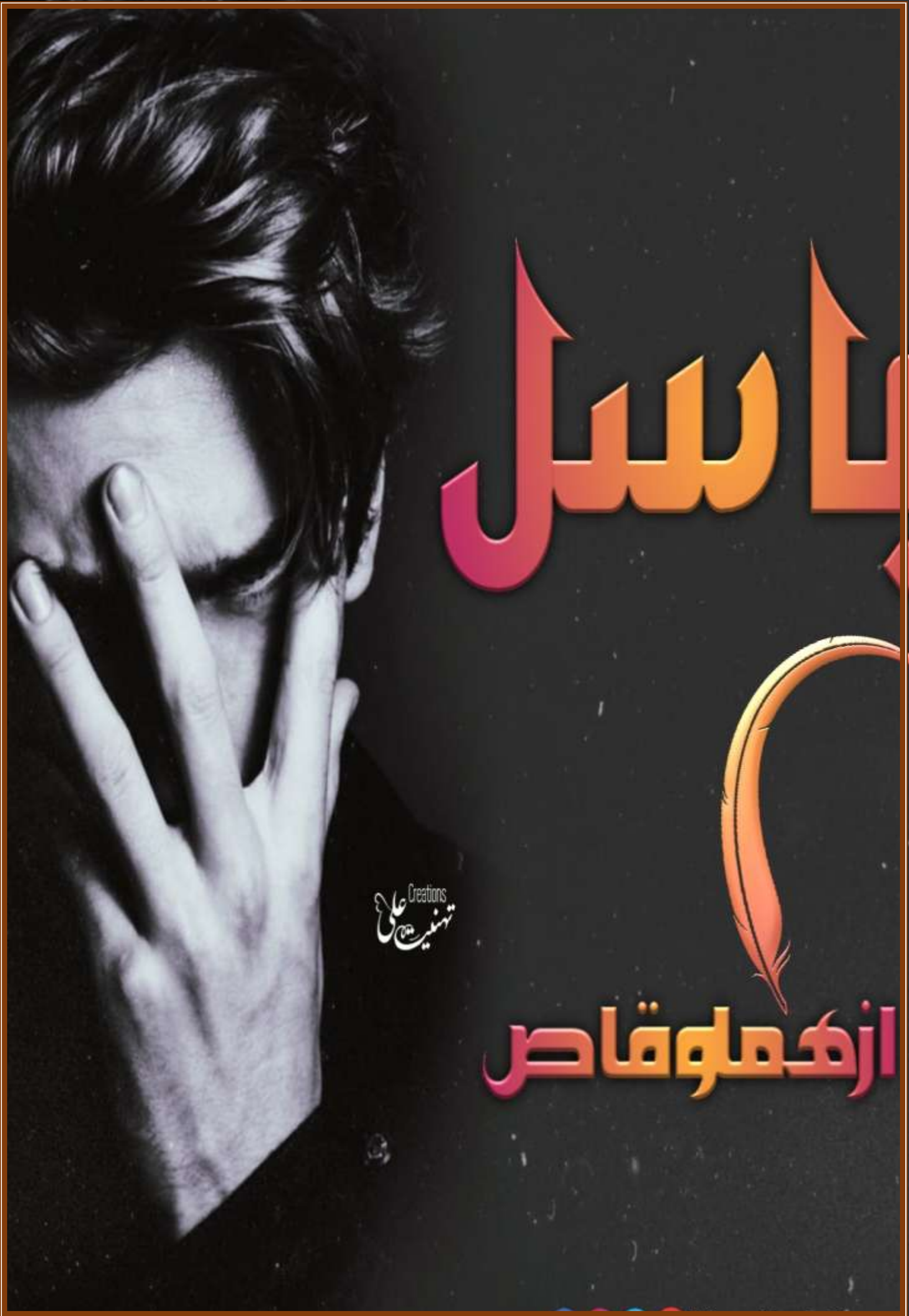

www.neweramagazine.com NewEraMagazine

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باسل

از ہما وقاص

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری، پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشاءاللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

☆☆☆☆☆

دران اسے تمام حفاظتی انتظامات کے بارے میں آگاہ کر رہا تھا جو اس کے سر کے اوپر سے گزر رہے تھے۔زیورات،جوتے اس سب میں پتا نہیں کیا کیا تھا جسے اسے استعمال کرنے کا کہہ رہا تھا۔

آنکھوں میں بہتے آنسو گرم سیال کی مانند کروٹ کے نیچے موجود کان کی لو تک پہنچ رہے تھے۔دران ایک نا قابل یقین ہی نہیں۔ایک پر سرار شخصیت کا مالک تھا۔وہ یہ کیسے سمجھنے لگی تھی کہ وہ اسے مکمل طور پر جاننے لگی ہے۔نہیں،وہ اسے نہیں جانتی تھی۔وہ جس دران کو جانتی تھی۔وہ سخت دل تھا،بے حس تھا لیکن اتنا ظالم کہ خود اسے ان لوگوں کے حوالے کر دے گا اس بات کا یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

دل چاہ رہا تھا چیخ چیخ کر اسے کہے تم چپ کر جاؤ۔مجھے تمہیں نہیں سننا ہے۔مجھے تمھاری آواز نہیں سننی۔مجھے اس لمحے کسی کو نہیں سننا ہے۔

یہ لمحے تو وہ اب خواب میں کیا۔جاگتی آنکھوں سے بھی نہیں سوچا کرتی تھی۔اسے یہاں زندگی میں پھر سے آنا پڑے گا۔وہی سب کچھ پھر سے سہنا اور دیکھنا پڑے گا۔یہ وہم و گمان بھی نہیں تھا۔

وہ تو اب اپنی ہر دعا میں یہ کہا کرتی تھی کہ جن راہوں سے گزر کر وہ یہاں پہنچی ہے۔اللہ اس میں سے کبھی کسی کو نہ گزارے لیکن کیا پتا تھا کہ وہ خود ہی پھر سے یہاں ہو گی اور ایسے ہو گی اس بات کا یقین تو اب تک نہیں آ رہا تھا۔

وہ شخص جسے اس نے دنیا میں سب سے زیادہ چاہا تھا۔عشق کیا تھا اور وہ خود بھی اس سے محبت کا دعوی کرتا تھا۔سب کچھ جانتے بوجھتے اسے اس دلدل میں دھکیل چکا تھا۔کیوں کیا اس نے ایسا؟

منہ پر بندھی پٹی کے باعث وہ بول نہیں سکتی تھی لیکن ذہن چیخ چیخ کر دل سے سوال کر رہا تھا۔بے بسی میں جکڑی وہ صرف اسے سن سکتی تھی جو اسے کسی جنگجو کی طرح ہدایات پر ہدایات دیتا خود سپہ سالار بنا ہوا تھا۔

میں جانتا ہوں یہ سب بہت مشکل ہے لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں۔ تمھارے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔تم سب کر سکتی ہو۔

واہ۔آگ کی بھٹی میں جھونک کر اب وہ اس کے یہاں سے سلامت نکل

آنے پر بھی پر یقین تھا۔

میں تمھارے ساتھ رابطے میں رہوں گا۔بس شپ سے باہر نکلتے ہی تمھیں میری ہدایات پر عمل کرنا ہو گا۔جیسے کہوں احتیاط سے کرتی جانا۔

بے حس۔ظالم انسان۔وہ اسے کیسے ان لوگوں کے حوالے کر سکتا تھا۔اگر ایسا کرنا ہی تھا تو پہلے اسے کیوں بچایا تھا اور اگر اب یہ سب کرنا تھا تو محبت کا اظہار کس لیے تھا۔ اسے اب دران کی کسی بات پر یقین نہیں تھا۔آنکھوں کے سامنے گزشتہ چند دن کے لمحے گزر رہے تھے جس میں وہ اس سے عجیب طرح سے سلوک کر رہا تھا۔کبھی چھاؤں بن جاتا تھا تو کبھی دھوپ۔کیا یہ دران کا مقصد تھا؟جس کے لیے اس نے اس کو پاکستان تک نہیں جانے دیا تھا۔کاش اس وقت اس نے دران کی کوئی بات نہیں مانی ہوتی۔کاش وہ احسان فراموش بن جاتی۔

بس تمھیں کسی لمحے بھی کمزور نہیں پڑنا۔اچھا میں پھر بات کرتا ہوں۔

بات کرتے ہوئے اچانک وہ اس سے رابطہ منقطع کر گیا۔دل خون کے آنسو رونے لگا۔جسم کے ہر خلیے میں اٹھتی ٹیس کی لہریں،دل میں بڑھتی

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

گھٹن اور آنکھوں کی چبھن وہ بہت تکلیف میں تھی۔

سنو گھبرانا مت۔

اچانک پھر سے دران کی آواز کانوں میں پڑ ی اور پھر خاموشی چھا گئی۔گھپ اندھیرا۔گہری خاموشی سردی اور بدبو۔اس کے حواس اس کے ذہن کا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔دران کے کہے آخری الفاظ بند ہوتی آنکھوں میں بار بار ذہن دہرا رہا تھا۔

سنو گھبرانا مت۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سیاہ پینٹ کوٹ کے نیچے سفید شرٹ اور سرخ ٹائی میں ملبوس وہ جہاز کی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔گہری آنکھوں کی ویرانی اور چہرے پر چھائی اداسی اس کے مضبوط جسم میں موجود ایک عدد خالص انسانی دل کے جذبات کی غماز تھی۔وہ دل جسے وہ ہار چکا تھا۔

وہ عجیب اور ظالم نہیں تھا بلکہ اس کی زندگی عجیب و غریب تھی۔احمد بیگ صاحب نے اسے کہا تھا کہ خون کے اور دل کے رشتے زندگی جینے

کا سبب بنتے ہیں۔جویریہ سے محبت کو محسوس کرنے کے بعد اسے بھی یہ لگا تھا کہ وہ اب زندگی جینے لگے گا لیکن وہ ایسا بدقسمت تھا کہ دل کا رشتہ جس سے جوڑا تھا اس سے سب سے گہرا رشتہ ہو کر بھی کوئی رشتہ ہی نہیں تھا۔

وہ ایک تحقیقاتی جاسوس اور فائٹر ایجنٹ تھا۔جاسوسوں کو عام طور پر ان کی ملازمت کے بارے میں کسی کو بھی آگاہ کرنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے۔اس سے ان کے وقار ،کنبہ یا ان کے دوستوں کے نقصان کا خطرہ ہوتا ہے۔

آئی۔ایس۔آئی کے افسران عام طور پر کچھ کنبہ کے افراد کو اپنی ملازمت کے بارے میں بتاتے ہیں جہاں کام ہوتا ہے ،خاص طور پر ان کی اہلیہ۔وہ اپنے کام کی ہر تفصیل پر تبادلہ خیال نہیں کرسکتے ہیں ،لیکن اس بات پر منحصر ہے کہ وہ کہاں کام کرتے ہیں اور وہ کام کس نوعیت کا ہے لیکن یہاں معاملہ بالکل مختلف تھا۔جویریہ اس کی بیوی ضرور بنی تھی لیکن ایجینسی کی نظر میں یہ سب ان کے منصوبے اور تحقیق کا حصہ

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تھا۔

دران اسے سچے دل سے نہ صرف اپنی بیوی مان چکا تھا بلکہ اس سے محبت کرنے لگا تھا لیکن ایجنسی اس سب سے بے خبر تھی۔جویریہ ان کے لیے ایک قیمتی مہرہ تھی لیکن اس کی ہر طرح سے حفاظت کرنا اور زندہ سلامت وہاں سے نکالنا یہ سب ان کی ذمہ داری تھی۔

یہ ایک خفیہ جنگ ہوتی ہے۔جس میں تمام کھیل دماغ سے اور چھپ چھپا کر کھیلا جاتا ہے۔اس جنگ میں سامنے والے کو دھوکا بھی دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ دہرا کھیل بھی کھیلا جاتا ہے۔درحقیقت یہ بہت حساس معاملا ہوتا ہے کیونکہ بظاہر تو یہ سب برے لوگوں کا اور جرائم پیشہ لوگوں کا کام لگ رہا ہوتا ہے جو پیش پیش نظر آتے ہیں لیکن اس کے پیچھے ایسے ایسے لوگوں کا ہاتھ اور سپورٹ ہوتی ہے جو ہلکی سی بھنک پر پل بھر میں صورت حال بدل سکتے ہیں۔یہ لوگ اتنے طاقت ور ہوتے ہیں کہ آپ ان کی بینادیں نہیں ہلا سکتے ہیں البتہ وہ آپ کو مسل کر رکھ سکتے ہیں۔اس لیے اب ایجینسی کو ان کی بیناد پر بنی اس

عمارت کو گرانا تھا۔

ہاروی اور بروس اپنا کام کرنے کے بعد چھپ گئے تھے۔ان کو لگ رہا تھا دران کی جویریہ کے لیے کھوج اس کو ان تک نہ پہنچا دے اس لیے وہ شیون کی ہدایات کے مطابق انڈر گراؤنڈ تھے۔ان کی سوچ کے بالکل برعکس ایجینسی کو بھی اب ان سے پہلے ان کے باپ کو پکڑنا تھا جس کا انہیں اور ان کے باپ شیون کو وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ جویریہ کو ان تک مکمل تیاری کے بعد مہرہ بنا کر بھیجا گیا ہے۔

وہ اپنی طرف سے جویریہ کو نقل و حمل کے مختلف ذرائع تبدیل کرتے ہوئے لے کر جا رہے تھے تاکہ امریکہ پولیس کسی صورت بھی ان تک نہ پہنچ سکے لیکن دران نے جو ٹریکر چپ اور خفیہ کیمرے اس کے زیورات اور جوتوں میں نصب کیے تھے ان سے نہ صرف وہ جویریہ کو ٹریس کر رہے تھے بلکہ اس کے کانوں میں موجود بالیوں کے اندر لگے پن ہیول کیمرے سے سب دیکھ بھی رہے تھے۔

وہ لوگ اس بات سے بالکل انجان اب کچھ سفر کے بعد چند حساس

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جگہوں سے گزار کر جویریہ کو چلتی شپ سے ہی ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں سے نکال کر اب چین کی طرف روانہ تھے۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

بیورلی ہلز میں یہ صبح عجیب بوجھل پن لیے ہوئے تھی۔ برھان اور روبی کے علاوہ درانگ ولاس کے تمام مکین پریشان تھے۔برھان کی چھپی خوشی اس کی آنکھوں کی چمک میں اضافہ کر رہی تھی۔سبرینا اپنی پریشانی کو اس سے چھپائے ہوئے تھی کیونکہ دران نے اسے برھان پر کچھ بھی واضح کرنے سے منع کیا تھا۔دران نے برھان کو کچھ بھی نہیں کہا تھا وہ اس بات پر حیران تھی لیکن جویریہ کو یوں تقریب میں لے آنے پر اب تک نالاں تھی۔

برھان کی تقریب میں سے یوں جویریہ کا غائب ہو جانا۔ہالی وڈ فلم نگری کی گرما گرم خبر بن گئ تھی۔پورے میڈیا میں اس خبر نے تہلکہ مچا دیا تھا۔ہر نیوز چینل پر یہ خبر چل رہی تھی۔

عجیب افواہیں تھیں جو ارد گرد سے اٹھ رہی تھیں۔کوئی نہیں جانتا تھا

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جویریہ کہاں گئی ہے لیکن سب کو جویریہ کے سابقہ شوہر پر شک تھا۔وہ شوہر جو دران نے فرضی طور پر سب کے سامنے متعارف کروایا تھا۔وہ شوہر جس سے بچا کر وہ جویریہ کو یہاں لایا تھا۔امریکہ کی پولیس کا دھیان اس جھوٹی خبر پر رکھنا ضروری تھا۔امریکہ پولیس نے مونٹیج میں ہونے والے اس سانحہ کی تحقیقات شروع کر دی تھیں۔

اب بھی دران نے میڈیا کے سامنے الزام اس کے سابقہ نامعلوم شوہر پر عائد کیا تھا۔سب لوگ دران کی اس بات کو سن کر اس پر یقین کر گئے تھے۔نہیں یقین تھا تو انل کو نہیں تھا۔دران ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی اسے کوئی بات واضح نہیں بتا رہا تھا۔وہ ہمیشہ کوئی بھی کام کرنے کے بعد اسے آگاہ کرتا تھا اور اس دفعہ بھی ایسا ہی ہوا تھا۔

وہ الجھا ہوا تھا۔کل تک تو دران جویریہ سے محبت کرنے کی خبر دے رہا تھا اور پھر اچانک اسے سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی تقریب میں لے گیا۔

دران کل رات ہی اس کو بنا بتائے چین کے لیے روانہ ہو چکا تھا اور

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اب اس کے بار بار فون کرنے پر وہ اس کا فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ چائنہ پولیس نے جویریہ کے نامعلوم شوہر کے خلاف کروائی کرنے کے لیے دران کو چین بلا لیا تھا۔

انل اس وقت درانگ ولاس کے لاؤنج میں بیٹھا تھا اور ہاتھ میں پکڑے فون کو بار بار کان سے لگا کر دران کے فون اٹھانے کا منتظر تھا۔رات کس لمحے اس کی آنکھ لگی اور اب جب وہ اٹھا تو پتا چلا دران گھر نہیں ہے۔وہ اسے بنا بتائے جا چکا ہے۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اچانک موبائل پر پیغام کی آمد کی گھنٹی بجی۔اس نے موبائل کو سیدھا کیا اور آنکھوں کو سکرین پر جمایا۔یہ پیغام جیسیکا کا تھا۔انل اس دن سے اُس کا فون نہیں اٹھا رہا تھا۔وہ اسے اب تک بہت سے پیغامات بھیج چکی تھی۔انل نے سکرین کو چھوا۔سکرین پر اس کا بھیجا ہوا پیغام جگمگانے لگا۔

تم میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہے ہو؟

انگنت پیغام تو بس اسی سوال کے تھے۔لیکن ابھی آنے والا پیغام ذرا طویل تھا۔اس نے انگوٹھے کی مدد سے پیغام کو کھولا۔

دیکھو اگر تم اس بات سے گھبرا گئے ہو کہ میں سب جاننے لگی ہوں اور میں تم پر غصہ کروں گی تو تم غلط ہو۔میں ایسا کچھ بھی نہیں کروں گی۔میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔آج شام بیکری کے باہر میں تمھاری منتظر ہوں گی۔جیسیکا فرینک۔

انل نے گہری سانس خارج کی۔دران اس کے بارے میں بھی تو اسے کچھ نہیں بتا کر گیا تھا کہ اسے جیسیکا کو کیا جواب دینا ہے۔اس نے موبائل سکرین کو بند کیا اور جیب میں رکھا۔سر کو صوفے کی پشت سے ٹکا دیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interview

پچھلے مسلسل دو گھنٹے سے چلتی گاڑی ایک جھٹکے سے رکی۔وہ اس وقت اس گاڑی کی ڈگی میں بند تھی۔گاڑی کے دروازے بند ہونے کی آواز کے بعد کسی نے ڈگی کھولی اور اس کے بازو کو ایک جھٹکے سے کھینچ کر اسے ڈگی سے باہر نکالا۔اتنے گھنٹوں کی طویل اور تھکا دینے کی مسافت کے بعد وہ اب جہاں بھی تھی وہاں کا درجہ حرارت امریکہ سے بالکل

مختلف تھا۔یہاں اتنی سردی نہیں تھی۔اب کوئی اس کا بازو تھامے اسے زبردستی چلا رہا تھا جبکہ اپنی دائیں طرف اسے کسی اور کے چلنے کا بھی احساس ہو رہا تھا۔ سیاہ پٹی سے اس کی آنکھیں بند تھیں اور منہ پر بندھے کپڑے کی وجہ سے باچھیں درد کرنے لگی تھیں۔

دران کا رات کے بعد اس سے کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا۔پتا نہیں کتنے گھنٹے تو وہ بحری جہاز میں نیم بے ہوشی کے عالم میں رہی تھی اور ہوش تب آیا تھا جب اسے بحری جہاز سے دوبارہ ہیلی کاپٹر میں منتقل کیا گیا۔اس کے بعد ہیلی کاپٹر سے اتار کر تین جگہ کار بدل کر وہ اب جا کر کہیں پہنچی تھی۔

وہ جہاں بھی تھی اسے چلتے ہوئے مسلسل دس منٹ ہو چکے تھے۔ایکدم سے کسی لفٹ کے اوپر جانے کا احساس ہوا پھر کسی دروازے کے بند ہونے کی آواز تھی اور ساتھ ہی ایک جھٹکے سے اس کی آنکھوں پر سے پٹی ہٹا دی گئی۔

ایک دم سے سیاہ پٹی اترنے کی وجہ سے تیز روشنی نے اس کی آنکھوں

کو چندھیا دیا۔اور جیسے ہی اس نے موندی آنکھیں کھولیں اوسان خطا ہوئے۔یہ وہی جگہ تھا جسے اسے نے جہنم کا نام دیا تھا۔وہ پھر سے جہنم کی دہلیز پر کھڑی تھی۔اسکے ارد گرد سیاہ فارم بڑے ڈیل ڈول کے آدمی کھڑے تھے۔ان میں سے ایک پٹی اتار کر پھر سے اس کے بندھے بازو تھامے کر آگے بڑھنے لگا۔ وہ روہانسی صورت بنائے ارد گرد دیکھ رہی تھی۔ایک وقت تھا جب لی تاؤ اسے یہاں لایا تھا اور اب اسے پہنچانے والا دران تھا۔آنکھوں کی سیاہ پتلیاں پھر سے آنسو سے تر ہونے لگیں۔دل کا بوجھ بڑھنے لگا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جویریہ۔

دران کی آواز تھی۔آنسو لڑھک کر آنکھ کی پتلی سے گال پر بہہ گیا۔دران کی اتنے گھنٹوں بعد یوں آواز سن کر گھبرا کر ساتھ چلتے آدمی کو دیکھا یوں لگا جیسے اس نے بھی دران کی آواز سن لی ہو لیکن ایسا نہیں تھا۔وہ بے خبر اس کا بازو تھامے چل رہا تھا اور اسی طرح اس کی دائیں طرف موجود دوسرا شخص ہاتھ میں بڑی سی بندوق تھامے چل رہا

تھا۔

جویریہ۔گھبراہٹ ظاہر مت کرو۔تم مجھے سن رہی ہو اور میں یہ سب دیکھ رہا ہوں۔جیسا کہوں بس ویسا کرو۔

دران کی آواز پر ناچاہتے ہوئے بھی اسے حوصلہ ہوا تھا۔ناراضگی اپنی جگہ لیکن دل کو دران پر یقین تھا کہ وہ اسے یہاں سے نکال لے گا۔اس کا جو بھی مقصد تھا اس کے لیے وہ حامی بھر چکی تھی۔اس لیے اس کے مقصد میں اس کا پوری طرح ساتھ دینا اب فرض تھا۔ابھی چند قدم ہی آگے بڑھے تھے جب دران کی آواز پھر سے سنائی دی۔

سنو۔اب پیٹ کے بل جھکو اور متلی آنے کی اداکاری کرو۔پیٹ میں درد جیسی اداکاری بھی۔

کیا؟وہ اسے اداکاری کرنے کا کہہ رہا تھا۔جویریہ نے گھبرا کر ساتھ چلتے آدمی کو دیکھا۔وہ اس کی حالت سے بے نیاز چل رہے تھے۔

جلدی کرو۔جھکو اور اداکاری کرو۔ایسے جیسے کہ تمھارا دل خراب ہو رہا

ہے۔تمہیں قے آ رہی ہے یا پھر پیٹ میں شدید درد ہو جیسے۔

دران نے اب کی بار تھوڑے رعب سے ہدایت کی کیونکہ وہ اس کے اچانک اس طرح کے عمل کرنے پر خود کو ذہنی طور پر تیار کر رہی تھی۔دران کے غصہ کرنے پر وہ فوراً جھکی اور متلی کے انداز میں منہ سے آوازیں نکالنے لگی۔وہ ٹانگوں کو سمیٹ کر زمین پر کچھ اس انداز میں جھک رہی تھی جیسے پیٹ میں درد ہو اور وہ کسی بھی لمحے یہاں قے کر سکتی ہے۔اس کا بازو تھمے چلتے آدمی کو اس کی اس حالت پر رکنا پڑا۔دونوں آدمی اب حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

کیا ہوا اسے؟

ساتھ چلتے آدمی نے پیشانی پر شکن ڈالے پریشان لہجے میں دوسرے کی طرف دیکھا۔

اس کے منہ پر سے پٹی کھولو۔

گڈ۔یہ اب جیسے ہی تمھارے منہ پر سے پٹی ہٹائیں تو اسے باتھ روم

جانے کے لیے بولو۔کہو مجھے باتھ روم جانا ہے ارجنٹ ہے۔

دران کی اگلی ہدایت اس کے کان کے پردوں سے ٹکرا رہی تھی۔وہ اب زمین پر دو زانوں بیٹھی گہری سانس لے رہی تھی۔آدمی جھکا اور پیچھے سے گانٹھ کھول کر اس کے منہ پر سے پٹی کو ہٹایا۔

کیا ہوا ہے؟

م۔۔مجھے۔ہ۔ہ۔ے باتھ روم جانا ہے۔

پٹی کے ہٹتے ہی گہری سانس کے ساتھ اس نے فوراً انگریزی زبان میں وہی جملا دہرایا جو اسے دران نے بولنے کے لیے کہا تھا اور ایک دفعہ پھر سے متلی کی آواز نکالنے لگی۔

ٹھیک ہے۔ٹھیک ہے۔ایسا کرو تمہیں اسے باتھ روم لے جاؤ میں یہیں انتظار کر رہا ہوں۔

دائیں طرف چلتے آدمی نے دوسرے کو کہا اور خود پشت موڑ لی۔

ہوں۔

دوسرے آدمی نے بھاری آواز میں ہنکارا بھرا اور جس سمت وہ جا رہے تھے۔اس کا بازو کھینچتے ہوئے رخ بائیں طرف موڑ لیا۔یہ اب ایک لمبی راہداری تھی۔پہلے وہ جس سمت جا رہے تھے وہ شیون کا آفس نما کمرے کی طرف جاتا ہوا راستہ تھا جہاں اسے پہلی دفعہ لی تاؤ چھوڑ کر گیا تھا۔

گڈ۔اداکاری جاری رکھو۔

دران کی آواز کانوں کے پردوں سے ٹکرائی۔ دران اسے کسی خفیہ ایجنٹ کی طرح ہدایت دے رہا تھا۔

وہ اب بار بار جھکتے ہوئے قے کی شکایت جیسی آوازیں حلق سے برآمد کر رہی تھی۔یہ ایک باتھ روم نہیں تھا۔ایک قطار میں بنے بہت سے باتھ روم تھے۔وہ آدمی اب اس کے ہاتھ کھول رہا تھا۔

جاؤ اور جلدی باہر آؤ۔

ہاتھ کھولنے کے بعد اس نے باتھ روم کی طرف اشارہ کیا اور خود وہیں پر کھڑا ہو گیا۔ہاتھ کھولنے پر وہ یونہی پیٹ پر ہاتھ رکھے سرعت سے

باتھ روم میں داخل ہوئی اور جلدی سے دروازہ بند کیا۔

کچھ بھی مت بولنا۔وہ باہر کھڑا ہے۔کسی کو بھی کسی قسم کا شک نہیں ہونا چاہیے۔بار بار سیٹ شاور چلاتی رہو۔

دران کو کیسے پتا تھا کہ وہ کچھ بولنے والی ہے۔شاید اسے اندازہ تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی وہ بولنے سے منع کر چکا تھا۔

گڈ۔اب سنو تمھارے بائیں جوتے کی سٹریپ کے بکل پر ایک سرخ بٹن ہے اسے دباؤ۔

دران کی بات مکمل ہونے پر اس نے جھک کر اپنے جوتے کی طرف دیکھا۔جن جوتوں کو وہ ایک رات پہلے تک عجیب کہہ رہی تھی وہ عجوبہ نکلے تھے۔سرخ رنگ کی بکل پر واقعی ہی سرخ رنگ کا ایک چھوٹا سا ابھرا ہوا بٹن تھا جس پر بظاہر اس کی توجہ جاتی تو وہ جوتے کا ڈائیزائن ہی لگتا۔اس نے انگلی کی پور کے ذریعے جیسے ہی بٹن کو دبایا۔جوتے کی دائیں طرف سے کسی الماری کے دراز کی طرح ایک چھوٹی سی ڈبی نما کٹ نرماہٹ سے باہر آئی۔اس میں مختلف خانوں میں عجیب چھوٹی چھوٹی

سی چیزیں پڑی تھیں۔وہ جو نڈھال بیٹھی تھی ایک دم حیرت سے آنکھیں کھل گئیں۔وہ حیران پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان عجیب و غریب چیزوں کو دیکھ رہی تھی۔

پہلے خانے میں یہ کاپنگ لینز ہیں۔ان میں سے ابھی صرف ایک لینز اٹھا کر اپنی دائیں آنکھ میں ڈالو۔

دران کی بات مکمل ہونے پر اس نے پہلے خانے میں پڑی چھوٹی سی پیکٹ کو اٹھایا یہ واقعی چھوٹی سی ڈبی میں اوپر نیچے رکھے ہوئے بے رنگ لینز تھے۔کاپنگ لینز کسی بھی لاک کوڈ کو اپنے اندر نہ صرف کاپی کر سکتا تھا بلکہ اسکا ڈی کوڈ بھی جرنیٹ کر سکتا تھا۔

پریشان مت ہو اس ڈبی کو کھولو۔لینز کو اپنی انگلی کی پور پر رکھو اور آنکھ کی پتلی کو مکمل کھول کر اس کے قریب کرو۔

دران اسے ہدایت دے رہا تھا۔اس نے پہلے کبھی لینز آنکھ میں نہیں ڈالے تھے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اس کو یہ نہیں پتا تھا کہ آنکھ میں لینز کس طرح ڈالا جاتا ہے۔

جویریہ پلیز۔سنبھالو خود کو تمھارے ہاتھ کانپ رہے ہیں لینز نیچے گر جائے گا۔کوئی مرر ہے کیا یہاں پر؟

اس کی ہاتھ کی لغزش وہ دیکھ رہا تھا۔اسی لیے پریشان ہو گیا تھا۔وہ کیا کرتی چاہے وہ اسے ہر طرح کی ہدایت دے رہا تھا لیکن وہ یہاں موجود نہیں تھا۔

بولنا مت ہاتھ سے اشارہ کرو۔

جویریہ نے گردن اٹھا کر ارد گرد دیکھا۔یہ چھوٹا سا باتھ روم تھا جہاں سوائے ٹوائیلٹ سیٹ اور ایک واش بیسن کے اور کچھ نہیں تھا۔اس نے آہستگی سے انگشت کو دائیں بائیں ہلاتے ہوئے دران کو نفی کا اشارہ دیا اور شاور کی پھر سے چلایا۔

اوہ۔۔۔اچھا کوئی بات نہیں یہ عام لینز کی نسبت آسان ہے۔جیسے میں کہہ رہا ہوں۔ویسے کرو۔لینز کو نکال کر انگلی کی پور پر رکھو اور دائیں آنکھ کی پتلی کو کھول کر اس کے قریب لے جاؤ یہ خود ہی پتلی سے چپک جائے گا۔

دران کی بات مکمل ہونے پر اس نے کانپتے ہاتھوں سے ڈبی کو کھول کر اس میں سے لینز کو نکالا اور اپنی انگلی کی پور پر رکھ کر جیسے ہی آنکھ کی پتلی کے نزدیک کیا وہ واقعی ہی پلک جھپکتے ہی اس کی آنکھ کی پتلی سے چپک گیا۔ایک پل کو اس نے آنکھ کو جھپکا لیکن اگلے ہی لمحے سب صاف دکھائی دینے لگا۔

ایک منٹ رکو۔ ہاں ٹھیک ہے اب ہو گیا ہے۔

دران کی آواز پر اس نے ہاتھ میں پکڑی ڈبی کو بند کیا۔

اوکے اب یہاں دوسرے نمبر والے خانے میں ایک بہت چھوٹی مائیکرو انجیکشن چپ پڑی ہے اور ایک عدد انگوٹھی ہے۔وہ مائیکرو نیڈل چپ کو انگوٹھی کے اوپر رکھو۔احتیاط سے نیڈل تمھارے ہاتھ میں نہیں چبھنی چاہیے۔

جویریہ نے سفید نگینے جیسی چپ کو اٹھایا۔وہ سفید چمکتا نگینہ تھا لیکن اس پر ابھار میں بہت باریک سوئیاں تھیں۔اس نے دران کی ہدایت کے مطابق جیسے ہی نگینے کو اٹھا کر انگوٹھی کی اوپر رکھا جہاں پہلے سے ہی

نگینے کے لیے جگہ کو چھوڑا گیا تھا۔وہ چپ ایک ہلکی سی کلک کی آواز پر نگینے کی جگہ پر فٹ ہو گئی تھی۔وہ آدمی اب دھاڑ دھاڑ سے دروازہ بجا رہا تھا اور باہر آنے کے لیے کہہ رہا تھا۔

اس انگوٹھی کو دائیں ہاتھ کی انگلی میں پہن لو۔

دران کی ہر بات وہ من عن مان رہی تھی۔اس وقت ذہن میں اس سب عجیب غریب تیاری کو لے کر بہت سے سوال اٹھ رہے تھے لیکن وہ دران سے کچھ بھی نہیں پوچھ سکتی تھی کیونکہ وہ صرف سن سکتی تھی بول نہیں سکتی تھی۔

چلو اب جوتے کا سٹریپ پھر سے دباؤ اور اسے کٹ کو بند کردو۔

دران کی ہدایت کے مطابق اس نے آہستگی سے پھر سے سٹریپ کے بکل پر لگا بٹن دبایا جوتے کے سول میں موجود کٹ پھر سے اسی طرح غائب ہو گئی جس طرح باہر آئی تھی۔

اب باہر جاؤ۔

دران کے اگلے حکم پر۔وہ کانپتے ہاتھوں کے ساتھ دروازے کے ہتھے کو گھماتی باہر آئی۔آدمی نے اس کا بازو کھینچ کر اپنی طرف کیا اور ہاتھوں کو باندھے بنا اس کا بازو دبوچے آگے کی طرف چل دیا۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

کہا تھا نہ وہ معمولی لڑکی نہیں ہے اور اب تو اس کی قیمت آسمان سے بات کرنے لگی ہے۔

سیاہ رنگ کی لیدر سیٹ ایک جھٹکے سے گھومی۔سرخ رنگ کے کوٹ میں ملبوس شیون چہک کر کان سے لگے فون پر محو گفتگو تھا۔فون کے دوسری طرف موجود ہاروی کو وہ جویریہ کے پہنچ جانے کی اطلاع دے رہا تھا۔

یہ اس کا آفس نما کمرہ تھا۔جویریہ کو وہ دران کی حفاظت سے نکال کر واپس لے آیا تھا یہ بات اس کے چہکنے کا سبب نہیں تھی بلکہ جویریہ کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی تمام خفیہ مافیا ڈیلرز اور امیر کبیر آدمیوں کی جویریہ کے لیے مانگ اس کو حیران کر گئی۔مافیا کے بہت بڑے ڈیلر نے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

جویریہ کے لیے منہ مانگی قیمیت دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔کل تک جس جویریہ کو وہ صرف اپنی انا کے لیے واپس لانا چاہتا تھا کہ وہ معمولی سا ہیرو کیسے اسے اس کے جال سے نکال کر لے اڑا آج وہی لڑکی اس کے لیے ایک قیمیتی اکا بن گئ تھی۔

کیوں ایسا کیا ہوا؟

ہاروی نے اس کے اسطرح چہکنے پر حیرت سے سوال کیا۔

ایسا کیا ہوا۔تم یقین نہیں کرو گے کہ اس کی کتنی دھوم ہو گئ ہے۔ایلکس بریٹ اس لڑکی کے ایک رات کی منہ مانگی قیمیت دینے کو تیار ہے۔

شیون نے قہقہ لگاتے ہوئے گرم جوشی سے جواب دیا اور پھر خباثت سے ساری بتیسی نکالے آنکھیں چمکائیں۔ایلکس ایک عیاش مگر کڑوڑ پتی آدمی تھا اور اس کی پیش کش نے شیون کے ہوش اڑا دیے۔

دیکھا مجھے ہیرے کی بہت پہچان ہے۔اسی لیے میں اسے نہیں چھوڑ رہا

تھا۔

ایلکس بریٹ۔۔۔حیرت ہے لیکن اگر وہ اس لڑکی کی مانگ کر رہا ہے تو میں تمھاری بات سے متفق ہوں

ہاروی نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے۔شیون کی بات کی تائید کی۔ایلکس بریٹ پچپن سال کا عیاش پرست انسان تھا۔وہ دولت مند تھا اور مافیا کا خفیہ رکن تھا۔جویریہ کو دران کی حفاظت سے نکال کر یہاں تک پہنچانے میں اس نے بھی شیون کو مالی طور پر امداد دی تھی اس لیے وہ جویریہ پر اپنا حق جتا رہا تھا لیکن وہ اس کی قیمت کے طور پر شیون کو بھاری رقم اور منشیات بھی دے رہا تھا۔

ایلکس کے تو انوکھے شوق رہتے ہیں۔اس کو چھوڑو تم یہ بتاؤ لڑکی کے ہیرو کا کیا حال ہے؟سانپ لوٹ رہے ہوں گے اسکے سینے پر تو؟

بلند و بانگ قہقہ لگاتے ہوئے وہ اب ہاروی سے دران کے مطلق پوچھ رہا تھا۔آنکھوں میں شیطانی چمک اور چہرے پر بے پناہ خباثت تھی۔ہاروی

نے بھی گرم جوشی کے ساتھ اس کے قہقے میں اس کا ساتھ دیا۔

اس کی نہ پوچھو۔کیا منصوبہ تھا ہمارا۔وہ تو پاگل ہو گیا ہے۔برھان کے ذریعے خبر ملی ہے وہ چین بھی پہنچ گیا ہے۔

سر پٹختا رہے گا لیکن اب اس لڑکی کو نہیں ڈھونڈ سکے گا۔اس کی تو سات پشتیں اس بات کو یاد رکھیں گی کہ شیون سے پنگا کیسے لیے جاتا ہے۔اصل زندگی میں ہیرو بننا آسان نہیں ہے۔

شیون نے استہزائیہ مسکراہٹ کو گہرا کیا اور دروازے پر ہوتی دستک پر بھنویں اٹھائے نگاہ دروازے کی طرف کی۔دستک کے بعد دروازہ کھلا اور دروازہ کھولے دو سیاہ فام جویریہ کو دائیں بائیں سے پکڑ کر اندر لائے۔شیون کو دیکھتے ہی جہاں اس کے چہرے کی رنگت سفید ہوئی وہاں شیون کی خوشی دیدنی تھی۔

اچھا میں بعد میں بات کرتا ہوں۔

شیون نے کمینگی سے سامنے دیکھا اور فون کان سے ہٹا کر میز پر

رکھا۔ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا۔

خوش آمدید۔خوش آمدید۔میری بیچاری بچی۔شاید تم یہ نہیں جانتی تھی کہ پنجرے سے بھاگی ہوئی پر کٹی چڑیوں کو باہر کی تازہ ہوا راس نہیں آیا کرتی ہے۔

ٹوٹی پھوٹی سی انگریزی زبان میں کہتا ہوا وہ قدم قدم آگے بڑھ رہا تھا۔اس کے لہجے میں بلا کا غرور تھا۔دونوں سیاہ فام اسکے قریب آنے پر جویریہ کے بازو چھوڑ کر احترام سے پیچھے ہوئے۔شیون نے دانت پیس کر جویریہ کا اوپر سے نیچے تک جائزہ لیا اور جھپٹ کر اس کے بالوں کو سر کی پشت سے ہاتھ میں دبوچ لیا۔تکلیف کے باعث وہ سسک اٹھی۔ دران حفاظتی کٹ کا سمجھانے کے بعد سے لے کر اب تک غائب تھا۔کانوں میں مکمل خاموشی تھی مطلب وہ اس وقت رابطے میں نہیں تھا۔

تم کیا سمجھتی تھی تم میرے ہاتھ سے بچ نکلی ہو۔تم اگر مر بھی جاتی تو میں شیون تمھاری لاش کو قبر سے نکال کر یہاں لاتا اور سب کے

سامنے الٹا لٹکاتا تاکہ یہاں میری قید میں موجود باقی لڑکیاں کبھی ایسا قدم اٹھانے کا سوچتے ہوئے بھی کانپ جاتیں۔

وہ پوری قوت سے اس کے بالوں کو دبوچے غرا رہا تھا۔اس کی غصے سے سرخ ہوتی آنکھوں میں خون اتر رہا تھا۔وہ اپنا چہرہ قریب کیے کسی سانپ کی طرح پھنکار رہا تھا جبکہ جویریہ کی تکلیف کے باعث کنپٹی کی رگیں ابھر رہی تھیں۔لبوں کے کنارے اتنی دیر کپڑا باندھے رہنے کی وجہ سے نہ صرف سرخ ہو رہے تھے بلکہ دونوں طرف کٹ لگ کر خون رس رہا تھا۔

اسی طرح کنپٹی پر بھی پٹی کے سرخ نشان تھے جبکہ ماتھے پر کار کی ڈگی لگنے سے بائیں طرف سرخ ابھار تھا۔آنکھوں کے اوپری پپوٹے رونے کے باعث سوج چکے تھے۔پلکیں نم ہو کر ایک دوسرے سے چپک رہی تھیں۔کاجل آنکھوں میں پھیل کر نیچے آ رہا تھا اور اب شیون کے یوں بال دبوچنے پر بال بھی بکھر گئے تھے۔

چل اب میرے ساتھ۔

شیون نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو تھاما اور تیز تیز قدم اٹھاتا آفس نما کمرے سے باہر نکلا۔اس کے کانوں میں ایک دم کھٹ پٹ کی آوازیں گونجنے لگیں شاید دران رابطے میں تھا۔

یہ کہاں لے جا رہا ہے اسے؟

اچانک کانوں کے پردوں سے آواز ٹکرائی۔کانوں میں گونجنے والی آواز دران کی نہیں تھی۔یہ کوئی انگریزی زبان میں مخاطب تھا۔مطلب دران کے ساتھ کوئی اور بھی تھا جو اسے دیکھ رہا تھا۔

پتا نہیں کہاں لے جا رہا ہے۔تم سسٹم آن کرو جلدی۔جویریہ بی بریو وی آر ود یو۔

دران اپنے ساتھی کو سسٹم آن کرنے کا کہہ کر بڑے ہی پیشہ ور انداز میں اس کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا اور وہ اسے سنتے ہوئے شیون کے پیچھے اس کے تیز چلنے کے باعث لڑکھڑاتے ہوئے چل رہی تھی۔

آفس سے نکلنے کے بعد ایک لمبی راہداری تھی جس میں جگہ جگہ مختلف

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کمرے تھے۔یہ کمرے ان کی ہائی سکس ورکر لڑکیوں کے تھے۔جن میں سے بہت سی شیون کا شور سن کر کمروں سے باہر نکل کر اب جویریہ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ان کے چہروں پر کوئی تاثر نہیں تھا۔وہ بے حس ہو چکی ہوتی ہیں اس لیے ان میں سے کچھ تو اب اس منظر کو دیکھ کر باقاعدہ مسکرا رہی تھیں۔

لمبی راہداری سے گزرنے کے بعد شیون اب ایک لوہے کی سلاخوں والے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔جس کے دروازے کے قریب دیوار پر لاک کی پیڈ موجود تھا۔دران اب اپنے ساتھی کے ساتھ بات کرنے میں مصروف تھا۔اس سے پہلے کہ شیون لاک کوڈ دباتا دران عجلت میں اس سے مخاطب ہوا۔

جویریہ سنو۔اب وہ اس دروازے کا کوڈ لگائے گا تمہیں لینز والی پوری آنکھ کھول کر اس پر فوکس کرنا ہے۔جلدی سے کی پیڈ پر فوکس کرو۔

دران کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اس نے بے ساختہ شیون کے بڑھتے ہاتھ کے پیچھے موجود لاک کی پیڈ کی جانب غور سے دیکھا۔

جویریہ پوری آنکھ کھولو اور اب آنکھ جھپکنا مت جب تک وہ مکمل کوڈ ڈائل نہ کر لے۔

دران پرجوش لہجے میں اسے حکم دے رہا تھا اور ساتھ ساتھ وہ کسی اور کو بھی ہدایات دے رہا تھا۔یقیناً وہ اب اس لینز کا کوئی استعمال کرنا چاہتا تھا جو اس نے کچھ دیر پہلے اسکی آنکھ میں لگوایا تھا۔شیون کی پیڈ پر انگلیاں ٹپٹپا رہا تھا۔دران کی ہدایت کے مطابق اس نے نظریں پوری طرح کوڈ پر جمائیں اور پلک جھپکانے سے گریز کیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

زک کوڈ کاپی ہوا؟

یس ڈن۔

دران کے سوال پر دوسرے شخص نے کوڈ کاپی ہو جانے کی تائید کی۔کوڈ دبانے کے چند سکینڈ بعد ہی سلاخوں والا دروازہ سلائیڈ صورت دائیں سے بائیں دیوار کے اندر گھسا اور دروازہ کھل گیا۔دروازہ کھلتے ہی وہ ایک لفٹ میں تھے جو نیچے جا رہی تھی۔

جویریہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی۔بدبودار گیلری کے ارد گرد بنے جیل نما کمرے،کمروں میں نیم برہنہ لڑکیاں اور خون میں لتھ پتھ دیواریں سب اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔لفٹ رکی اور واقعی وہ اسی تہہ خانے میں تھے۔جہاں اس نے اپنی زندگی کے خوفناک دن اور رات گزارے تھے۔آہ وہاں اس جیسی بہت سی لڑکیاں آج بھی قید تھیں۔وہ پھٹی آنکھوں اور بیٹھتے دل کے ساتھ سامنے دیکھ رہی تھی جب شیون نے ایک جھٹکے سے اس کے بازؤ کو کھینچا اور آگے بڑھنے لگا۔گیلری کے وسط میں پہنچ کر وہ اونچی آواز میں چیخا۔

جاگو سب۔جاگو۔دیکھو اس کو اور پہچانو۔

وہ جہاں جہاں سے گزر رہا تھا۔جیل نما کمروں میں قید بے بس لڑکیاں پھٹی پھٹی آنکھوں سے سلاخیں تھامے اسے دیکھ رہی تھیں۔

یہ ہے وہ چیونٹی جو اپنی اوقات بھول کر شیون کو ہرانے چلی تھی۔مجھے دھوکا دے کر بھاگ گئی تھی۔

بات کرتے ہوئے وہ ایک دم سے پلٹا اور پھر سے جویریہ کے بالوں کو

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مٹھی میں دبوچ لیا۔اس کے چہرے پر شیطانی غصے میں بھری آنکھیں گاڑے کھڑا وہ کوئی وحشی درندہ لگ رہا تھا۔

دیکھو سب اس کو اور جان لو سب کہ شیون کے قید سے بھاگی ہوئی لڑکی کا۔وہ اس کی آخری سانس تک پیچھا کرتا ہے اور جب وہ مل جاتی ہے تو اسے بھیانک سزا دیتا ہے۔تم سب کی سانسوں پر تمھارے جسم پر صرف میرا حق ہے۔میں خدا ہوں تم سب کا۔سنا سب نے میں خدا ہوں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

شیون اس کے گلے کو دبوچے اس کے چہرے پر اپنا چہرہ جھکائے ہوئے وحشیوں کے طرح کفر کلمات کہہ رہا تھا۔اس کا چہرہ جویریہ کے چہرے کے اتنے قریب تھا کہ اس کے سانس لینے کی بدبودار گرم ہوا کو بھی جویریہ اپنے چہرے پر محسوس کر سکتی تھی۔

سِپٹ آن دا باسٹڈ فیس۔

دران کی آواز کان کے پردوں سے ٹکرائی۔دران کی آواز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ضبط کے عالم میں بمشکل بول رہا ہے۔

جویریہ تھوکو اس کے منہ پر۔

وہ جویریہ کو تھوکنے کا کہہ رہا تھا۔جویریہ نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے شیون کے شیطانی چہرے کو دیکھا۔جسم خوف سے لرز رہا تھا لیکن اس کا آخری جملہ کسی بھی مسلمان کے اعصاب پر اسی طرح ہتھوڑے برساتا جیسے اس وقت دران کے اور اس کے اعصاب پر برسائے تھے۔ وہ وقت کا فرعون تھا۔دران کے ساتھ موجود دوسرا شخص شاید اسے پرسکون رہنے کے لیے کہہ رہا تھا جبکہ وہ لگاتار چیخ رہا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اٹس مائی آرڈر تھوکو اس کے منہ پر۔

وہ جو بے حس و حرکت کھڑی تھی ایک دم سے جیسے کسی انجانی طاقت کے باعث ناک پھلا کر شیون کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور پھر اس کے منہ پر تھوک دیا۔سب ساکن ہو گیا۔سب کے منہ کھل گئے۔جویریہ کے تھوکنے کے باعث شیون کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔اس کے غلیظ چہرے پر جابجا سفید تھوک کے چھینٹے تھے۔

اے۔۔۔

بھاری گرج نے تہہ خانے کی در و دیوار ہلا دیں۔وہ ساکن سے محرک ہوا اور پاگلوں کی طرح دھاڑ کر جویریہ کے چہرے کو اپنے ہاتھ میں دبوچ لیا۔

میں تم سے نہیں ڈرتی۔بولو اسے۔غصہ دلاؤ اسے۔

دران کی آواز تھی وہ پرجوش لہجے میں اسے شیون کو اور غصہ دلانے پر اکسا رہا تھا وہ ایسا کیوں کر رہا تھا وہ نہیں جانتی تھی لیکن دران بار بار اسے یہی کہہ رہا تھا۔

میں تم سے نہیں ڈرتی۔

کیا!!!! کیا کہا۔

میں تم سے نہیں ڈرتی۔

اب کی بار جویریہ نے چیخ کر جواب دیا اور پھر اچانک جمع ہو جانے والی ہمت سے ایک جھٹکا دے کر اپنے چہرے کو شیون کے ہاتھ سے چھڑایا۔

سنو تم سب۔ہاں میں اس سے نہیں ڈرتی۔تم سب کو بھی اس سے

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نہیں ڈرنا ہے۔ہر لڑکی کو اس جہنم سے نکلنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ہار مت ماننا لڑکیو۔ ہار مان لینا اور ڈر جانا بزدلوں کا کام ہے۔

وہ پوری قوت سے ارد گرد سلاخوں کو تھامے کھڑی لڑکیوں کو دیکھ کر اونچی آواز میں بول رہی تھی۔آواز پھٹ رہی تھی لیکن آواز میں کوئی خوف کوئی لغزش نہیں تھی۔

ضروری نہیں تم میں سے ہر کوئی میری طرح پھر سے پکڑی جائے۔اس کے چنگل سے نکلنا بہت آسان ہے۔یہ خدا نہیں ہے۔خدا وہ ہے جو ہم سب کا مالک ہے۔ہر جگہ موجود ہے۔وہ سب سے زیادہ طاقت ور ہے اور ایک دن اس شیطان کا یہ جہنم اس کی ہی آخری آرام گاہ ہو گا۔تم سب کو نکلنا ہے یہاں سے۔باہر کی دنیا میں جینا ہے۔خدا کی مرضی کے بنا یہ ہمیں چھو بھی نہیں سکتا۔

چپ کر کتیا۔ا۔ا۔۔ا۔ا۔لے کر آؤ اسے ٹارچر روم میں۔اس کی ساری اکڑ میں نکالتا ہوں۔

وہ چیختا ہوا آگے بڑھا اور اسے بالوں سے دبوچ لیا۔وہ نہیں جانتی تھی

www.neweramagazine.com

اس میں یہ ساری ہمت کیسے آئی لیکن وہ چیخ رہی تھی۔دران کی طرف بھی خاموشی چھا گئی تھی۔وہ جو کچھ بھی کہہ رہی تھی خود سے اپنی ہمت سے کہہ رہی تھی اب دران اسے ہدایات نہیں دے رہا تھا۔

سن لو تم سب۔میں رہوں نہ رہوں لیکن یاد رکھنا ایک دن اس شیطان کا انجام بہت برا ہوا گا۔میرا خدا اس کے جسم کے ہر حصے کو داغے گا۔جتنی تکلیفیں اس نے آج تک ہم سب کو دی ہیں ہر تکلیف اس کو بار بار سہنا ہو گی ابد تک سہنا ہو گی۔یہ بھیانک موت مرے گا۔

سیاہ فام شیون کے حکم پر اسے گھسیٹتے ہوئے اس کے پیچھے واپس لے جا رہے تھے۔

جویریہ لسن ٹو می۔اپنے ہاتھ میں پہنی رنگ کو ہتھیلی کی طرف گھماؤ۔

دران کی سانس پھول رہی تھی وہ اسے بار بار ہاتھ میں پہنی انگوٹھی کو ہتھیلی کی طرف گھمانے کا کہہ رہا تھا۔جیسے ہی وہ لوگ واپس اوپر پہنچے شیون غصے میں چیختا ہوا اس پر جھپٹا۔

تمہیں میں تمھاری اوقات دکھاتا ہوں۔

اسے گھسیٹتے ہوئے وہ ایک دروازے کے سامنے آ کر رکا۔کمرے کا دروازہ کھول کر اس نے جویریہ کو اندر کی طرف ایک زور کا دھکا دیا۔وہ لڑکھڑاتی ہوئی فرش پر جا گری۔دران پھر سے اسے انگوٹھی گھمانے کا کہہ رہا تھا۔

جہاں وہ اوندھے منہ گری تھی فرش پر سے چہرہ اٹھا کر اوپر دیکھا۔یہ عجیب کمرہ تھا جہاں بڑی بڑی زنجیریں،چابک اور ہتھکڑیاں موجود تھیں۔جگہ جگہ کیمرے کھڑے تھے۔عورتوں کی برہنہ تصاویر کے بڑے بڑے پوسٹرز دیواروں پر آویزاں تھے۔خون کے چھینٹے دیواروں پر اور پوسٹرز پر تھے۔چھریاں چاقو اور مختلف اوزار۔جگہ جگہ سٹریچر اور بستر یہ کیسی جگہ تھی وہ کانپ گئی۔

کیا کہہ رہی تھی وہاں۔چل اب یہاں پھر سے کہہ۔

شیون دروازہ بند کرنے کے بعد پلٹا اور دیواروں میں لٹکتے چابک میں سے ایک چابک کو اتارا۔اس کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر اس نے پھر

سے دران کی آواز کانوں میں سنی اور آہستگی سے دونوں ہاتھوں کو ملائے انگوٹھی کے نگینے کو ہتھیلی کے رخ گھما لیا۔

جویریہ تمہیں اس کی جلد میں کہیں بھی اس انگوٹھی کو دبانا ہے۔اسکی کلائی ہاتھ یا گردن کہیں بھی۔

دران کی اگلی ہدایت کان کے پردوں سے ٹکرآئی جبکہ اس کی آنکھیں سامنے چابک پر ٹکی تھیں جسے شیون ہوا میں چلاتا ہوا قریب آ رہا تھا۔چابک کی آواز فضا میں گونج رہی تھی۔

ڈو اٹ۔تم کر سکتی ہو۔

دران اس کی ہمت بڑھا رہا تھا۔شیون نے جیسے ہی چابک کو ہوا میں اچھالا جویریہ نے ہاتھ ہوا میں اٹھا کر چابک کو اپنے ہاتھ میں دبوچا اور پوری قوت سے جھٹکا دیا۔شیون کو شاید اس کی طرف سے اتنی قوت کی توقع نہیں تھی۔وہ چابک سمیت آگے ہوا تو جویریہ نے دائیں ہاتھ سے اس کی کلائی کو زور سے تھام لیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

یس ڈو اٹ۔پریس دا فنگر اون ہز آرم۔

دران کے کہنے کے بالکل مطابق اس نے انگوٹھی کو اس کی کلائی میں دبایا۔لیکن یہ کیا اس پر تو جیسے کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔وہ ایک جھٹکے سے جویریہ کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔

تمھاری اوقات کیا ہے یہ میں بتاتا ہوں تمہیں۔

جویریہ کو پشت سے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے وہ وحشی انداز میں غرایا۔شیون کے اس بے باک ردعمل پر اس کی ساری ہمت ایکدم سے ہوا ہوئی۔جسم خوف سے کانپنے لگا۔جس انجکشین کے ذریعے شیون کے اندر دوا داخل کی گئی تھی اس کی سوئیاں بنا محسوس ہوئے دوا کو جسم میں انجیکٹ کرتی تھیں لیکن کیا وہ صیح طریقے سے انجیکٹ کرنے میں کامیاب بھی ہو پائی تھی کہ نہیں؟

پھٹی پھٹی آنکھوں اور خوف سے کانپتے جسم کے ساتھ وہ شیون کی گرفت سے آزاد ہونے کے لیے مزاحمت کر رہی تھی اور وہ وحشی اس کی ہر مزاحمت کو ناکام بنا رہا تھا۔ایکدم سے اس کا جویریہ کے گلے کی

طرف بڑھا ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا وہ رک گیا تھا۔جویریہ کو چھوڑ کر اپنے سر کو تھامے آنکھوں کو بار بار بند کر کے کھول رہا تھا۔

میڈیسن کام کر رہی ہے۔لٹس سٹارٹ دا آپریشن

یہ دران کی آواز تھی جس کے ساتھ گہری سانس لے کر اس نے ساتھ بیٹھے شخص کو انگریزی زبان میں ہدایت دی۔شیون اسی طرح سر کو تھامے ایک طرف لگے بستر تک آیا اور پھر ایک دم سے بستر پر بے سدھ ہو کر گر پڑا۔تھوڑی دیر پہلے کے شور میں ایکدم سے جیسے گہری خاموشی چھا گئی۔وہ گہرے گہرے سانس لیتی ہوئی اپنے حواس بحال کر رہی تھی جب دران کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔

جویریہ اس کا فون دیکھو کہاں ہے۔نکالو اسے۔

دران کی اگلی ہدایت جاری ہو چکی تھی۔جویریہ نے ڈرتے ڈرتے قدم آگے بڑھائے۔

ڈرو مت وہ بے ہوش ہو چکا ہے۔آگے بڑھو دیکھو اس کی جیب میں

سے موبائل نکالو۔

دران کی بات درست تھی۔وہ اوندھے منہ بے سدھ بے ہوش پڑا تھا۔جویریہ نے اس کی پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔اس کی پینٹ کی جیب میں اس کا موبائل موجود تھا۔موبائل کو نکال کر ہاتھ میں اٹھائے وہ سیدھی ہوئی۔

اس کے تھم سکین سے لاک کھولو۔

دران کی اگلی ہدایت پر وہ پھر سے جھکی اور شیون کے انگوٹھے کو پکڑ کر فون کے سنسر پر لگایا۔اس کے موبائل کی سکرین کھل چکی تھی۔

بس اب جو بولوں کرتی جاؤ۔زک سٹارٹ کاپی دا اویری تھنگ۔

وہ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے شخص کو بھی ہدایت جاری کر رہا تھا۔پھر دران کی ہدایت کے مطابق وہ اس کے پورے فون کو کنگھال چکی تھی۔دران اسے بس مختلف چیزیں کھولنے کے بعد سکرول کرنے کا کہہ رہا تھا کیونکہ باقی کام اس کی آنکھ میں لگا لینز کر رہا تھا۔

پورے موبائل کو کنگھالنے کے بعد دران نے اس کمرے میں موجود ہر فائل ہر ڈرا ہر چیز کو کھول کھول کر دیکھا تھا۔تقریباً پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے وہ یہ سب کر رہی تھی۔کبھی کسی کونے میں جا کر کچھ دیکھتی کبھی کچھ۔سر چکرانے لگا۔

دران میں تھک گئی ہوں۔

بہت ہی مدھم تھکی ہوئی مریل آواز تھی۔اس کے ایسے کہنے پر دران کی بولتی ایک دم سے بند ہوئی۔

اوکے۔اوکے۔چھوڑ دو سب۔رُک سٹاپ۔

دران نے فوراً گھبرا کر اپنے ساتھی کو بھی کام کرنے سے روکا۔ایک دم خاموشی چھا گئی۔وہ اسی الماری کے پاس فرش پر بیٹھ گئی اور سر کو الماری سے ٹکا لیا۔جسم تھکن سے چور تھا۔رواں رواں درد کی لہروں سے کسی زخم کی طرح دکھ رہا تھا۔بھاری ہوتے پپوٹے کے نیچے آنکھیں ایک بار پھر گرم آنسوؤں سے بھر گئیں۔دران اب شاید اپنے ساتھی کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا اور وہ بے آواز روتی ہوئی بار بار آنسو صاف کر رہی

تھی۔رونے کی رفتار بڑھتے ہی ہچکی کی آواز شاید دران کے کانوں میں پڑی تھی۔

تم رو رہی ہو؟

نہیں۔

بے مروتی سے جواب دیا۔دران کی آواز میں فکرمندی تھی۔اس کے نہیں کہنے کے بعد دوسری طرف خاموشی چھائی۔وہ پھر سے رونے لگی۔منہ پر ہاتھ رکھے اپنی آواز کا گلا گھونٹنے کی بہت کوشش کی لیکن ایسا ممکن نہیں تھا اس کا دل پھٹ رہا تھا اسے وحشت ہو رہی تھی۔وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔اسے دران سے خوف آنے لگا تھا جس نے اسے بنا بتایا مچھلی کے کانٹے میں پھنسا کر سمندر میں پھینک دیا تھا۔زندگی میں پہلی بار اسے دران سے شدید نفرت ہو رہی تھی۔

مجھے تمہیں دیکھنا ہے۔شیشے کے سامنے آؤ۔

کچھ توقف کے بعد اس کی بھاری آواز کانوں سے ٹکرائی۔دل کیا دران

کی اس فرمائش پر اس کا گلا دبا دے۔ناک کے نتھنے ضبط سے پھولنے لگے۔وہ جبڑے بھینچے چپ بیٹھی تھی۔

میں کچھ کہہ رہا ہوں تم سے وہ سامنے شیشے میں جا کر کھڑی ہو جاؤ مجھے دیکھنا ہے تمہیں۔

لہجہ التجائی تھا جس میں دنیا بھر کی محبت سموئے وہ اس کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب تھا اور اسے شیشے کے سامنے آنے کا کہہ رہا تھا۔کیونکہ اس کے کانوں میں لگے کیمروں سے وہ اس کے سامنے کے منظر کو دیکھ سکتا تھا لیکن اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

نہیں آنا مجھے۔

سپاٹ اور سخت لہجے میں جواب دے کر وہ اب اپنے گال رگڑ رہی تھی۔دل کیا کسی طرح اپنے کانوں سے یہ بالیاں نوچ دے کہ اس سنگدل کی آواز تک نہ سنائی دے۔

مجھے دیکھنا ہے تمہیں پلیز۔

کس قسم کی ضد تھی اور کس بات کا زعم تھا جناب کو جو اسے دیکھنے پر بضد تھا۔جس کو اتنی محبت ہوا کرتی ہے وہ تو اپنے محبوب پر آنچ نہیں آنے دیتے۔اس کی محبت دنیا کی انوکھی ہی محبت تھی۔

مجھے نہیں دکھانا اپنا آپ۔آپ چپ کریں گے پلیز۔مجھے آپکی آواز نہیں سننی ہے۔

تم پیار کرتی ہو مجھ سے۔

تو مل تو رہی ہے اس کی سزا کیا کافی نہیں۔

دانت پیستے ہوئے جلا کٹا جواب دیا تو دوسری طرف گہری خاموشی چھا گئی۔چند سکینڈ کی توقف کے بعد پھر گہری سانس کی آواز گونجی۔

میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔نہیں سمجھا سکتا۔یقین کرو تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔

۔میرے لیے فکر مند نہ ہوں آپ بس اپنے مقصد پر دھیان دیں۔ مجھے آپ پر یقین ہو نہ ہو میرے اللہ پر ہے۔میرے اللہ نے کہا ہے۔پس

یقیناً مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے اور شاید میری اس مشکل کے ساتھ آسانی میری موت ہو۔

وہ روانی سے ایک ہی سانس میں بولتی چلی جا رہی تھی۔آواز میں لغزش تھی تو سختی بھی تھی۔

بکواس بند کرو اپنی۔تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔

اس کی آخری بات پر دران نے ایک دم غصے سے جھاڑ دیا۔وہ استہزائیہ مسکرا دی۔فکر جتانا بھی شاید اس کے مقصد کا حصہ ہی ہو گا۔وہ واقعی اسے نہیں جانتی تھی۔اب سمجھ آنے لگا تھا وہ بار بار یہ جملہ کیوں کہا کرتا تھا تم مجھے نہیں جانتی۔

خاموش کمرے میں موبائل فون کی گھنٹی کی آواز گونجی تو وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔یہ گھنٹی شیون کے موبائل کی بج رہی تھی۔موبائل کی گھنٹی کے متواتر بجنے سے وہ بیڈ پر لیٹا کسمسا کر سر کو دائیں بائیں ہلا رہا تھا۔جویریہ کی جان حلق میں آئی۔

وہ اٹھ رہا ہے۔

گھٹی آواز میں اس نے دران کو اس کے جاگنے کے متعلق بتایا۔

خاموش اب مت بولو۔

دران نے فوراً اسے بولنے سے منع کیا۔شیون اب سر کو بار بار جھٹکتا اٹھ بیٹھا تھا۔موبائل پر نظر پڑتے ہی جھپٹ کر موبائل اٹھایا اور کان سے لگایا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

فون کیوں نہیں اٹھا رہے تھے۔لڑکی تیار ہے نہ؟

فون کے دوسری طرف موجود نفس نے غصے سے سوال کیا۔

لڑکی۔آہ۔ہ۔ہ کون سی لڑکی؟

شیون نے گھومتے سر کو جھٹک کر آنکھوں کو بار بار زبردستی کھولا۔

ایلکس بات کر رہا ہوں بیوقوف انسان۔پتا ہے نہ میں آج شام کی فلائیٹ سے یہاں پہنچ رہا ہوں۔رات کو ہوٹل میں لڑکی چاہیے مجھے۔وہی درانگ کی بیوی۔

دوسری طرف ایلکس کی رعب دار آواز پر وہ جیسے ایک دم سے حواسوں میں واپس آیا۔ایک جھٹکے سے گردن گھما کر جویریہ کی طرف دیکھا اور پھر گہری سانس خارج کی۔

ہاں۔۔۔ہاں بالکل تیار ہے۔کیسے بھول سکتا ہوں۔تم بس پیسے اور میرا مال تیار رکھو۔میرے آدمی لڑکی کو لے کر پہنچ جائیں گے لیکن یاد رکھنا۔ایک رات مطلب صرف ایک رات اور دوسری شرط یہ کہ میرے آدمی ساری رات کمرے کے باہر پہرا دیں گے۔

شیون ٹھوڑی کو خباثت سے سہلاتے اب اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔وہ پرسوچ انداز میں پیشانی پر شکن ڈالے ہوئے تھا۔شاید کچھ گھنٹے پہلے اس کے ساتھ کیا ہوا تھا اسے صحیح سے یاد نہیں تھا۔

بے فکر رہو پیسہ اور مال تیار ہے۔بس تم اسے ہوٹل میں بھیج دو۔ میں منتظر رہوں گا۔

بھیج دوں گا۔اوکے۔بائے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

شیون فون کو کان سے ہٹا کر تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور اس کے بالوں کو مٹھی میں دبوچ لیا۔ جویریہ کا دل خوف کے باعث تیزی سے دھڑکنے لگا کیا اس کو شک ہو گیا ہے کہ کچھ ہوا ہے اس کے ساتھ؟گردن کو دبوچے شیون غصے سے پھٹی آنکھوں کے ساتھ اسے گھور رہا تھا۔اور پھر چہرے کو اور قریب کرتے ہوئے غرایا۔

آج رات صرف۔۔۔آج رات۔پھر دیکھنا میں تیرا کیا حال کرتا ہوں۔

بے دردی سے اس کا سر جھٹکتا وہ آگے بڑھا۔جویریہ نے سکھ کا سانس لیا۔اب وہ دروازے کے باہر کھڑا کسی کو آوازیں دے رہا تھا۔شاید اسے تیار کرنے کے لیے کہہ رہا تھا۔

رات کی سیاہی امریکہ کے مضافات میں مکمل طور پر پھیل چکی تھی۔پیلی ٹیکسی پوری رفتار سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

ٹیکسی کی پچھلی نشست پر بیٹھی کنز پارکر سرخ میکسی پر سرخ لپ سٹک لگائے بجلیاں گرا رہی تھی۔وہ جس وقت اسفند کے فلیٹ سے نکلی تھی

تب سورج غروب نہیں ہوا تھا لیکن اب رات گہری ہو چکی تھی۔اسفند کے فلیٹ سے یہ جگہ کافی دور تھی اس لیے اسے ٹیکسی پر کافی گھنٹے سفر کرنا پڑا۔

اتنے گھنٹے چلنے کے بعد آخر کار ٹیکسی سرخ روش کے آگے رکی۔کنز نے گردن موڑ کر محبت سے گھر کی طرف دیکھا اور مسکرا دی۔آج اس کی اور نوین کی شادی کی سالگرہ تھی۔نوین کے اس دن یوں ناراض ہو کر چلے جانے کے بعد وہ بہت سوچتی رہی لیکن نوین سے محبت اس کی کوتاہیوں کے سامنے جیت گئی۔آج پورے ایک ہفتے بعد وہ سب بھلائے اپنے گھر واپس آ گئی تھی۔

ٹیکسی سے اتر کر سرخ روش سے لے کر گھر کے دروازے تک کا سفر اس نے ایک سرشاری میں طے کیا۔ایک عجیب سرور تھا جس نے لبوں کی مسکراہٹ کو گہرا کر رکھا تھا وہ کتنے مہینوں بعد یوں دل سے مسکرا رہی تھی۔ اس کا اپنا گھر اور نوین کے بے پناہ محبت سب کچھ سکون بخش رہا تھا۔ہاں وہ مغربی گوری چمڑی میں مشرقی دل رکھنے والی عورت

تھی۔وہ عورت جو اپنے شوہر کی محبت کے خاطر سب کوتاہیاں معاف کر دیتی ہے کیونکہ زعم اس کی محبت کا ہوتا ہے۔وہ محبت جو اس کا غرور ہوتی تھی۔وہ محبت جس کی حقدار صرف وہ ہوتی ہے۔

وہ جان بوجھ کر اسفند کے گھر سے دیر سے روانہ ہوئی تھی تاکہ جب گھر پہنچے تو نوین گھر پر ہو اور شادی کی سال گرہ کے دن وہ اسے اپنی واپسی کی خوشخبری دے کر حیران کر دے۔نوین کی گاڑی اوپن پورچ میں کھڑی دیکھ کر اس کی باچھیں کھل گئیں۔سرخ میکسی پر گال بھی گلال ہو کر اس کے حسن کو دوبالا کر گئے۔

گھر کی چابی کو پرس سے نکال کر دروازے میں گھمائے وہ آہستگی سے گیلری میں داخل ہوئی۔دبے قدموں چلتی ہوئی آگے بڑھی۔ان کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔کپڑوں کے بیگ کو راہداری میں ہی چھوڑا اور پرس کو کندھے سے اتار کر مسکراتی ہوئی آگے بڑھی۔

جیسے ہی کمرے کے کھلے دروازے میں قدم رکھا۔قدم وہیں جم گئے۔سامنے کا منظر اسے منوں مٹی تلے دبا چکا تھا۔

کاش وہ یہ منظر کبھی نہ دیکھتی۔محبت کی موت کا منظر۔محبت کی موت بہت تکلیف دہ ہوتی ہے اور محبت کی موت اس وقت ہوتی ہے جب آ پکا محبوب آپ کی پیٹھ پیچھے کسی اور کی بانہوں میں ہو اور آپکو اس کی خبر ہو جائے۔اس کے غرور کی کرچیاں اس کے جسم کے ہر خلیے میں پیوست ہوئیں۔

آنکھیں جل اٹھیں۔دل ڈوب گیا۔نوین ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا اور اس پر نگاہ پڑتے ہی چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا۔نوین کے دیکھنے پر وہ جو مجسم کھڑی تھی دھندلے ہوتے منظر سے نظریں ہٹا کر تیزی سے واپس پلٹی۔بیگ کے ہینڈل کو تھاما اور جن قدموں پر یہاں آئی تھی انہی قدموں تیز تیز واپسی کے لیے قدم بیرونی دروازے کی طرف بڑھا دیے۔

کنز!

نوین کی پکار تھی۔وہ گھر کے سامنے موجود سرخ روش کے وسط میں پہنچ چکی تھی۔صرف ایک سکینڈ کے لئے قدم تھمے مگر پھر بنا پیچھے مڑے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس نے قدم آگے بڑھا دیے۔

کنزی۔۔۔کنزی۔۔۔رکو۔

وہ اب بھاگتا ہوا اس کے پیچھے آ رہا تھا۔

میری بات سنو کنزی۔

اس کے پیچھے پہنچ کر ایک جھٹکے سے اسے کندھے سے پکڑ کر اپنی طرف موڑا۔

چھوڑو مجھے۔

پوری قوت سے اس نے نوین کے ہاتھوں کو جھٹکا اور چیختی ہوئی چند قدم پیچھے ہوئی۔آنکھوں سے نکلے آنسو گال بھگو رہے تھے۔نوین کے لباس پر ناگوار نظر ڈالے وہ لبوں کے باہر نکالے رو دی۔

کنز تم غلط سمجھ۔۔۔

بکواس بند کرو اپنی۔بکواس بند کرو نوین۔بس اب اور نہیں۔مجھے طلاق چاہیے اور ہر حال میں چاہیے۔

غصے سے کہتی بیگ کو تھامے سرعت سے آگے بڑھی۔نوین فوراً اس کے سامنے آیا۔

بات سنو میری وہ سب جو تم نے دیکھا۔وہ محبت نہیں ہے وہ تو بس ایک کال گرل۔۔۔پلیز غصہ مت کرو۔تم کیوں مجھے یوں تنگ کر رہی ہو۔

وہ بوکھلا کر بے ربط جملے ادا کر رہا تھا۔

اب نہیں کروں گی۔تم خوش ہو اپنی زندگی میں۔یہ میں دیکھ چکی ہوں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ سب وقتی ہے۔میں یاد کر رہا تھا تمہیں۔

وہ نادم سا سر جھکا گیا۔کنز نے لب بھینچ کر آنسو روکے اور چہرہ نفرت سے ایک طرف موڑ لیا۔

مجھے معاف کر دو کنزی۔

کر دیا۔

رگڑ کر ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہتی

وہ کسی طوفان سے پہلے کی خاموشی کا پیش خیمہ لگ رہی تھی۔

چلو گھر چلتے ہیں۔

میں نے تمہیں معاف کیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں تمہارے ساتھ پھر سے رشتہ رکھوں گی۔

سپاٹ مگر دو ٹوک لہجے میں کہتی وہ نفرت سے نوین کی طرف دیکھ رہی تھی۔

میں جلد وکیل سے رابطہ کروں گی۔

پرعزم لہجے میں کہا اور نوین کو یونہی پریشان چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔

کمرے کا دروازہ ہلکی کلک کی آواز کے ساتھ بند ہوا۔دروازہ بند ہوتے ہی جویریہ نے سٹپٹا کر ارد گرد دیکھا۔یہ کسی ہوٹل کا بہت بڑا کمرہ تھا۔

جہاں قیمتی فرنیچر سے لے کر دنیا کی ہر حسین اور دلکش چیز موجود تھی۔شیشے کی طرح چمکتا سفید فرش۔ جہازی سائز بیڈ،چھت سے لٹکتے

سفید فانوس،سفید صوفے،سنیما سکرین ٹی وی،ہر طرح کی شراب سے لیس بار کاؤنٹر ،خوبصورت ٹیرس اور سامنے پوری دیوار میں نصب شیشہ جس کی طرف رخ پھیرے اسکے علاوہ یہاں موجود وہ دوسرا نفس کھڑا تھا۔آف وائٹ پینٹ کوٹ اور سیاہ جوتوں میں ملبوس ایک ہاتھ میں سلگتا سگار تھامے۔سفید گرے بالوں کی پشت پر پونی بنائے۔

جویریہ نے آنکھوں کو سکیڑے اس کی طرف دیکھا۔شیون نے اسے سفید رنگ کے لباس میں تیار کروا کر اس ہوٹل میں بھیجا تھا۔یہ سفید فش میکسی تھی۔جس پر گہرا میک اپ کیئے وہ ہوش ربا لگ رہی تھی لیکن اس وقت حواس باختہ کھڑی تھی۔

شیون کے کمرے سے نکلنے کے بعد سے لے کر اب تک دران کا رابطہ اس سے منقطع تھا۔اب آگے اسے یہاں کیا کرنا تھا یہ دران ہی بتانے والا تھا اور وہ بے تابی سے اس کے رابطے کی منتظر تھی۔اسے تیار کرنے والی میک اپ آرٹیسٹ کان میں موجود بالیاں اتارنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی لیکن وہ جوتے اسے اتارنے ہی پڑے تھے جس کے بارے

میں وہ دران کو بتا بھی نہیں سکی تھی۔

کمرے کے باہر شیون کے آدمیوں کا پہرا تھا جو اسے یہاں لے کر آئے تھے اور اب کمرے میں موجود یہ پونی والا شخص ضرور ایلکس تھا۔وہ یونہی دروازے سے تھوڑا آگے کھڑی اسے دیکھ رہی تھی جب وہ پلٹا۔سفید چہرے پر ہلکی جھریاں اس آدمی کی عمر کی غمازی تھیں۔گھن زدہ نقوش والا چہرہ،وہ اب جویریہ کو دیکھ کر خباثت سے مسکرا رہا تھا۔جویریہ نے سٹپٹا کر نگاہیں چرائیں۔سر بھاری ہو رہا تھا اور ریڑھی کی ہڈی میں خوف کی لہر اوپر نیچے سفر کر رہی تھی۔

وہ یونہی نگاہیں جویریہ پر جمائے قدم قدم آگے بڑھ رہا تھا۔دل خوف سے پھڑپھڑانے لگا۔دران رابطہ کیوں نہیں کر رہا تھا۔ایلکس کمرے میں موجود میز کے پاس رکا،جھکا اور ایش ٹرے پر سلگتے سگار کو رکھ کر سیدھا ہوا۔وہ اپنا اوپری کوٹ اتار رہا تھا۔

دران تم کہاں ہو؟۔

جویریہ نے ماتھے پر آئے پسینے کو صاف کرتے ہوئے آہستہ سے

پکارا۔ایلکس کے بڑھتے قدم اس کی جان نکال رہے تھے۔وہ کوٹ کو بیڈ پر اچھال چکا تھا۔کہیں میک اپ کرنے والی لڑکی نے بالیوں کو کچھ کر تو نہیں دیا۔اف۔ف۔ف خدا دران کہاں ہے۔

دران۔ن۔ن۔ن۔کہاں ہو تم؟

روہانسی آواز میں دران کو پکارتی وہ اب قدم قدم پیچھے ہٹنے لگی تھی۔ایلکس تو جیسے اس کی گھبراہٹ سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔وہ گھن زیادہ صورت والا بوڑھا تھا جو اس کے سراپے کو دیکھتا ہوا اب شرٹ کے اوپری بٹن کھول رہا تھا۔

دران سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا لیکن اسے اپنے آپ کو بچانا تھا۔اس نے ایک دم سے بیرونی دروازے کی طرف بھاگنے کی خاطر رخ موڑا۔وہ چند قدم ہی بھاگی تھی جب ایلکس ایک جست میں اس تک پہنچ کر اسے کمر سے دبوچ چکا تھا۔

ایک چیخ تھی جو اس کے حلق سے برآمد ہوئی۔

ایلکس نے کندھے سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑا اور کمر سے پکڑ کر اپنے ساتھ لگایا تو وہ تھر تھر کانپ گئی۔مزاحمت کے ساتھ وہ دران کے منع کرنے کے باوجود اسے پکارنے لگی۔دران اس سے رابطہ کیوں نہیں کر رہا تھا۔

دران۔۔۔۔دران۔۔۔

وہ چیخ رہی تھی۔آنکھیں بند تھیں۔ایلکس کی گرفت اس قدر مضبوط تھی کہ اس کی ہر مزاحمت بیکار تھی۔وہ کمر کے گرد بازو حائل کئے اسے مزید قریب کر رہا تھا۔

دران تم کہاں ہو؟

آنکھیں میچ کر وہ چیخ اٹھی۔کتنی بے بس تھی وہ اور اللہ کے بعد ایک وہی تو تھا۔جس نے وعدہ کیا تھا کہ میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔

یہاں ہوں۔

وہ آنکھیں سختی سے بند کئے ہوئے تھی جب دران کی آواز کانوں سے

ٹکرائی۔لیکن یہ آواز سپیکر سے آتی آواز تو نہیں تھی۔جویریہ نے پٹ سے آنکھیں کھولیں۔ایلکس نامی وہ شخص ایک ہاتھ سے اس کی کمر کو تھامے دوسرے ہاتھ سے گردن کے نیچے سے کھینچتا ہوا چمڑے کا بنا لچکدار ماسک اپنے چہرے پر سے اتار رہا تھا۔یہ ماسک لچکدار اور بالکل انسانی جلد کی طرح تھا تھا اور سینے سے شروع ہو رہا تھا۔کوٹ اتارنے کے بعد شرٹ کے بٹن کھولنا اسی وجہ سے تھا۔

جیسے ہی وہ لچکدار ماسک اترا۔ماسک کے نیچے سے برآمد ہونے والا چہرہ دران کا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ کوئی ایلکس نہیں دران تھا۔بکھرے بال،خوبرو چہرہ،ہلکی سی بڑھی ہوئی شیو،سوزش زدہ گہری آنکھیں۔وہ دلکش مسکراہٹ لبوں پر سجائے, اس کی کمر تھام کر اسے اپنے ساتھ لگائے ،اس کے گھبرائے اور حیران چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

دران کو یوں اچانک سامنے دیکھ کر خوف سے تھر تھر کانپتے وجود کو جسے

تقویت ملی۔کسی خوفزدہ بچے کی طرح بنا سوچے سمجھے وہ اچک کر دران سے لپٹ گئی۔اپنی دونوں بانہوں کو اس کے گرد پوری قوت سے لپیٹ کر چہرہ اس کے سینے پر ٹکائے آنکھیں زور سے میچ لیں۔

ایلکس بریٹ اس مافیا کا وہ پہلا رکن تھا جو سب سے پہلے پکڑا گیا تھا۔ایلکس بریٹ سے شیون کو فون کروانا اور جویریہ کا یہاں پہنچنا سب ایک منصوبہ تھا جو برہان کی منعقد کردہ تقریب میں شرکت سے پہلے ہی تیار ہو چکا تھا۔

ایلکس بریٹ ہی وہ ذریعہ تھا جس سے زک اور پھر ایجنسی کو علم ہوا تھا کہ شیون جویریہ کو ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ایلکس بریٹ کو قبضے میں کرنے کے بعد ایجنسی نے چپ چاپ شیون کو اس کے منصوبے میں کامیاب ہونے دیا۔

ایلکس نے کچھ بھی ظاہر کئے بنا شیون کی پوری مدد کی اور پھر ایجنسی کے ہی کہنے پر شیون سے جویریہ کی مانگ کر دی۔وہ تو چائنہ نہیں آیا تھا البتہ ایلکس کی شکل کا سلیکون ماسک پہن کر شیون کے آدمیوں کو

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

شناخت دینے والا اور ہوٹل میں آنے والا شخص دران ہی تھا۔

کسی بھی انسان کی شکل سے ملتا جلتا یہ کمپیوٹرائز سِلیکون ماسک چند گھنٹوں میں ہی تیار ہو جاتا ہے۔

وہ چند دہائی پہلے کی بات تھی جب خفیہ ایجنٹ کو اپنا روپ بدلنے کے لیے یا پھر کسی دوسرے شخص کا روپ دھارنے کے لیے کئ گھنٹوں میک اپ روم میں گزارنے پڑتے تھے تب جا کر وہ روپ بدل پاتے تھے لیکن اب تو چند گھنٹوں میں کمپیوٹرائز مشین کسی بھی شخص کے چہرے کی اس کی تصویر سے ہی تمام پمائیش لینے کے بعد من عن ویسا ہی ماسک تیار کر دیتی ہے۔یہ ماسک حقیقی شکل سے اتنا ملتا جلتا ہوتا ہے کہ انسانی آنکھ فوراً دھوکا کھا جاتی ہے۔اسی طرح کے سلیکون ماسک کے دستانے اس نے اپنے ہاتھوں اور بازؤں پر کہنی تک چڑھا رکھے تھے۔

جویریہ جب کمرے میں داخل ہوئی تو وہ اسی وقت ماسک اتار سکتا تھا لیکن ناجانے کیوں اس کی گھبرائی صورت پر پیار آ گیا۔جیسے ہی وہ پلٹا کمرے کے دروازے کے آگے سہمی سی جویریہ پورے سنگھار میں لیس

اس کے جلتے اعصابوں پر ٹھنڈی پھوار کی طرح برس گئ۔

یہ وہی جانتا تھا اس نے جویریہ کو کس طرح ایجنسی کے حکم پر اس مشن کا حصہ بننے دیا تھا۔تقریب کی رات سے شروع ہوئی اذیت اب جا کر ختم ہوئی تھی۔وہ صیح سلامت اس کی نگاہوں کے سامنے کھڑی تھی۔

اب وقت آ گیا تھا اس کی پریشانی بھی دور کی جائے کوٹ اتارنے کے بعد وہ شرارت سے مسکراتا ،اس کی طرف بڑھتا ہوا شرٹ کے بٹن اتار رہا تھا کیونکہ سلیکون ماسک گردن سے نیچے سینے تک آتا تھا۔بٹن کھولتا ہوا جب وہ جویریہ کے پاس پہنچا اس وقت تک وہ مکمل خوفزدہ ہو کر بھاگنے کی کوشش میں تھی۔

اس کی اس خوفزدہ حالت سے محظوظ ہوتے ہوئے وہ اسے اپنی گرفت میں لے چکا تھا لیکن یہ کیا وہ تو کانپ رہی تھی اور اسے ہی مدد کے لیے پکار رہی تھی۔مزید اسے تنگ کرنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے فوراً ماسک کو اتارا۔وہ تو اسے سامنے دیکھ کر بچوں کی طرح اس سے لپٹ گئ۔

ایسے بچے کی طرح جو خوفزدہ ہو اور اسی لمحے اس کے سامنے اس کا کوئی بہت اپنا آ جائے۔دران نے مسکرا کر سر جھکائے اس کی طرف دیکھا اور خود بھی اسکے گرد بازوؤں کو لپیٹ لیا۔اس کے کانپتے وجود کو خود میں بھینچے سر جھکا کر بے اختیار لب اس کے سر پر رکھ دیے۔

وہ جو اس رات کو اپنی عزت کی آخری رات سمجھ کر خوفزدہ تھی،دران کو ایلکس کی جگہ پر دیکھ کر جیسے حواس کھو بیٹھی۔اب جیسے ہی خوف کا اثر زائل ہوا اور دران نے بھی اس کے گرد بازؤ حائل کیئے تو احساس ہوا وہ اس وقت دران کے سینے پر سر رکھے اس کے گرد بازؤ حائل کیئے کھڑی ہے۔دران نے سر جھکائے آہستگی سے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

کیا ہوا ڈر گئی تھی؟

جذب اور محبت سے سرشار لہجہ تھا جس میں خوشی کی رمق واضح تھی۔جویریہ نے بند آنکھیں ایک دم سے کھولیں۔خوف ختم ہوا تو اس کی جگہ اذیت،تکلیف،نفرت اور غصے نے لینے میں ذرا دیر نہ کی۔فوراً اس

کے گرد حائل اپنے بانہیں الگ کیئں۔

چھوڑیں مجھے۔

لب بھینچے پیشانی پر ناگواری کے شکن ڈالے اسے چھوڑنے کے لیے کہا اور ساتھ ہی کسمسا کر غصے میں اس سے الگ ہونا چاہا۔

کیا ہوا؟

ہنوز اسی طرح اس کے گرد بانہیں حائل کیئے وہ حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

چھوڑیں مجھے۔

کیوں بھئی ابھی خود ہی تو گلے لگی تھی اور اب خود ہی چھوڑنے کا کہہ رہی ہو۔

دران نے شریر لہجے میں کہا اور ڈھٹائی سے گرفت کو اور مضبوط کیا وہ غصے سے لب بھینچے کسمسا گئی۔تیوری چڑھائے چہرہ اوپر کیا تو دران کا چہرہ بالکل پاس چہرے پر جھکا تھا۔وہ شرارت سے مسکراتا زہر لگا۔

ہوش میں نہیں تھی اس وقت ڈر گئی تھی۔چھوڑیں اب۔

اگر کہوں اب میں ہوش میں نہیں رہا۔

لبوں کو آپس میں ملائے مسکراہٹ کو بمشکل دبائے وہ بالکل مختلف لگ رہا تھا ۔اس کی جان پر بنی تھی اور اسے شرارت سوجھ رہی تھی۔اگر یہاں سچ میں ایلکس ہوتا۔اس کی روح تک کانپ گئی۔آنکھیں پل بھر میں ہی آنسوؤں کی دبیز تہہ کے ساتھ چمکنے لگیں۔

چھوڑ دیں پلیز۔ز۔ز۔

وہ رو رہی تھی۔دران نے فوراً بانہوں کی گرفت ختم کی اور پریشان چہرے کے ساتھ دیکھتے ہوئے اسے کندھوں سے تھام لیا۔

جویریہ۔

دلگیر لہجہ تھا جو اس کی گال پر بہتے آنسو دیکھ کر پریشانی کا عکاس تھا۔چہرے پر شرارت کی جگہ اب پریشانی اور دکھ نے لے لی تھی۔

ہاتھ مت لگائیں مجھے۔

وہ کندھوں کے تھامے دران کے دونوں ہاتھوں کو غصے سے جھٹکتی پیچھے ہوئی۔چہرہ سرخ ہو رہا تھا،جبڑے سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔آنکھوں سے بھل بھل آنسو بہہ رہے تھے۔

مجھے ابھی اسی وقت پاکستان جانا ہے۔مجھے میرے گھر جانا ہے۔

وہ پھٹ پڑی۔زکام زدہ بھاری آواز خاموش کمرے میں گونج اٹھی۔دران نے محبت اور دکھ سے اس کے روتے چہرے کو دیکھا۔

رونا بند کرو۔لے جاؤں گا۔

نہیں۔مجھے نکالیں یہاں سے مجھے جانا ہے۔میں خود جا سکتی ہوں۔بس اس ہوٹل سے نکال دیں۔ایک دفعہ آپ کے ساتھ جانے کی غلطی کر چکی ہوں اب نہیں کرنا چاہتی۔

صرف غصہ کرو۔روؤ مت پلیز۔

وہ بے تحاشہ رو رہی تھی۔دران نے فکرمندی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے التجا کی۔اس کا غصہ اس کی نفرت اور اس کی ناراضگی سب کچھ بجا

تھا۔

میری مرضی ہے کچھ بھی کروں۔غصہ کروں یا روؤں آپ کو اس سے کیا۔مجھے بس اسی وقت یہاں سے نکالیں۔

بے حد سخت لہجے میں کہتی اب وہ غصے سے دران کو گھور رہی تھی۔آج اگر اس سے محبت نہ ہوتی تو شاید وہ اس کے اس رویے پر اسلے اپنا احسان یاد دلا کر خود ایک طرف ہو جاتا لیکن سامنے کھڑی غصہ کرتی،اس سے بدتمیزی سے پیش آتی اور روتی ہوئی لڑکی نہ صرف اس کی منکوحہ تھی بلکہ اس کے دل کا بند دروازہ کھول کر اس میں پورے حق سے داخل ہونے والی پہلی لڑکی تھی۔

اس کے پتھر دل کو موم کر دینے والی۔اس کو محبت جیسے خوبصورت جذبے سے آشانہ کروانے والی وہ دنیا کی واحد لڑکی تھی جس کی نم آنکھیں اور آنسو اسے تکلیف دے رہے تھے۔یہی وجہ تھی کہ اس کے غصے اور نفرت پر بھی بے پناہ پیار آ رہا تھا۔

وہ پوری دنیا میں اس کے لیے وہ ہستی تھی جس کے سامنے آپ باقی

سب سے مختلف ہوتے ہیں۔اللہ نے کچھ جذبے اور کچھ رشتے ایسے بنائے ہیں جو ہمیں کمزور کر دیتے ہیں،بدل کر رکھ دیتے ہیں۔سخت سے سخت وجود میں بھی دل اسی نرم لوتھڑے سے بنا ہوتا ہے جس میں اللہ پاک کی مرضی سے جذبات جنم لیتے ہیں اور محبت بھی ایسا ہی ایک جذبہ ہے۔

جب کسی سے محبت ہو جائے تو اس کے لیے آپ کے احساسات آپکی فکر آپکا رویہ بالکل مختلف ہو جاتا ہے۔دران ملک بھی اگر آج بدلا ہوا تھا تو صرف اس لڑکی کے سامنے جو غصے میں بھری سرخ چہرے کو پھیرے کھڑی تھی اور اسے یہ سنا چکی تھی کہ وہ اب اس کی مرضی کی غلام نہیں ہے۔

ہاں تمھاری مرضی ہے کچھ بھی کرو لیکن فلحال کچھ کھا کر آرام کرو۔

دران کے پرسکون لہجے اور طمانت بھرے جواب پر اس نے بے رخی سے پھیرا چہرہ تنک کر موڑا۔وہ اس کے غصے اس کی باتوں کی پرواہ کیے بنا اب بیڈ کے اطراف میں لگے میز کی طرف بڑھ رہا تھا۔کیا اسے کوئی

فرق نہیں پڑتا تھا کہ اس نے کیا کیا؟کٹھور انسان۔جویریہ نے سختی سے دانت پیسے

نہیں کھانا مجھے۔نہیں آرام کرنا۔آپ اتنے ڈھیٹ کیوں ہیں؟کیا آپ کو سمجھ نہیں آ رہا میں کیا چاہتی ہوں؟میں یہاں سے ابھی اور اسی وقت نکلنا چاہتی ہوں۔اور میں جانتی ہوں آپ یہ سب کر سکتے ہیں۔

ہاں کر سکتا ہوں لیکن ابھی نہیں کر سکتا ہوں۔

دران نے اس کی بات پر ایک سکینڈ کے لیے بھنویں اٹھائے رکھنے کے بعد بڑے آرام سے انکار کیا۔جویریہ جھنجلا کر چند قدم آگے بڑھی۔

جھوٹ آپ کر سکتے ہیں۔آپ کوئی عام انسان اور صرف فلم سٹار نہیں ہیں ،اتنا تو میں اچھی طرح سمجھ چکی ہوں۔آپ کا مقصد بھی پورا ہو چکا ہے ،اب میری جان چھوڑ دیں۔

دران کے سر پر کھڑی وہ اپنی طرف سے اس پر غصے میں تابڑ توڑ طنز کے تیر برسا رہی تھی جبکہ وہ میز پر پڑے انٹرکام کو کان سے لگائے

پر سکون بیٹھا تھا۔اس کے لیے مشن کا سب سے تکلیف دہ وقت جویریہ کے یہاں پہنچنے سے پہلے تک کا تھا۔وسوسے دل کو گھیر لیتے تھے کہ اگر شیون نے اسے ہوٹل نہیں بھیجا تو کیا ہو گا۔اگر اسے وہیں کچھ ہو گیا تو وہ کیا کرے گا لیکن اب وہ پر سکون تھا۔

ڈنر بھیج دیں کمرے میں۔

متوازن لہجے میں انٹر کام اٹھائے دران نے دوسری طرف حکم صادر کیا اور پھر ریسور رکھنے کے بعد چہرہ اوپر اٹھائے جویریہ کی طرف دیکھا۔

مجھے کچھ نہیں کھانا۔

مت کھانا مجھے تو کھانا ہے۔اس دن سے بھوکا ہوں۔

کندھے اچکا کر کہا اور ایک طرف پڑے بیگ کو اٹھا کر جویریہ کی طرف بڑھایا۔

چلو فریش ہو جاؤ۔اس میں تمھارا ڈریس ہے۔

دران اس کی طرف بیگ بڑھائے ہوئے تھا جس کو تھامنے کے بجائے وہ

صرف گھور رہی تھی۔

دران نے بیگ کو واپس بیڈ پر رکھا،کھولا اور بیگ میں سے تہہ شدہ کپڑے باہر نکالے۔یہ اسی کی نیلی فراک تھی۔مطلب وہ اس کے کپڑے بھی لے کر آیا تھا۔بیگ سے گہری نیلی فراک اور سرخ شال نکال کر جویریہ کی طرف بڑھائے وہ سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ان جھلمل ستاروں کی تنگ اور عجیب میکسی میں تو وہ واقعی ہی الجھن محسوس کر رہی تھی۔دران اسی طرح کپڑے اس کی طرف بڑھائے منتظر بیٹھا تھا جب اس نے ناک پھلا کر غصے سے کپڑے دران سے جھپٹے اور کمرے میں موجود ڈریسنگ روم کی طرف قدم بڑھا دیے جبکہ وہ اس کے اس انداز پر بے ساختہ اُمڈ آنے والی مسکراہٹ کو لبوں پر گہرا کئے اس کی پشت کو گھور رہا تھا۔

کپڑے تبدیل کرنے اور چہرے کو دھو کر میک اپ سے آزاد کرنے کے بعد جب وہ باہر آئی تو صوفے کے آگے لگے میز پر کھانا سج چکا تھا جس کی اشتہا انگیز خوشبو نے ایک سیکنڈ میں ہی اس کے ناک کے نتھنوں

سے سفر کرتے ہوئے بھوک سے پچکتی انتڑیوں کو پیغام ارسال کیا جس پر بھوک بڑھ گئی۔

نیلی فراک میں شال کو کندھوں کے گرد اچھی طرح لپیٹے کچھ دیر پہلے والے گہرے میک اپ کو دھو کر شفاف چہرہ نکالے وہ مجسم کھڑی تھی۔میک اپ اترتے ہی چہرے پر زخموں کے جا بجا سرخ نشان واضح ہونے لگے تھے۔

دران نے اس کی طرف دیکھا اور پھر بیڈ سے اٹھ کر کھانے کے میز کی طرف ایسے قدم بڑھائے جیسے اسی کا انتظار کر رہا تھا۔

جویریہ نے بے نیازی سے چہرے کو پھیرا اور دران کی مخالف سمت میں بیڈ کی طرف قدم بڑھا دیے وہ حیرت سے رکا ،پیچھے مڑ کر اس کی طرف دیکھا جو کھانے کی میز پر آنے کے بجائے بیڈ پر بیٹھ چکی تھی۔

دران کچھ سکینڈ اسی طرح اس کی طرف دیکھتا رہا اور پھر کھانے کی میز کی طرف چل دیا۔وہ غصے میں بھری بیٹھی چور نگاہوں سے بار بار اس کی طرف دیکھ رہی تھی جو کھانا شروع کر رہا تھا۔میز چائنز کھانوں سے

بھرا ہوا تھا۔

اف۔۔۔ظالم انسان۔

نفرت اور اکڑ سے کھانا چھوڑ کر یہاں تو آ کر بیٹھ گئی تھی لیکن اب احساس ہو رہا تھا کہ بھوک سے تو جان نکل رہی ہے اور دران کو احساس تک نہیں تھا اس کا۔

بے اختیار آنکھیں بھر آئیں۔آنسو اتنی تیزی سے گالوں پر بہنے لگے کہ وہ الجھ کر ہاتھ کی پشت سے ان کو بار بار رگڑرنے لگی۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سر جھکائے وہ اسی طرح بے دردی سے آنسو صاف کرنے میں مصروف تھی جب اچانک دران کی ردعمل پر سٹپٹا گئی۔وہ کب قریب آیا اور کب اس کے بازو کو تھام کر اسے بیڈ پر سے اٹھایا خبر نہ ہوئی۔

کیا ہے چھوڑیں مجھے۔

جھنجلا کر دران سے بازؤ چھڑوانے کی کوشش میں غصے سے چیخی جبکہ وہ ان سنی کرتا اسے زبردستی صوفے تک لے آیا۔

ڈھیٹ میں نہیں تم ہو۔بیٹھو یہاں۔

کندھوں سے تھام کر زبردستی کھانے کے میز کے آگے صوفے پر بٹھاتا وہ اس پورے عرصے میں پہلی مرتبہ اس سے اتنے رعب سے مخاطب ہوا۔

اب چپ چاپ کھانا شروع کرو نہیں تو کھانا کیسے کھلانا ہے ،یہ بھی اچھے سے آتا ہے مجھے۔

رعب سے کہتا وہ خود سامنے والے صوفے پر براجمان ہو چکا تھا۔دران کے تیور سے صاف ظاہر تھا کہ ابھی اگر اسی لمحے اس نے کھانا نہ شروع کیا تو واقعی وہ زبردستی کرے گا اور بھوک تو ویسے بھی شدید لگ رہی تھی۔غصہ ،نفرت اور نخرہ ایک طرف رکھے خاموشی سے پلیٹ کو اٹھایا اور نوڈلز کو پلیٹ میں ڈھیر کیا۔دران نے بھنویں اوپر چڑھائے ایک نگاہ اس پر ڈالی اور پھر کھانے میں مگن ہو گیا۔

اس کے کھانا کھانے کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے اس رات سے وہ بھی بھوکا تھا۔ وہ مختلف چیزیں اٹھا اٹھا کر اس کی اور

اپنی پلیٹ میں رکھ رہا تھا۔کھانے کے دوران بالکل خاموشی چھائی رہی۔وہ ابھی کھانا کھا ہی رہی تھی جب دران کھانا کھانے کے بعد نیپکن سے ہاتھ صاف کرتا اپنی جگہ سے اٹھا اور قدم بیڈ کی طرف بڑھا دیے۔

دو کپ چائے بھجوا دیں۔

دران کی آواز کانوں سے ٹکرائی۔چائے کا آڈر دینے کے بعد وہ پھر سے واپس اسی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا۔گہری خاموشی کا دورانیہ طویل ہو رہا تھا۔جویریہ نے سر جھکائے ہی ہاتھ اور منہ نیپکن سے صاف کئے اور بنا اس کی طرف دیکھے چہرہ اوپر اٹھایا۔

میں آئی۔ایس۔آئی کا خفیہ ایجنٹ ہوں

دران نے دھماکہ کیا تھا۔وہ جو نگاہیں پھیرے ابھی صوفے پر سے اٹھنے والی تھی چونک کر اس کی طرف دیکھا۔سنجیدگی کا پیکر بنا وہ شاید اس کے دیکھنے کا ہی منتظر تھا۔نگاہیں ملیں تو اس نے کلام کا سلسلہ جوڑا۔

اس وقت جو تم یہ سب دیکھ رہی ہو۔یہ سب ایک مشن کا حصہ

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہے۔ہم نے تمہیں اپنے مقصد کے لیے ایک مہرہ بنایا۔تمہیں بنا بتائے تمہیں ان لوگوں کے حوالے کیا۔

دران کے لہجے میں ندامت کی واضح جھلک تھی۔

تمہارے ساتھ جو بھی ہوا۔وہ سب کرنا میری اور ایجنسی کی مجبوری بن گیا تھا کیونکہ ان لوگوں تک پہنچنے کا صرف یہی ایک راستہ بچا تھا۔

دران نے آہستگی سے سر کو جھکایا اور پھر چہرہ اوپر اٹھایا۔

تم ایک بہادر اور مضبوط اعصاب کی لڑکی ہو،یہ ہم جان گئے تھے لیکن اگر تمہیں یہ سب پہلے بتاتے تو شاید تم کبھی بھی اس مشن کا حصہ بننے کے لیے تیار نہ ہوتی اور نہ ہی برھان کی تقریب میں جاتی۔

دران خاموش ہو گیا تھا۔وہ شاید اب اس کے جواب کا منتظر تھا۔

اچھا تو دران ملک یہ تھی وہ حقیقت تم واقعی خاص نہیں بہت خاص نکلے۔پرسرار نہیں بہت پرسرار نکلے۔بے حس نہیں بہت زیادہ بے حس نکلے۔ٹھیک ہے یہ سب ایک مشن تھا لیکن تمہیں کس نے حق دیا تھا

کہ تم اس مشن میں میرے جذبات کے ساتھ کھیلتے مجھ سے اپنی جھوٹی محبت کا اظہار کرتے۔جویریہ نے گہری سانس خارج کی اور اعتماد سے چہرے کو اوپر اٹھایا۔

اگر آپ نے مجھے یہ سب نہیں بتایا تھا تو مجھے اس بات کا کوئی گلا نہیں ہے کیونکہ مجھ پر کئے ہوئے احسان کے بدلے کے طور پر میں آپ کے کسی بھی مقصد میں آپ کا ساتھ دینے کے لیے ہمیشہ سے تیار تھی لیکن مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ آپ نے یہ سب کرنے کے لیے مجھے جھوٹی محبت کا جھانسا کیوں دیا۔

دران اس کے آخری جملے پر بھونچکا گیا۔فوراً اس کی بات کاٹی۔

وہ جھانسا نہیں تھا۔یہ سچ ہے میں تم سے محبت کرتا ہوں۔

جھوٹ بالکل جھوٹ۔مت گرائیں میری نظروں سے خود کو اتنا۔آپ کو اندازہ بھی ہے کہ آپ نے میری بے پناہ محبت کو نفرت میں بدل دیا ہے۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ نفرت سے ناک بھینچے بھرائی آواز میں کہتی اس کی سچی محبت کو جھوٹا قرار دے کر اپنی محبت کو بھی نفرت میں بدلنے کا بتا رہی تھی۔اس سے پہلے کہ دران کچھ اور کہتا وہ ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھی اور تیز تیز قدم اٹھاتی ایک سکینڈ سے بھی پہلے بیڈ تک پہنچی۔کمفرٹر غصے سے کھینچا اور سر تک تان کر لیٹ گئی۔دران نے ایک آبرو چڑھائے بغور اس کی طرف دیکھا۔تم نفرت نہیں کر سکتی مجھ سے۔تمھارے ذہن کو نہیں پڑھ سکتا لیکن اب تمھارے دل کی دھڑکنوں کو سن سکتا ہوں۔گہری نظروں سے کمفرٹر میں لپٹے وجود کو دیکھا۔

دروازے پر ہونے والی دستک پر وہ خیالوں سے باہر آیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر جلدی سے ایک طرف کاؤچ پر پڑے ماسک کو اٹھا کر چہرے پر چڑھایا۔لمبے لمبے ڈگ بھرتا جب وہ دروازے پر پہنچا ماسک پوری طرح اس کے چہرے پر سیٹ ہو چکا تھا۔

دروازے پر چائے آ چکی تھی۔ہوٹل کی وردی میں ملبوس لڑکا چائے کے لوازمات سے بھری چائے لئے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔دران دروازہ

کھول کر ایک طرف ہوا۔

وردی میں ملبوس لڑکا چائے کی ٹرالی کو گھسیٹتے ہوئے آگے آیا۔دران نے اچٹتی نگاہ باہر دروازے کے دائیں بائیں کھڑے شیون کے گارڈز پر ڈالی وہ چوکنے دروازے کے باہر پہرہ دے رہے تھے۔

چائے رکھنے کے بعد لڑکا کمرے سے واپس گیا تو دران نے ماسک اتارا۔بیڈ پر ایک طرف پڑے بیگ میں سے فرسٹ ایڈ باکس کو نکالا اور چائے کی ٹرالی پر رکھا،ٹرالی کو نرماہٹ سے گھسیٹتا ہوا بیڈ تک لایا۔

کمفرٹر میں سمٹ کر لیٹی وہ دران کے قدموں کی چاپ کو بیڈ کے قریب اپنے سر پر محسوس کر سکتی تھی۔وہ ابھی چائے کی خوشبو کو سونگھ کر ہی بے تاب ہو رہی تھی جب دران کے پاس بیٹھنے کا احساس ہوا۔

اٹھو پین کلر لے کر چائے پی لو۔

ضرورت نہیں مجھے۔

غصے میں فوراً انکار کیا۔

ٹھیک ہے چائے مت پیو لیکن میڈیسن ضروری ہے۔ضد مت کرو۔

مجھے پتا ہے میرے لیے کیا ضروری ہے۔پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔

کمفرٹر کے اندر ہی چہرہ دئے غصے میں جواب دیا مگر اب کی بار دران نے جواب دینے کے بجائے کھینچ کر اس پر سے کمفرٹر اتارا۔جویریہ نے خونخوار نظروں سے اس کی طرف دیکھا جو کمفرٹر کھینچنے کے بعد آرام سے اب فرسٹ ایڈ باکس سے کوئی کریم اٹھا رہا تھا۔ کریم اٹھا کر اس کی طرف پلٹا اور اس کے گھورنے سے بے نیازی برتے اس کی کلائی کو تھام لیا۔

اتنے گھنٹے ہاتھ پشت پر بندھے رہنے کی وجہ سے اس کی دونوں کلائیوں پر گہرے زخم تھے۔دران نے باری باری اس کی دونوں کلائیوں کے سرخ نشانوں کو کرب سے دیکھا اور پھر بے اختیار ہی ہاتھ میں تھامی دائیں کلائی پر اپنے لب رکھ دیے۔

وہ جو تب سے تیوری چڑھائے غصے سے گھور رہی تھی دران کی اس جسارت پر سانس اٹک گیا۔دران نے زخم پر سے لب ہٹائے اور کلائی

کے زخم کو اپنی بند آنکھوں سے لگا لیا۔وہ ساکن سانس کے ساتھ کسی مجسم کی طرح لیٹی تھی۔جسم کا سارا خون جیسے چہرے پر جما ہونے لگا تھا۔

دران نے اس کی طرف دیکھے بنا کلائی کو آنکھوں پر سے ہٹایا اور ہاتھ میں پکڑی ٹیوب میں سے کریم نکال کر اپنی انگلی کی پور پر رکھی۔سر کو جھکائے کریم کو باری باری اس کی دونوں کلائیوں کے زخم پر لگایا۔

کلائی پر کریم لگانے کے بعد جیسے ہی نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی جویریہ نے پوری کھلی آنکھیں جھٹ سے بند کئیں۔پلکیں گلال ہوتے گالوں پر لرز رہی تھیں۔

دران اس کی پیشانی پر بنے زخم کو چھو رہا تھا۔انگوٹھے کی پور سے اس کی پیشانی پر بنے ابھار کو چھوا۔

وہ سمٹ گئی پلکوں کی کپکپاہٹ تیز ہوئی۔دل اتنی رفتار سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی پسلیاں توڑے باہر نکل آئے گا۔ پلکیں اتنی وزنی ہو رہی تھیں جیسے کسی نے ان پر پتھر رکھ دیے ہوں۔کہاں تھی وہ نفرت کہاں تھا وہ

غصہ وہ تو ہل بھی نہیں پا رہی تھی۔

وہ اب کریم کو اس کی پیشانی کے ابھار پر لگا رہا تھا۔کریم کو پیشانی کے زخم پر لگانے کے بعد جیسے ہی نگاہیں اس کے لبوں کے زخم پر آئیں دل کسی نے مٹھی میں بھینچ لیا۔

جبڑے ضبط سے بھینچے وہ کرب ناک نگاہیں اس کے لبوں کے کٹے کناروں پر گاڑے ہوئے تھا۔وہ کتنی تکلیف میں رہی ہو گی۔اس کے منھ پر اتنے گھنٹوں تک کپڑا بندھے رہنے کی وجہ سے زخم بن گئے تھے۔دران نے انگلی کی پور پر لگی کریم کو آہستگی سے دونوں اطراف کے زخموں پر لگایا۔

جویریہ کے سسکنے اور بندھی پٹی میں چیخنے کی آوازیں کان کے پردوں سے ٹکرانے لگیں۔برداشت جواب دے گئی۔وہ ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ٹیرس پر نکل گیا۔وہ جو بے حس و حرکت تھی۔دران کے اٹھنے پر سانس بحال ہوئی۔کپکپاتی جھکی پلکیں آہستگی سے اوپر اٹھیں۔آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔آنسوؤں کی موٹی تہہ سفید سے

سرخ ہوتی پتلیوں پر چمک رہی تھی۔دران کا لمس ابھی تک کلائی پر موجود تھا۔آہستگی سے گردن پھیر کر ٹیرس کی طرف دیکھا ٹیرس کا سلائیڈ دروازہ کھلا تھا اور سامنے ریلنگ کو تھامے وہ سر کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوا تھا۔

کیا وہ واقعی اس سے محبت کرتا ہے۔آنسو آنکھ کے کناروں سے لڑھک کر اب کان کی طرف سفر کر رہے تھے۔

برباد ہوئے ،مسمار ہوئے ،اک اک سے عداوت کر بیٹھے

پھر اُس پہ غضب یہ ٹوٹ پڑا ،ہم تم سے محبت کر بیٹھے

اُلجھن سی رہی،لالچ سی اُٹھی،شب وصل کی ہمت کر بیٹھے

کچھ چھیڑ لِیا اُس گل نے ہمیں،کچھ ہم بھی شرارت کر بیٹھے

بے حال کیا ،بے جان کیا ،ہر لحظہ قیامت کر بیٹھے

ایسے تو عدو نفرت نہ کریں،تم جیسے محبّت کر بیٹھے

جب بڑھنے لگے دوزخ کی طرف ،ہر گام پہ آفت کر بیٹھے

یزداں بھی رکھے گا یاد سدا ،رند ایسی شکایت کر بیٹھے

جو لوگ تھے اپنے یار کبھی،وہ لوگ عداوت کر بیٹھے

اب دنیا کی ہم سے بات نہ کر،ہم دنیا پہ لعنت کر بیٹھے

یوں ضد نہ کرو ،بے دل نہ بنو ،عاشق کی بھی کچھ عزت رکھو

اب آ کے لگا دو آگ کہ ہم ،تیّار تو میّت کر بیٹھے

اک عرضِ کرم نے مار دیا،پھر حسرتِ دل اللہ اللہ

NEW ERA MAGAZINE .com

جو بات زباں سے کہہ نہ سکے،نظروں سے عنایت کر بیٹھے

اسی پل میں قید کب دس سے پندرہ منٹ گزرے پتا نہ چلا۔دران واپس پلٹا تو اس نے بھی فوراً نظروں کا زاویہ بدل دیا۔وہ واپس آیا تو اس سے نگاہیں چرا رہا تھا۔

اٹھو میڈیسن لو اور چائے پی لو۔

دران کی بدلی ہوئی بھاری آواز پر اس نے چونک کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔کیا وہ ٹیرس پر رو رہا تھا۔کیا وہ اس کے زخموں کو دیکھ کر

رو رہا تھا؟دران نے ہنوز نگاہیں جھکائے میڈسن کو اس کی طرف بڑھایا۔

وہ الجھ گئی۔دل ڈگمگانے لگا۔کبھی یقین کی دہلیز پر قدم رکھتا اور کبھی پیچھے کھینچ لیتا۔جویریہ نے خاموشی سے ہاتھوں کے بل جسم کو اوپر اٹھایا اور تکیے کے سہارے بیٹھ کر اس کی ہتھیلی سے میڈیسن اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔دران کے ہاتھ سے پانی کا گلاس پکڑا اور خاموشی سے لبوں سے لگایا۔

دران اب چائے کو کپ میں انڈیل رہا تھا۔جیسے ہی اس نے گلاس کو منہ سے ہٹایا وہ چائے کا کپ اس کی طرف بڑھائے ہوا تھا جس کی اسے بہت طلب تھی۔

دران کے ہاتھ سے چائے کا کپ تھام کر نگاہیں جھکائے گھونٹ بھرا۔وہ اب اپنی چائے کپ میں ڈال رہا تھا۔

تم سے کچھ کہنا ہے۔پلیز غصہ کرنے کے بجائے میری بات کو ٹھنڈے دماغ سے سوچنا اور پھر اپنا فیصلہ سنانا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دران کی بات پر اس نے جھکی نگاہیں اوپر اٹھائیں اور دران کی طرف حیرت سے دیکھا۔کچھ دیر پہلے والا غصہ ختم تھا اب الجھن چہرے پر رقم تھی۔

باہر شیون کے جو دو آدمی کھڑے ہیں،وہ تمھاری نگرانی کے لیے کھڑے ہیں۔تم چاہو تو ابھی میں ان دونوں کا کام تمام کر دوں اور تمہیں باحفاظت یہاں سے پاکستان پہنچا دوں۔

وہ چند سکینڈ کی توقف کے لئے خاموش ہوا۔جویریہ ہم تن گوش تھی۔

لیکن اگر اس طرح تمہیں میں یہاں سے نکال بھی دیتا ہوں تو ایک تو ہمارا شیون تک پہنچنے کا راستہ بالکل بند ہو جائے گا اور دوسرا تمھارے سر پر شیون نام کی تلوار ساری عمر لٹکتی رہے گی جو مجھے ہر گز گوارا نہیں ہے۔میں چاہتا ہوں تم عام لڑکیوں کی طرف بنا کسی خوف کے زندگی بسر کرو۔

دوسرا راستہ کونسا ہے؟

حیرت میں ڈوبی زکام زدہ آواز تھی وہ نا سمجھی سے دران کی طرف دیکھتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔

دوسرا راستہ یہ کہ ان دونوں آدمیوں کو ختم کرنے کے بعد میں اور میرا ساتھی زک ان کی جگہ ان کا لباس پہن کر اور ان کے انٹری کارڈ لے کر تمہیں وہاں واپس لے کر جائیں۔آج دوپہر کو تم نے جتنی بھی انفارمشن دی وہ سب ابھی ناکافی ہے اور ہم اس آپریشن کو اب مکمل طور پر جڑ سے ختم کرنا چاہتے ہیں۔جس کے لیے ہمیں انہی کے آدمی بن کر وہاں گھسنا ہے۔ہمیں ان کے تہہ خانے میں پھنسی تمام لڑکیوں کو آزاد کروانا ہے اور مجھے شیون کو جان سے مارنا ہے۔

آخری بات پر دران کی کنپٹی کی رگیں تن گئیں وہ جبڑے بھینچے ضبط سے بول رہا تھا۔جویریہ کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہوا۔

پریشان نہ ہو لیکن اگر تم یہ سب نہیں چاہتی تو میں تمہیں واپس بھیج دیتا ہوں اور کسی دوسرے طریقے سے ان تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔اب کی بار میں یہ سب ایجنسی کے خلاف ہو کر کروں گا۔میں نہیں

چاہتا تم۔۔

میں جاؤں گی ساتھ۔

جویریہ کے برجستہ جواب پر دران نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔اس کے چہرے پر کوئی خوف نہیں تھا۔وہ سپاٹ مگر پر عزم چہرے کے ساتھ بیٹھی تھی۔

میں نہیں جانتی آپ وہاں سے کونسی انفارمیشن کولیکٹ کر رہے ہیں اور آپکا مشن کیا ہے لیکن مجھے اس تہہ خانے میں قید لڑکیوں کو آزادی دینی ہے اس کے لیے چاہے میری جان چلی جائے۔

پرعزم لہجہ تھا۔دران چند سکینڈ اسے دیکھتا ہی رہ گیا پھر لب بھینچے سر کو اثبات میں ہلایا۔خوف اپنی جگہ تھا لیکن جب دران نے کہا کہ وہ شیون کو مارنا چاہتا ہے تو اس کی آنکھوں میں اپنے لیے عزت کا جو درجہ اس نے دیکھا وہ اس کی بے پناہ محبت کو مات دے گیا۔

خود غرض وہ نہیں تھا وہ خود تھی۔کیسے بھول گئی تھی کہ اس نے کیا

کچھ نہیں کیا تھا اس کے لیے۔دران کی باتوں اور اس کے مقصد کی پاکیزگی نے اچانک ایک عجیب سے جذبے سے ہمکنار کیا۔اسے شیون کے تہہ خانے میں کھڑے ہو کر اپنے کہے ہوئے الفاظ یاد آ گئے۔وہ ایک دم پرسکون ہو گئی تھی۔

تمہیں اب سونا چاہیے کیونکہ صبح ہوتے ہی ہمیں اپنی تیاری مکمل کر کے نکلنا ہو گا۔

دران نے کمفرٹر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو وہ چونک کر آہستگی سے سر اثبات میں ہلا گئی اور دران کے ہاتھ سے کمفرٹر لے کر لیٹ گئی۔

وہ کچھ دیر پر سوچ نگاہیں چائے کے کپ پر گاڑے بیٹھا رہا اور پھر ایک جھٹکے سے وہاں سے اٹھ کر کاؤچ پر رکھے لیپ ٹاپ کی طرف بڑھ گیا۔

بیورلی ہلز میں صبح کے دس بجے سورج کی ٹھنڈی مگر روشن کرنیں چار سو پھیل چکی تھیں۔فلم نگری سے جڑے لوگوں کا یہ نگر معمول کی چہل

پہل کا شکار ہو چکا تھا۔

تارکول میں لپٹی سیاہ شفاف سڑک اور اس دوڑتی بھاگتی گاڑیوں میں سے ایک ٹیکسی بھی متوازن رفتار میں سڑک پر چلتے ہوئے سست ہوئی اور پھر ایک بلند سفید اور سلیٹی رنگ عمارت کے سامنے رکی۔این لا سینیگا بلوڈ اپٹ ،آسمان سے بات کرتی خوبصورت عمارت۔یہ بیورلی ہلز کی مشہور قیمتی رہائشی کمپارٹمنٹ اور فلیٹس کی عمارت تھی جہاں ہالی وڈ میں کام کرنے والے بہت سے چھوٹے اداکار اور اس پیشے سے وابسطہ دوسرے لوگوں کی رہائش تھی۔

ٹیکسی کا دروازہ کھلا اور اس میں سے نکلنے والی لڑکی جیسیکا تھی۔ہلکا سبز پیروں کو چھوتا بند گرم کوٹ ،سرخ اونچی ہیل کے بند جوتے،دیدہ زیب میک اپ سے لیس چہرہ،سنہری کھلے گردن کو چھوتے ملائم بال،وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔وہ ٹیکسی سے اتری اور چہرہ اٹھائے اپنی چھوٹی آنکھوں کو مزید سکوڑ کر عمارت کا جائزہ لیا۔لبوں پر مبہم سی مسکراہٹ ابھری اور پھر سمٹ گئی۔ چند سکینڈ یونہی عمارت کو دیکھتے رہنے کے بعد

اس نے خراماں خراماں قدم عمارت کی جانب بڑھائے۔

پچھلے تین دن سے انل اس کا فون نہیں اٹھا رہا تھا اور نہ ہی اس کے کسی بھی پیغام کا جواب دے رہا تھا۔وہ جانتی تھی کہ وہ اپنے راز کے یوں فاش ہو جانے پر گھبرا گیا ہے اور اس کے ردعمل کے ڈر سے اب اس کا فون نہیں اٹھا رہا ہے۔انل کا پتہ معلوم کرنا اب اس کی کافی معلومات کے بعد کوئی مشکل کام نہیں تھا۔تھوڑی سی جدوجہد کے بعد دو دنوں میں ہی وہ اس کا رہائشی فلیٹ تلاش کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔

وہ اب عمارت کی لفٹ میں کھڑی تھی۔لفٹ کے بند ہوتے ہی اس نے سرعت سے اوپری کوٹ اتارا،بیگ میں سے موبائل نکال کر جلدی سے اپنے چہرے کو دیکھا۔بالوں کو درست کیا۔کوٹ کے نیچے وہ ڈھیلی سی سفید ٹی شرٹ کے نیچے جینز پہنے ہوئی تھی۔

لفٹ تیسری منزل پر رکی۔یہاں لمبی راہداری میں دائیں بائیں تھوڑے تھوڑے فاصلے میں خوبصورت کمپارٹمنٹ تھے۔اردگرد دیکھتی ،وہ مطلوبہ

کمپارٹمنٹ کے سامنے رکی اور پھر لجاجت کی لالی چہرے پر سجائے گھنٹی پر ہاتھ رکھ دیا۔یہ انل کا کمپارٹمنٹ تھا۔

اتنا مہنگا کمپارٹمنٹ۔آخر کو وہ اتنے بڑے فلم سٹار کا پی اے تھا۔یہ کمپارٹمنٹ اور بیورلی ہلز میں رہائش وہ سب افورڈ کر سکتا تھا۔وہ اس کے بارے میں بچی کچھی معلومات بھی اکٹھی کر چکی تھی۔

وہ لبوں کو آپس میں ملاتی اور کبھی مبہم سی مسکراتی منتظر نگاہیں دروازے پر جمائے ہوئی تھی۔انل کی امارات نے اس کو متاثر ضرور کیا تھا لیکن یہ بات سچ تھی کہ اس کی خفیہ محبت نے اس کا دل جیت لیا تھا۔

کلک کی آواز کے ساتھ،دروازہ کھلا،بکھرے بال اور ادھ کھلی نیند سے بوجھل ہوتی آنکھوں سمیت انل سامنے کھڑا تھا۔وہ غالباً سویا ہوا تھا اس لیے ابھی بھی سیاہ رنگ کے نائٹ گاؤن میں ملبوس تھا۔دروازہ کھول کر جیسے ہی اس کی نگاہ سامنے پڑی۔ساری سستی بھک سے اڑ گئ منھ اور آنکھیں ایک ساتھ وا ہوئیں۔

تم !

تم کیا سمجھتے ہو کھوج نکالنا صرف تمھارا ہی کام ٹھہرا؟

وہ شوخ لہجے میں کہتی اترائی۔انل کی حیرت اب پریشانی میں بدل رہی تھی وہ اس کی حالت سے محظوظ ہوتی ہوئی مسکراہٹ دبا گئی۔سانولی رنگت پر سیاہ گھنے بالوں والا وہ ایک پرکشش مرد تھا۔شوخ،چنچل،زندہ دل،وہ بالکل اس کے مزاج کے مطابق شخصیت کا مالک تھا۔

اندر آنے کے لیے نہیں کہو گے؟

آؤ۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ گڑبڑا کر راستے سے ہٹا۔چہرے پر ہوائیاں تھیں۔اب وہ پتا نہیں کیا کچھ پوچھے گی اور وہ کیا جواب دے گا؟دران کی کوئی خبر نہیں تھی۔جویریہ کی پریشانی اور اب یہ۔۔۔جیسیکا کو یوں سامنے دیکھ کر وہ حواس باختہ ہو گیا تھا۔

شکریہ۔

محبت سے کہتی وہ بڑے حق سے قدم کمپارٹمنٹ کے داخلی دروازے

کے اندر رکھے۔گہرے بھورے رنگ کا لکڑی کا فرش،کشادہ اور قیمیتی فرنیچر سے لیس لاؤنج ،اوپن کچن اور ہر سجاوٹی چیز کی خوبصورتی انل کے بہترین اور شائستہ ذوق کی عکاس تھی۔

بہت اچھا ہے گھر۔متاثر ہوئی میں۔

وہ ستائشی نگاہوں کو گھماتی ہوئی چہک کر اس کی طرف مڑی جو اس کے انداز کو دیکھ کر الجھا ہوا تھا۔اس کی سوچ کے مطابق تو اب تک جیسیکا کو غصے میں اس کے سر میں کچھ مار دینا چاہیے تھا لیکن یہ کیا وہ تو کچھ مختلف ردعمل ظاہر کر رہی تھی۔جیسیکا اس کے فلیٹ کی تعریف کرنے کے بعد اب سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

شکریہ۔بیٹھو۔

انل نے خجل ہوتے ہوئے بکھرے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور اس کو بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہوا خود بھی تذبذب حالت میں سامنے کے صوفے پر براجمان ہوا۔

وقت سرک رہا تھا اور وہ صوفے پر خاموش بیٹھی تھی۔ انل اس کے بالکل سامنے پریشان بیٹھا اس کے بولنے کا منتظر تھا۔چند لمحوں کی چھائی گہری خاموشی کو جیسیکا ہی نے توڑا۔

میں یہ ہرگز نہیں پوچھوں گی کہ تم میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہے ہو اور میرے پیغام کا جواب کیوں نہیں دے رہو ہو؟کیونکہ میں سمجھ سکتی ہوں،تم پر کیا گزر رہی ہو گی۔

وہ شرماتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر لفظوں کی ادائیگی کرتی اسے مزید پریشان کر گئی۔سمجھ سے سب باہر تھا۔دراں کی مرضی کے خلاف ایک لفظ بھی جیسیکا کو نہیں بتا سکتا تھا۔تھوک نگل کر بے تکان لفظوں سے تمہید باندھی۔

جسیی میں تمہیں بس بتانے والا تھا۔۔۔

کچھ مت بولو۔تم نے بولنے کے لیے کچھ چھوڑا ہی نہیں۔مطلب میں حیران ہوں کہ کوئی کسی سے اتنا پیار کیسے کر سکتا ہے؟مطلب کوئی میرے ساتھ اتنا پیار کیسے کر سکتا ہے۔

وہ گرم جوشی سے کہتی گلال ہوئی۔انل نے منہ کھولے ہونقوں کی طرح اس کی طرف دیکھا۔

پیار؟

دماغ میں اس لفظ کے دھماکے ہوئے۔اوہ خیر وہ کیا سمجھ کر بیٹھ گئی تھی۔یہاں تو سارا معاملہ ہی الٹ گیا تھا۔

میں اتنی خوش قسمت ہوں گی مجھے اس بات کا یقین نہیں ہو رہا ہے۔اس دن سے پاؤں زمین پر نہیں اتر رہے۔میں تمھارے منہ سے سننا چاہتی ہوں سب۔تم نے مجھے کہاں دیکھا؟کب مجھ سے اتنی محبت ہوئی؟سب جاننا ہے مجھے۔

وہ ایک ہی سانس میں اتنا کچھ بول گئی۔انل نے سٹپٹا کر ہاتھ ہوا میں کھڑا کیا۔

ایک منٹ۔

ربورٹ کی مانند ایک جھٹکے میں صوفے پر سے اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا

کمرے کی طرف بڑھ گیا۔کمرے میں داخل ہوتے ہی،فون کی طرف لپکا اور بیڈ سائیڈ میز پر سے فون اٹھا کر عجلت میں دران کا نمبر ملایا۔نمبر ہنوز بند تھا۔

اس نے پریشانی میں بالوں کو مٹھی میں جکڑا۔اب اس کو کیا کہوں سمجھ سے باہر ہے۔وہ نچلے لب کو بے چینی سے کچل رہا تھا جب دروازے پر دستک ہوئی۔

جیسیکا اسے پکار رہی تھی۔موبائل کو ہاتھ میں پکڑے عجلت میں آگے بڑھا جیسے ہی دروازہ کھولا اس سے ٹکراتے ہوئے بچا وہ شاید کمرے میں داخل ہونے والی تھی۔اس کی یہ ساری جرأت اس کی غلط فہمی کی وجہ سے تھی۔وہ انل کو اپنا کوئی خفیہ چاہنے والا سمجھ بیٹھی تھی۔

کیا ہوا انل؟میں تم سے ناراض تو نہیں ہوں۔تم اتنا کیوں گھبرائے ہوئے ہو۔میں کچھ نہیں کہوں گی تمہیں۔

بھنویں اکٹھی کئے وہ انل سے اس کی گھبراہٹ کی وجہ دریافت کر رہی تھی۔

میں وہ۔دراصل میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

جھٹ سے جھوٹ کا سہارا لیا اور صورت پر معصومیت طاری کرتے ہوئے ماتھے پر آئے پسینے کو صاف کیا۔

جیسیکا سے نگاہیں چرا کر،قدم پھر سے لاؤنج کی طرف بڑھا دیے۔جھوٹ بولنے سے اسے نفرت تھی لیکن دران کی خاطر آج وہ یہ بھی کر گزرا تھا۔

اوہ۔کیا ہوا تمہاری طبیعت کو؟تم نے بتایا کیوں نہیں مجھے؟تمہیں تو بہت پسینہ بھی آ رہا ہے۔

وہ ایکدم پریشانی سے آگے بڑھی اور ایک ہی جست میں انل کے صوفے کے قریب آ گئی جہاں وہ بیٹھ رہا تھا۔وہ پریشان سی صورت لیے انل کے بہت قریب بیٹھ گئی۔

وہ میں۔۔۔

انل اس کے یوں پاس آ کر بیٹھنے پر اور بھونچکا گیا۔سمجھ میں ہی نہیں آ

رہا تھا اس کے اس طرح کے عمل پر کیا ردعمل ظاہر کرے۔

انل تمہیں ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے۔

ڈاکٹر۔۔۔ہاں گیا۔۔۔گیا تھا میں۔رات کو میڈیسن بھی لی ہے۔

ایک ہی سانس میں تین جملوں کا اگلا جھوٹ بولا۔

اچھا تو پھر میں تمہارے لیے کچھ بنا دیتی ہوں۔ناشتہ بنا دیتی ہوں۔

نہ۔۔۔نہیں۔وہ میں کر چکا ہوں۔

پھر سے جھوٹ۔ایک جھوٹ کو چھپانے کو بہت سے جھوٹ اس کی جان پر بن گئی۔

چلو پھر میں سوپ بنا دیتی ہوں۔میں سوپ بہت اچھا بناتی ہوں۔تم پیو گے تمہیں آرام ملے گا۔

وہ چہک کر گویا ہوئی اور جھٹ سے اپنی جگہ سے اٹھی اور بازو میں پہنے سپرنگ بریسلٹ سے ہی کھلے بالوں کو پونی میں قید کر لیا۔وہ گڑبڑا کر اس کے پیچھے ہی صوفے پر سے اٹھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ بول کر منع کرتا جیسیکا بے تکلفی سے کچن کی طرف بڑھ گئی۔کچن میں ایک طرف کھڑے فریج کو کھولا اور مطلوبہ چیزوں کے لیے نگاہیں گھمانے لگی۔چیزوں کی موجودگی پر مطمئن ہو کر جیسے ہی واپس پلٹی بمشکل انل سے ٹکراتے ہوئی بچی جو ماتھے پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔

تم بیٹھو۔میں خود تلاش کر لوں گی سب۔بیٹھو جا کر آرام کرو۔

لاڈ سے کہتی ہوئی وہ مسکائی۔انل نے گہری سانس خارج کی اور لاؤنج کی طرف پلٹا۔وہ مسکراتی ہوئی تیزی سے سوپ کی تیاری میں مگن ہو گئی۔لاؤنج میں بیٹھ کر بھی وہ بار بار جیسیکا کی طرف دیکھ رہا تھا جو بہت بڑی غلط فہمی کا شکار اس کے لیے کھانا تیار کر رہی تھی۔پیار اور وہ۔اس لفظ کو فراموش کئے تو کتنے سال بیت گئے تھے۔جیسیکا کے ساتھ وہ جو بھی فلرٹ کرتا رہا تھا،وہ سب دران کے کہنے پر تھا۔تب وہ سب ایک کھیل کی طرح بنا کچھ محسوس کئے کرتا گیا لیکن آج جیسیکا کا یوں شرمانا اور خیال کرنا بے شک یہ سب پریشان کن تھا لیکن برا نہیں لگ رہا

تھا۔

اس نے صوفے سے پشت ٹکائی اور گہری سانس خارج کرتے ہوئے جیب میں سے موبائل نکالا ،دران کا نمبر ڈائل کیا اور کان سے لگاتے ہی منہ بسور کر واپس صوفے پر پٹخ دیا۔

دران نے اسے اتنا بے وقعت کیوں کر دیا تھا۔جویریہ کو تلاش کرنے میں وہ ہر وقت اس کے ساتھ رہنا چاہتا تھا۔بے چینی سے چھت کو گھورتے ہوئے وہ ایک بار پھر سے الجھ گیا۔ہوش تب آیا جب مسکراتی جیسیکا ٹرالی سجائے اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

ٹرالی پر بھاپ اڑاتا سوپ اور جیسیکا کی اپنایت بھری مسکان،پل بھر میں ہی وہ اس کی محبت کا جواب محبت میں دینے کا فیصلہ کر گیا۔اب جب تک دران کی واپسی نہیں ہوتی اسے اسی رویے کے ساتھ کام چلانا تھا۔

وہ گہری نیند سے جاگی تو کسلمندی سے بوجھل ہوتی آنکھیں کھولیں۔نرم تکیے میں اس کا سر تقریباً دھنسا ہوا تھا۔دوا کا اثر اور تھکن سے چور جسم

کو کمفرٹر اوڑھنے کے بعد کب نیند آئی پتا نہیں چلا۔

اس کمرے میں دران کی موجودگی کا احساس ایک سایہ دار درخت سے کم نہیں تھا۔لاکھ وہ اس پر برہم،لاکھ نالاں تھی لیکن وہ اس کا سب کچھ تھا۔اس کا سب سے قریبی رشتہ۔دران کی محبت پر چاہے ابھی دل کو مکمل یقین آنے میں وقت درکار تھا لیکن اس کی اپنائیت اور مخلص ہونے پر کوئی شک نہیں تھا۔

اتنے گھنٹوں کی جاگی وہ یوں بے خبر سوئی اور اب جا کر آنکھ کھلی۔چند سکینڈز یہ یاد کرنے میں لگے کہ وہ کہاں ہے۔اس نے کمفرٹر کو چہرے پر سے ہٹایا اور گردن کو اوپر اٹھا کر کمرے کا جائزہ لیا۔کمرہ بہت بڑا تھا اور دو حصوں میں بٹا ہوا تھا۔

اسکے والے حصے میں جہاں جہازی سائز بیڈ لگا تھا،اس وقت مکمل تاریکی تھی جبکہ دران جہاں صوفے پر بیٹھا تھا وہاں لیمپ اور لیپ ٹاپ کی روشنی تھی۔

لیپ ٹاپ میز پر کھلا تھا اور وہ خود صوفے پر سمٹ کر سو رہا تھا۔یہاں

امریکہ جیسی سردی تو نہیں تھی ہاں البتہ رات کے اس پہر خنکی بہت حد تک بڑھ چکی تھی۔وہ بنا کسی کمفرٹر اور کمبل کے سمٹ کر سو رہا تھا۔ضرور اسے سردی لگ رہی ہو گی۔ اسی فکر کے زیر اثر سب کچھ بھلائے وہ آہستگی سے کمفرٹر کو خود پر سے اتارتی اپنی جگہ سے اٹھی۔

شال کو کندھوں کے گرد لپیٹا اور ننگے پاؤں ٹھنڈے فرش پر چلتی وہاں تک آئی جہاں وہ بے خبر سو رہا تھا۔وہ اپنے مخصوص انداز میں کشن کو دونوں بانہوں میں بھینچ کر سینے سے لگائے ،معصومیت کی انتہاؤں کا چھوتا ہوا گہری نیند میں تھا۔اتنے بڑے کمرے میں ہیٹر خنکی کو مات دینے میں ناکام تھا۔

نچلے لب کو دانتوں میں دبائے وہ الجھی کھڑی تھی۔کیا اسے اٹھانا چاہیے کہ اٹھے اور جا کر بیڈ پر سو جائے یا پھر کمفرٹر لا کر اسے اوڑھا دوں۔اس نے اسی سوچ کی کشمکش میں قدم آگے بڑھائے تو تھم گئی۔لیپ ٹاپ پر روشن سکرین پر جگمگاتی تصویر اس کی تمام طر توجہ اپنی طرف مبذول کر چکی تھی۔

یہ اس کی اور دران کی ریسپشن کی تصویر تھی۔دران نے اس کی کمر کے گرد بازو حائل کر رکھا تھا۔بلاشبہ تصویر میں وہ بہت مختلف اور حسین لگ رہی تھی لیکن اس کے ساتھ کھڑے دران کی شخصیت کے آگے وہ کچھ نہیں تھی۔جھوٹی مسکراہٹ سجائے ہوئے بھی وہ دنیا کا حسین ترین مرد لگ رہا تھا۔ وہ یونہی یک ٹک تصویر پر نگاہیں جمائے کھڑی تھی جب دران کی اچانک آنے والی آواز پر چونک کر نگاہیں گھمائیں۔

کیا ہوا اتنی سردی میں یہاں کیوں کھڑی ہو اسے؟

وہ نیند سے بوجھل آنکھوں کو بمشکل کھولے،پیشانی پر بل ڈالتا اس سے سوال کر رہا تھا۔شاید سردی کے باعث ہی اس کی آنکھ کھلی تھی اور جویریہ کو یوں کھڑا دیکھ کر حیرت سے اٹھ بیٹھا۔

بیڈ پر چلے جائیں۔

جویریہ کی جھجکتی آواز ابھری۔وہ پاس پڑی ہڈ کو اٹھا کر پہن رہا تھا اس کی بات پر بازو آستین میں ہی تھم گئے۔چہرہ اوپر اٹھائے وارفتگی سے دیکھا۔اس کی ناراضگی میں بھی خالص بیویوں والی فکر پر پیار آ گیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

فقرے میں تھوڑا ردو بدل ہو سکتا ہے کیا؟

جویریہ نے نا سمجھی سے دیکھا۔وہ مسکراہٹ کو دباتا چمکتی آنکھوں میں شرارت سموئے دیکھ رہا تھا۔

بیڈ پر چلے جائیں کے بجائے یہ جملہ بیڈ پر آ جائیں بھی تو ہو سکتا ہے؟

دران کے شریر سے جملے کے پیچھے چھپے معنی پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی جھینپ گئی۔بمشکل دل کی بے ترتیب دھڑکنوں کو سنبھالا۔یہ دران ہی تھا؟ذہن نے دل کو جھنجوڑ کر حیرت سے سوال کیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مجھے نماز ادا کرنی ہے۔

سٹپٹا کر نگاہیں چرائیں اور بات ہی بدل دی۔دران خفیف سا قہقہ لگاتا اپنی جگہ سے اٹھا تو بالکل اس کے مقابل کھڑا تھا۔

یہاں جائے نماز تو نہیں ہو گا؟

جائے نماز کی جگہ کوئی دھلی چادر بھی ہو سکتی ہے؟

فوراً حل پیش کیا۔رات کے تین بج رہے تھے۔اچانک خیال آیا آنکھ کھلنے

کا سبب کیا تھا۔اسے تہجد ادا کرنی تھی۔

ام۔م۔مم چادر۔ر۔ر۔

دران نے اپنی کمر کے دونوں اطراف میں ہاتھ دھر کر نگاہوں کو متلاشی اِرد گرد گھمایا۔ڈریسنگ پر نگاہ جا کر تھم گئی۔

ڈریسنگ روم کی الماری میں شاید کچھ مل جائے۔

وہ بات کرنے کے دوران ہی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔واپس پلٹا تو ہاتھ میں ایک عدد چادر تھی۔جویریہ نے آہستگی چادر کو اس کے ہاتھ سے لیا اور اسے کچھ دور کاؤچ پر رکھتی آگے بڑھ گئی۔وضو کر کے واپس آئی تو وہ پھر سے لیپ ٹاپ پر مصروف تھا۔

نماز پڑھنے کے بعد بیڈ پر جانے کے بجائے بے سبب اور بے اختیار وہ اس کے صوفے کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

آج جس لڑکی نے میرا میک اپ کیا تھا ،ریڈ شوز مجھ سے اتروا لیے تھے۔

خاموش کمرے میں ایک دم سے اس کی آواز گونجی تو دران جو لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتا مگن تھا چونک کر رکا۔سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔

کوئی بات نہیں ان میں ٹریکر نصب ہے۔ٹریک کر لیں گے شوز۔

سنجیدگی سے جواب دیا اور پھر سے لیپ ٹاپ سکرین پر نگاہ جما دی۔دران کی اس لاپرواہی پر اسے خود پر ہی غصہ آ گیا۔آخر کو کیا ضرورت تھی یوں آ کر بات کرنے اور فکر ظاہر کرنے کی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سنو۔

دران کی آواز پر وہ پلٹتے پلٹتے تھم گئی۔سوالیہ مگر حد درجہ بے اعتنائی سے دیکھا۔

تم ناراض ہو؟

دران نے بھنویں اچکائے فکرمندی سے سوال کیا۔

نہیں۔ناراض تو اپنوں سے ہوا جاتا ہے۔

جویریہ کے برجستہ جواب پر اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہی تھا کہ وہ

سپاٹ لہجے میں مزید وضاحت کر گئی۔

اور اپنے کبھی آپکو چارہ نہیں بنایا کرتے ہیں۔

اف اس کی باتیں ہمیشہ سے ہی دل پر لگتی تھیں۔دران گہری سانس خارج کرتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا۔اور اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔وہ ناک پھلائے خفا کھڑی تھی۔چہرے کے گرد شال اب بھی نماز صورت لپٹی تھی۔

مانتا ہوں میں نے جو بھی کیا وہ سب کرنے کے بعد تمہیں مجھ سے ایسا ہی بی ہیو کرنا چاہیے لیکن یقین کرو میں مجبور تھا۔تم سے محبت ہو جانا ایک بے اختیار عمل تھا جس کو میں ایجینسی پر ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔

ندامت بھرے لہجے میں صفائی دی۔ کبھی ایک بات کو دوسری دفعہ نہ دہرانا والا آج اس عورت کو بار بار صفائی دے رہا تھا۔وہ سچ میں دل کے ہاتھوں مجبور تھا۔

آپ مجھے اس بارے میں آگاہ بھی تو کر سکتے تھے۔مجھے اعتماد میں لے

سکتے تھے۔میں کبھی آپ کو انکار نہ کرتی۔

بتانے کی بھی اجازت نہیں تھی۔

آپ ان سے چھپ کر مجھے بتا دیتے۔

مطلب تم کہہ رہی ہو میں ان سے جھوٹ بولتا۔

دران نے بھنویں اچکائے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سوال کیا۔وہ ایک دم سے اور غصے میں آئی۔

ایسا کب کہا میں نے۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے۔

اچھا جھوٹ بولنے سے اتنا گھبراتے ہیں لیکن دھوکا دینے سے بالکل نہیں گھبراتے۔

چڑ کر ترکی بہ ترکی جواب دیتی وہ اپنے جملوں کو بنا تولے بولے گئی۔دران کے لبوں سے مسکراہٹ ایک دم سے غائب ہوئی۔

گھبرایا تھا،بہت گھبرایا تھا۔

آہستگی سے کہتا وہ بے ساختہ اس کے پرنم چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامے قریب ہوا۔جویریہ اس کی اس وارفتگی پر پھر سے مجسم کی طرح تھم گئی۔

رویا بھی تھا۔زندگی میں پہلی بار رویا تھا۔

جویریہ کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے نم لہجے میں کہتا وہ اپنا چہرہ اس کے چہرے کے اور قریب کر چکا تھا،اتنا قریب کہ دونوں کی پیشانی ایک دوسرے سے جا ملی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تمہیں کھونے کی سوچ جب بھی ذہن میں آتی تو دل کے بند ہونے جیسا احساس تھا۔

انگوٹھے کی پور سے اس کی دائیں گال کو محبت سے سہلاتا وہ لفظ لفظ اپنے جذبات اسے بتا رہا تھا۔

تم بہت خاص ہو میرے لیے۔وہ ہو جس نے میری روح کے زخموں کو بھر دیا۔میرے اندر کی تلخی کو موم کر دیا اور میری کڑواہٹ کو مٹھاس

بنا دیا۔

لہجے میں انہتا کی خماری عود آئی تھی۔نگاہیں نرماہٹ سے اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں اور ہاتھوں کی انگلیاں اب اس کے چہرے کے ہر نقش کو چھو رہی تھیں۔

دران آپ اللہ سے اتنے دور کیوں ہیں؟

خاموشی میں اچانک اس کا سوال گونجا تو دران کا انگوٹھا اس کی گال پر سرکتا وہیں رک گیا۔چہرے پر چھائی بے خودی اور خماری پل بھر میں ہی غائب ہوئی۔وہ بڑے حق سے سوال کئے اب جواب کے لیے منتظر کھڑی تھی۔گہری خاموشی تھی۔

ایک۔۔۔دو۔۔۔۔تین۔۔۔سکینڈ

میں اللہ کے قریب جانے کے قابل کہاں ہوں۔

سرد لہجہ فضا میں گونجا۔جویریہ کے چہرے کو ہاتھوں کی گرفت سے آزاد کرتا وہ پیچھے ہوا اور لب بھینچے تیزی سے پلٹا اور واپس لیپ ٹاپ کے

سامنے بیٹھ گیا۔

اللہ نے اپنے قریب آنے کے لیے کوئی اصول نہیں بنائے۔وہ تو سب کی سنتا ہے،سب کو معاف کرتا ہے۔آپ نے ایسا کیا گناہ کر دیا کہ خود کو اس قابل نہیں سمجھتے۔

وہ رعب سے اگلا سوال کرتی وہیں جمی کھڑی تھی۔دران نے ضبط سے آنکھیں بند کیں اور پھر کھولیں۔

میں نے گناہ نہیں کیا میں سراپا گناہ ہوں۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سنجیدگی سے مگر بے دلی سے جواب دیا۔وہ نگاہیں اب لیپ ٹاپ پر جمائے ہوئے تھا۔

مطلب؟

وہ جان چھوڑنے والوں میں سے نہیں تھی۔دران نے پیشانی پر الجھن کی لکیریں رقم کی اور جھٹکے سے چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

مطلب جان لو گی تو یہ جو ناراضگی ہے نفرت میں بدل جائے گی اور

ایک منٹ سے پہلے مجھے چھوڑ دو گی۔

دران نے سپاٹ لہجے میں الجھا سا جواب دیا۔وہ سرعت سے آگے بڑھی اور اس کے سامنے کھلے لیپ ٹاپ کو بند کر دیا۔دران نے ناگواری سے اس کی طرف دیکھا تو وہ آنکھوں میں جھانکتی غصے سے گویا ہوئی۔

آپ بار بار یہ جھوٹ کیوں بولتے ہیں کہ آپ کو مجھ سے محبت ہے۔اگر محبت ہے تو خود کو سات پردوں میں کیوں چھپائے رکھتے ہیں۔

دران نے ضبط سے لب بھینچ لیے۔برداشت جواب دے چکی تھی۔وہ دانت پیستے ہوئے گویا ہوا۔

میں جھوٹ نہیں بولتا۔میں محبت کرتا ہوں تم سے،خود سے بھی زیادہ۔میں تمہیں کھونے سے ڈرتا ہوں اس لیے اپنی حقیقت کو چھپاتا ہوں۔

کیا حقیقت ہے مجھے جاننا ہے سب دران۔آج ابھی اور اسی وقت

ٹھیک ہے تو جان لو پھر،میں ایک ایسا وجود ہوں جو ناپاک رشتے سے

وجود میں آتا ہے۔

وہ چیخا تھا۔اس کے یوں چیخنے پر وہ ہلکا سا جھٹکا کھا گئی۔وہ سرخ چہرے سمیت اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

میں ایک الیجمیٹ چائلڈ ہوں۔

دانت پیستے ہوئے ایک ایک لفظ پر زور دیتا،وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا جو اب ہونقوں کی طرح بت بنی بیٹھی تھی۔

میں ایک ایسا بچہ تھا جو گناہ کے عمل سے وجود میں آتا ہے۔میری ماں نے مجھے اپنے پاس رکھنے سے انکار کیا تو میرے باپ نے مجھے اپنا نام نہیں دیا۔

سرد،بے رحم اور ناگوار لہجہ۔اس لمحے اسے محسوس ہوا کہ وہ خود سے کتنی نفرت کرتا ہے۔اس کی گردن تک کی رگیں پھول گئی تھیں۔آنکھوں میں وحشت جھلک رہی تھی۔

میں ایسا بچہ تھا جو بچپن سے ہی ہر جگہ سے دھتکارا گیا۔جھوٹی شناخت

دے کر کسی مرے ہوئے انسان کی دولت کے لیے ایک کٹھ پتلی کے طور پر استعمال کیا گیا۔

وہ آج اس کے سامنے پھٹ پڑا تھا اور غصے میں بولتا ہی جا رہا تھا۔

رشتوں کے نام پر۔دھونس،لالچ،بد نیتی اور نفرت ملی۔بچپن سے ہی یہ ذہن میں بٹھا دیا گیا کہ میں ایک یہودی عورت کا بیٹا ہوں میں ناپاک ہوں اور پاک ہونے کے لیے میرے سینے میں قرآن دفن ہونا ضروری ہے۔سات سال کا تھا جب سب سے دور زبردستی مدرسے میں بھیج دیا گیا۔

دران نے بازو کو لمبا تانے ناک بھینچ کر نفرت آمیز لہجے میں دور کا اشارہ دیا۔ایسے جیسے کسی تلخ یاد نے حلق تک کڑوا کر دیا ہو۔

جب جب سچے دل سے اللہ کی طرف جاتا تھا۔ایک نیا دکھ،ایک نئی تکلیف اور ایک نئی سچائی سامنے آتی تھی۔ایسی سچائی جس کی کرچیاں پرانے زخموں میں ہی دھنس جاتی تھیں۔

اس کی آواز کانپنے لگی تھی۔جویریہ کے رونگٹے کھڑے ہونے لگے۔

الجھ جاتا تھا کہ ایسا کیوں ہے۔پھر اس کی حقیقت بھی سامنے آ گئی کہ ایسا کیوں ہے۔میں اللہ سے نہیں بلکہ شاید اللہ مجھ سے نالاں ہے۔وہ نہیں چاہتا میرا جیسا بچہ اس کے سامنے سجدہ ریز ہو۔

آواز بھاری ہونے لگی۔آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔

مہ۔۔۔میں ناپاک وجود ہوں شاید اس لیے۔

بمشکل وہ جملہ مکمل کر سکا اور پھر دونوں آنکھوں سے آنسو ایک ساتھ گالوں پر بہہ نکلے۔وہ جو سن بیٹھی تھی۔دران کی آنکھوں سے بہتے آنسو دیکھ کر پہلے گنگ ہوئی اور پھر تڑپ کر اس کے گلے میں بانہیں ڈالے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

دران اگر بے آواز رو رہا تھا تو وہ ہچکیوں میں رو رہی تھی۔وہ کیا سمجھتی رہی اور وہ کیا نکلا تھا۔اس کی زندگی کی کہانی کے آگے اپنے غم کتنے حقیر لگ رہے تھے۔کتنے ہی پل یوں اس کے گلے لگی اس کے سنگ وہ

آنسو بہاتی آج اپنے نہیں اس کے اندر کی ویرانی پر رو رہی تھی۔

ہچکیاں تھمیں تو وہ آہستگی سے پیچھے ہوئی۔دران نے فوراً پلکیں جھپکاتے ہوئے اس سے سرخ آنکھیں چرائیں۔

دران آپکو پتا ہے۔میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش کیا تھی؟

آنسوؤں میں روندھائی،زکام زدہ آواز ابھری۔دران اب بھی اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔

میں جب بھی آپکو دیکھتی تھی دل میں ایک ہی خواہش پیدا ہوتی تھی کہ میں آپکو اپنے سامنے روتا دیکھوں۔آپ کی ویران آنکھوں کے پیچھے چھپی کہانی جان لوں لیکن آج پتا چلا یہ خواہش میری خود ساختہ نہیں تھی بلکہ اللہ نے میرے دل میں یہ خواہش ڈالی تھی۔

دران کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر وہ جذب میں اسے اپنی خواہش کے بارے میں بتا رہی تھی۔

دران اگر آپ یہ سوچتے ہیں کہ آپ ناپاک ہیں تو پھر تو ہر غیر مسلم

بچہ جو کسی غیر مسلم جوڑے سے وجود میں آتا ہے اور بعد میں اسلام قبول کرتا ہے،اس کو بھی یہ سوچنا چاہیے۔

پرنم لہجے میں کہتی وہ دران کے گال پر ہتھیلی پھیلائے ہوئے تھی۔جو اب بھی نگاہیں نہیں ملا رہا تھا۔اس پر سب ظاہر کر دینے کے بعد عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔وہ کبھی کسی کے سامنے یوں رو دے گا اسے اس بات کا یقین نہیں آ رہا تھا۔وہ تو محبت سے اس کا چہرہ تھامے بس بولتی چلی جا رہی تھی۔

اسلام میں جائز بچہ وہ ہوتا ہے جو نکاح کے پاک بندھن میں بندھنے کے بعد پیدا ہو۔اس طرح تو تمام غیر مسلموں کے بچے ،جو شادی شدہ جوڑوں میں سے بھی پیدا ہوئے،وہ سب ناپاک ہوئے۔کیونکہ ان کے ماں باپ نے شادی غیر مذہب کے طریقوں سے کی ہوتی ہے جو ہر گز پاک نکاح میں شمار نہیں ہوتے۔

دران نے آہستگی سے نگاہیں اس کے چہرے کی طرف موڑیں۔

دران کوئی بھی بچہ ناپاک نہیں ہوتا۔وہ اس دنیا میں کیسے؟کیونکر اور کس

بطن سے پیدا ہو کر وجود میں آیا،اللہ کو اس سے سروکار نہیں ہے۔اللہ کی نظر میں پاک وہ ہو جو کلمہ پڑھ کر پاک ہوتا ہے اور متقی ہے۔وہ تو بھولے بسرے لوٹ آنے والوں کو دھتکارتا نہیں ہے۔وہ تو برسوں کے غافلوں کو بھولتا نہیں ہے۔وہ بہت رحیم ہے۔ہم سب اس کی مرضی سے اس دنیا میں آئے ہیں۔وہ چاہے تو بطن میں ہی ہماری سانسیں چھین لے۔ اس نے کسی کو بے سبب اور نا پاک پیدا نہیں کیا۔

دران حیرت سے اس کے پاکیزہ چہرے کو دیکھ رہا تھا۔اس کا لفظ لفظ پھوار تھا۔ٹھنڈی پھوار۔نرم پھوار۔

اللہ پاک نے قرآن پاک میں واضح الفاظ میں کہا ہے کہ۔اے ’ ’ لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ با عزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو،بیشک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے۔“

وہ روانی سے کہتی اس کی پور پور میں سکون اتار رہی تھی۔وہ اس کا

سکون تھی۔روح میں اترتا سکون۔

اللہ نے کہیں نہیں لکھا کہ کسی گناہ کے سبب پیدا ہونے والے بچے ناپاک ہیں اور ان کے والدین کے گناہ کی سزا ان کو بھگتنا ہو گی اور آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں یہ سچ جان کر آپ کو چھوڑ دوں گی؟

جویریہ کی نم آنکھوں میں پل بھر کو شکوہ جھلکا۔دران تو بس یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔

میرے دل میں آپکی محبت ڈالنے والے کی نظر میں جب آپکی یہ سچائی کوئی معنی نہیں رکھتی تو میں کون ہوتی ہوں؟آپکو جنتی یا جہنمی قرار دینے والی،پاک یا ناپاک کہنے والی۔

وہ پھر سے رو پڑی تھی۔

میرے اللہ اور نبی کے بعد جس سے بے پناہ محبت کا حق مجھے حاصل ہے۔آپ میرے وہ ہیں۔

حق جتاتی وہ دنیا کی حسین ترین عورت اس کی زندگی تھی۔اس کی بہت

اپنی۔

آپکی اس سچائی نے مجھے آپ سے دور نہیں کیا بلکہ اور قریب کر دیا ہے۔جو شخص اللہ سے اتنی محبت کرتا ہو کہ خود کو ناپاک سمجھ کر اس کے آگے سجدہ کرنے سے گھبراتا ہو۔جسے اپنے سجدے سے اللہ کے ناراض ہونے کا خوف ہو،جس نے اتنی شہرت اور دولت کے باوجود کبھی کوئی ناجائز کام نہ کیا ہو۔جو وقت کے فرعون کو جان سے مار دینے کے لیے اپنی جان،اپنی عزت داؤ پر لگا دینے والا ہو۔مجھے اس باسل کی بیوی ہونے پر فخر ہے۔

وہ اس کا سکون بھی تھی دل کو آج محسوس ہو رہا تھا۔اس کا لفظ لفظ سچ تھا،حق تھا۔وہ اس کی آنکھیں کھول رہی تھی۔اس کے دل کا میل دھو رہی تھی۔

مجھے آپکی محبت ہونے پر فخر ہے۔مجھے آپ کے ساتھ پر فخر ہے۔

دران کا ہاتھ تھامے وہ قریب ہوئی اور اب کی بار پرسکون ہو کر اس کے گلے سے لگ گئی۔ہاں محبت کے جواب میں محبت روح کے زخموں کا

مرہم ہے۔

جس طرح جسمانی زخم کی احتیاط اور خیال سے دیکھ بھال کرنے والا کوئی اپنا ہو تو زخم جلدی بھر جاتے ہیں بالکل اس طرح روح اور دل پر لگے زخموں کو بھی کسی کی محبت اور چاہت بہت جلد بھر دیتی ہے۔اس کے زخم کو بھی اس کے سینے سے لگی یہ لڑکی پل بھر میں ہی بھرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔دل کی تکلیف ختم ہو چکی تھی۔دران نے چہرہ اس کی گردن کے قریب اس کی کان کی لو کے پاس کیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

فجر کی نماز ادا کریں۔

دران کی مدھم سی سرگوشی تھی۔وہ خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثر سے پیچھے ہوئی۔وہ پرسکون چہرے کے ساتھ بیٹھا تھا۔بارش کے بعد دھلے آسمان جیسی نرماہٹ اور پاکیزگی اس کے چہرے کا حصار کئے ہوئے تھی۔جویریہ نے نم آنکھوں اور مبہم سی مسکراہٹ کے سمیت سر اثبات میں ہلا دیا۔

اسفند ناک بھینچے تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے تک پہنچا اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔سامنے کنز ہی کھڑی تھی۔نوین کی اس حرکت کے بعد تین ماہ کے اندر اندر کنز نوین سے طلاق لینے میں کامیاب ہو چکی تھی۔

آپ نے یہ بہت غلط کیا بھابھی۔ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔اتنی سی غلطی کی اتنی بڑی سزا۔

اسفند نے حیرت اور غصے کے ملے جلے تاثرات چہرے پر سجائے کنز سے کہا جو نوین سے طلاق لینے کے بعد اب اس کے فلیٹ میں واپس آئی تھی۔وہ تب سے یہیں رہائش رکھے ہوئے تھی اور اسفند کی بہت کوششوں کے باوجود وہ نوین سے طلاق لے چکی تھی۔

میں نے جو کیا بالکل ٹھیک کیا تم کچھ نہیں جانتے اس کے بارے میں۔

کیا نہیں جانتا میں۔پلیز بتائیں مجھے۔مجھے جاننا ہے۔ایسا کیا ہے جو آپ ہر بات میں مجھے یہ کہہ کر چپ کروا دیتی ہیں کہ تم کچھ نہیں جانتے۔

اسفند نے جھنجلا کر اس کے بڑھتے قدم روکے۔وہ سٹپٹا کر رکی اور

خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

بولیں اب چپ کیوں ہے۔نوین بھائی اتنی محبت کرتے ہیں آپ سے۔سب آپ کے لیے کر رہے ہیں اور کیا ہے جو نہیں جانتا میں۔

وہ منشیات فروش ہے۔

کنز کے سپاٹ لہجے میں کہے گئے جملے پر اسفند کی زبان کو بریک لگی۔آنکھیں پوری کھل گئیں۔

کیا !

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہاں درست سنا تم نے۔کیفیے کی آڑ میں وہ ڈرگز سمگلنگ کرتا ہے۔

کنز نے سپاٹ لہجے میں اپنی بات کی وضاحت دی۔اسفند تو منہ کھولے حیران کھڑا تھا۔کتنے ہی پل خاموشی نگل گئی۔

میں نے اسے بہت سمجھایا،بہت روکا لیکن وہ اس دلدل میں آگے سے آگے چلتا گیا اور اب تو وہ مکمل طور میں اس میں دھنس چکا ہے۔

وہ روہانسے لہجے میں مزید وضاحت کر رہی تھی۔

نوین کی واپسی اس کی موت ہے اور اس کے ساتھ رہنا اب میری موت ہے۔

وہ رو دی اور ایک دم بپھر کر اسفند کا گریبان تھام لیا۔

تمہیں کیا لگتا ہے میں اس سے محبت نہیں کرتی؟

غصے سے سوال کرتی وہ اسفند کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔

میں اس سے بہت محبت کرتی ہوں۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پھوٹ پھوٹ کر روتی وہ اسفند کے سینے سے جا لگی۔

وہ جو نوین کے بارے میں اتنے بڑے انکشاف پر دنگ کھڑا تھا۔کنز کے یوں اچانک گلے لگ جانے پر سٹپٹا گیا لیکن اس وقت وہ جس صورت حال سے گزر رہی تھی۔اسے واقعی سہارے کی ضرورت تھی۔

کنز بے تحاشہ ہچکیوں میں روتے ہوئے اس کے گلے لگی تھی۔وہ اپنی مرضی سے نوین سے الگ ہو کر بھی ماتم کناں تھی۔

اسفند نے جھجکتے ہوئے آہستگی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔انداز حوصلہ

دینے والا تھا۔وہ ایک ایسی لڑکی تھی جو اس پوری دنیا میں تنہا رہ گئی تھی۔ایک نوین تھا جسے کل تک وہ اپنی کل کائنات مانتی تھی لیکن حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ وہ تن تنہا رہ گئی۔

چند پل یونہی گزرے،اس کا رونا تھما تو اسے احساس ہوا وہ اس وقت کس حالت میں ہے۔نادم سی اسفند سے الگ ہوئی اور آنسو صاف کرتی کمرے کی طرف بڑھ گئی جبکہ وہ وہیں افسردہ اور نوین کے انکشاف پر دنگ کھڑا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com

سیاہ کار اپنی رفتار کو سست کرتے ہوئے آہستگی سے مٹی اڑاتی سڑک پر رکی۔ویران کچی سڑک کے بائیں طرف گیٹ تھا۔ یہ بہت بڑا لوہے کا بوسیدہ،زنگ آلودہ اور کہیں کہیں سے جھلکتے سلیٹی رنگ پینٹ والا گیٹ تھا۔گیٹ کے ارد گرد کھنڈر ہوتی اونچی قلعہ نما دیواریں کسی پرانے جیل کی سی معلوم ہوتی تھیں۔

شیون کے جویریہ کے ساتھ بھیجے ہوئے دونوں آدمیوں کو ختم کرنے

کے بعد وہ اور زک شیون کے حکم پر فوراً ہوٹل سے بھیس بدل کر اور جویریہ کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے تھے۔

وہ اس جگہ کا سارا راستہ پہلے ہی جویریہ کے ذریعے ٹریس کر چکے تھے۔اس لیے اب با آسانی اور بنا کسی رکاوٹ کے یہاں موجود تھے۔یہ بہت دور ویرانے میں وسیع پیمانے پر بنایا گیا ایک خفیہ اڈا تھا۔گیٹ کے باہر کسی گارڈ یا کسی پہرے دار کا نام و نشان تک نہ تھا۔کوئی انجان اگر کبھی یہاں پہنچ بھی جائے تو اس عمارت کو باہر سے دیکھ کر یہی سمجھے گا کہ شاید یہ عمارت صدیوں سے بند پڑی ہے۔

یہ کھنڈر جیسی عمارت اور یہ بوسیدہ نظر آنے والا گیٹ دراصل یہ جدید ٹیکنالوجی پر بنا ہوا تھا۔اسے صرف شیون کے آدمی ہی کھول سکتے تھے۔اس نے اپنے ہر آدمی کو ایک کارڈ دے رکھا تھا جس کو سکین کرنے کے بعد ہی وہ گیٹ کے اندر داخل ہو پاتے تھے۔

زک نے گاڑی کو روکا اور گردن گھما کر دران کی طرف دیکھا۔دونوں اس وقت شیون کے آدمیوں کے بھیس میں تھے۔زک ڈرائیونگ

نشست پر جبکہ دران پیچھے جویریہ کے ساتھ بیٹھا تھا۔

زک اس سے اگلے لائحہ عمل کے لیے اشارہ مانگ رہا تھا او پھر دران کی گردن کے ہلکے سے خم پر ہی زک سرعت سے گاڑی سے اترا اور گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

دران نے اور اس نے صبح فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد اس مقصد کی کامیابی کے دعا کی تھی۔بے شک دران کا ساتھ اور اللہ پر بھروسہ اس مقصد میں اس کا حوصلہ بڑھانے کے لیے کافی تھا لیکن اندر سے وہ ایک صنف نازک ہی تھی،جس کا دل اب بھی ایک چڑیا کی طرح لرز رہا تھا کیونکہ اسے اب خود سے زیادہ دران کی فکر تھی۔

زک گیٹ کے ایک طرف دیوار پر نصب جھاڑیوں میں چھپے لاک کی پیڈ کو بغور دیکھ کر واپس آیا اور گاڑی کی پچھلی کھڑکی سے سر اندر کیا۔

تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔گیٹ لاک صرف انٹری کارڈ کے سوائپ پر نہیں کھلے گا۔

وہ بھنویں سکیڑے دران کو گیٹ کے تالے کو کھولنے کے بارے میں آگاہ کر رہا تھا۔وہ لوگ ان دونوں آدمیوں کے انٹری کارڈ لائے تھے لیکن اب زک کہہ رہا تھا کہ گیٹ پر تین قسم کے کوڈ لگے ہیں اور صرف کارڈ سوائپ کرنے سے کام نہیں بنے گا۔

اب کیا کریں گے پھر۔جویریہ نے پریشان ہوتے ہوئے باری باری دونوں کے چہروں کی طرف دیکھا لیکن وہاں پر اس کی پریشانی جیسے کوئی آثار نہیں تھے۔

ہوں۔تو نکالو پھر۔

دران نے پرسکون لہجے میں زک سے کہا جس پر وہ فوراً گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور اپنے پیروں کے نیچے فٹ پیڈ کو ہٹایا،چھوٹا سا سیاہ بریف کیس نکالا اور گود میں رکھ کر کھولا۔جویریہ بڑے انہماک سے سب دیکھنے میں مصروف تھی۔ زک کی گود میں رکھا بریف کیس وہ پچھلی نشست پر بیٹھی با آسانی دیکھ سکتی تھی۔

زک نے جیسے ہی بریف کیس کو کھولا وہ جو انہماک سے سب دیکھنے میں

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مگن تھی۔بریف کیس کے اندر نظر پڑتے ہی سانس رک گیا،وہ ایک دم چیخ دیتی اگر دران فوراً اس کے منہ پر ہاتھ نہ رکھ دیتا۔بریف کیس کے اندر پلاسٹک بیگ میں چار عدد خون میں لتھ پتھ آنکھوں کے ڈیلے اور دو کٹے ہوئے انگوٹھے پڑے تھے۔زک نے انگوٹھے پلاسٹک بیگ سے نکالے اور ایک چھوٹی سی سکین مشین کے اوپر باری باری انگوٹھوں کو رکھا ،انگوٹھے رکھتے ہی سکین مشین کے نیچے بنے سورخ سے دو عدد جھلی نما سٹیکر برآمد ہوئے۔زک نے یہ پیاز کے چھلکے جیسی پتلی سی تہہ والا ایک ٹرانسپیرنٹ سٹیکر اٹھا کر اپنے انگوٹھے پر چپکایا اور ایک دران کی طرف بڑھا دی۔

دران اب تک جویریہ کے منہ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا جو پھٹی آنکھوں سمیت اب دران کی طرف دیکھ رہی تھی۔دران نے اس کے منھ پر سے ہاتھ اٹھایا اور اس چپکنے والی جھلی کو اپنے انگوٹھے کی پور پر چپکا نے لگا۔جویریہ اب گہری گہری سانس لیتے ہوئے دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

زک نے بریف کیس بند کیا اور گاڑی سے اتر گیا۔زک کے جانے کے بعد دران نے اپنے برابر ہونق بنی بیٹھی جویریہ کی طرف دیکھا وہ لٹھے کی مانند سفید تھی اس کی حالت پر دران بے ساختہ مسکرا دیا۔

ایجینسی کی اجازت پر وہ جویریہ کو اپنے خفیہ نام سے لے کر مقصد کی تمام معلومات دے چکا تھا۔ایسا اب اس لیے ضروری تھا کیونکہ جویریہ اب ان کا انجان مہرہ نہیں تھی بلکہ ایجینسی کے رکن یعنی اس کی بیوی کے ساتھ ساتھ ایجنسی کی سویلین ہیلپر تھی لیکن اس سب کے باوجود وہ کیا کچھ کرنے والے ہیں اس کے بارے میں جویریہ کو کچھ نہیں پتا تھا،اس لیے اب بریف کیس میں رکھی آنکھوں کے ڈیلوں اور کٹے ہوئے انگوٹھے دیکھ کر وہ اپنے خوف کو چھپا نہ سکی۔

مسز باسل اتنی سی ہمت ہے بس۔

دران نے مسکراہٹ دباتے ہوئے آہستگی سے اس کے قریب ہو کر سرگوشی کی تو وہ سٹپٹائی اور تھوک نگل کر چہرے کا رخ دران کی طرف موڑا۔

ہمت بہت ہے لیکن ہوں تو انسان ہی ،وحشی تو نہیں ہوں۔

مطلب تم یہ کہنا چاہ رہی ہو کہ میں وحشی ہوں۔

دران نے اس کی بات پر خفیف سا قہقہ لگایا

کچھ کم بھی نہیں ہیں۔یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ان دونوں آدمیوں کی آنکھیں اور افف۔۔۔

وہ زور سے آنکھیں میچ گئی۔

اچھا تو کیا ان دونوں کی آنکھوں اور انگوٹھوں کو لانے کے بجائے ان کی پوری پوری لاش اٹھا لاتے۔

دران اب بھی مسکرا رہا تھا۔اب کی بار وہ کچھ نہیں کہہ سکی۔گیٹ لاک سے لے کر اندر موجود تمام کوڈ ڈبل سے ٹرپل لاک پر مشتمل تھے۔تھم سکین،ریٹینا سکین اور کارڈ سوائپ۔کارڈ تو وہ ساتھ لے آئے تھے لیکن ان کے ریٹینا اور تھم سکین کے لیے جلدی میں یہی کرنا پڑا۔وہ اپنی داہنی آنکھ کی پتلی پر ان دونوں آدمی کا نقلی ریٹینا لینز بھی لگا چکے تھے۔

وہ اب بھی سر کو بریف کیس کے منظر سے جھٹک رہی تھی جب زک نے واپس آ کر ڈرائیونگ نشست سنبھالی۔گاڑی سلائیڈ کی طرح کھلتے گیٹ کے اندر داخل ہو رہی تھی۔گیٹ کے اندر کی دنیا باہر کی ویرانی سے یکسر مختلف تھی۔جہاں انگنت اسلحہ سے لیس آدمی گھوم رہے تھے۔قطار در قطار ہزاروں کی تعداد میں لگی گاڑیوں میں ان کی اندر داخل ہوتی گاڑی کی طرف کوئی متوجہ نہیں تھا۔

پریشان مت ہونا۔ابھی ہم تم سے الگ ہو جائیں گے لیکن ہم یہیں پر ہیں۔ہمارے سارے کام پورے ہونے تک تمہیں شیون کو الجھائے رکھنا ہے۔

دران اس کی طرف بنا دیکھے سمجھا رہا تھا۔وہ کن اکھیوں سے گاڑی کے شیشوں کے پار جائزہ لینے میں مصروف تھا۔

مہ۔۔میں کیسے الجھائے رکھوں گی اسے۔دران آپ نے مجھے کہا تھا آپ یہاں میرے ساتھ ہوں گے۔

دران کی بات پر وہ گھبرا گئی۔یہاں داخل ہونے سے پہلے تک کی ہمت

اور اب کی ہمت میں زمین آسمان کا فرق آ چکا تھا۔

گھبراؤ مت میں ساتھ ہی ہوں گا۔تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔چلو اترو اب۔

جویریہ کو اترنے کا حکم دیتا وہ خود بھی گاڑی سے نیچے اترا۔زک نے پیسوں سے بھرا بریف کیس دران کو تھمایا۔دران نے جویریہ کے بازو کو پکڑا اور آگے بڑھنے لگا۔

وہ لوگ ابھی چند قدم ہی آگے بڑھے تھے جب دو سیاہ فام تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ان کی طرف بڑھے،ان کو ایسے بڑھتا دیکھ کر دران نے اس کے بازو پر دباؤ ڈالے رکنے کو کہا۔

وہ اندر تک لرز گئی۔ایک پل کو ایسا لگا جیسے وہ دران کو پہچان گئے ہوں۔دونوں آدمی پاس آئے،ایک نے دران کے ہاتھ سے بریف کیس پکڑا جبکہ دوسرے نے اس کا بازو کھینچا ،وہ جھٹکا کھا کر آگے بڑھتی بھی بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہی تھی۔وہ کوگ اسے دران سے الگ کر کے لے جا رہے تھے۔

دران نے آہستگی سے آنکھوں کو بند کر کے کھولا،اشارہ تسلی دینے والا تھا۔وہ نم ہوتی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی مگر لرزتے دل کی ہر دھڑکن اس کے لیے دعا گو تھی۔

بیورلی ہلز کی اس اونچی این لا سینیگا بلوڈ اپٹ عمارت کے پیچھے سورج آہستگی سے ڈوب رہا تھا۔شام کے پھیلتے سائے مضافات میں ایک بوجھل پن پیدا کر رہے تھے۔عمارتوں کی جلتی بتیاں اس شریتی سے منظر کو فسوں خیز بنا رہی تھیں۔اسی عمارت کے ایک فلیٹ میں دو نفوس اس فسوں خیز منظر کا حصہ لگ رہے تھے۔

انل کے فلیٹ کے لاؤنج میں لگے صوفوں پر انل اور جیسیکا آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ہلکے انگوری رنگ کی میکسی میں ملبوس،وہ حسین چہرے والی دوشیزہ اس وقت متورم آنکھوں اور سرخ ہوتی ناک سمیت انل کے سامنے بیٹھی تھی۔ انل پریشانی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا جو بار بار اپنی گال پر بہتے آنسو صاف کر رہی تھی۔

وہ آج پھر صبح ہوتے ہی انل کے فلیٹ پہنچ گئی تھی۔سارا دن انل کی دیکھ بھال میں لگایا اور سر شام وہ اسے اپنی زندگی کی تلخیوں کے بارے میں بتاتے ہوئے بری طرح رو دی۔

بظاہر ہنستی کھیلتی جیسیکا اندر سے دکھوں اور اکیلے پن کا شکار لڑکی تھی۔وہ جو دران کی اجازت کے بنا اسے کچھ بھی نہ بتانے کا تہیہ کر چکا تھا اب اسے سب سچ بتا دینا چاہتا تھا۔وہ اسے ہر گز اتنا بڑا دھوکا نہیں دینا چاہتا تھا۔وہ نہیں جانتا تھا کہ دران کس صبح وقت کے انتظار میں اس سے سب حقیقت چھپائے ہوئے تھا لیکن آج اس سے یہ سب برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

جیسیکا۔ا۔ا۔ا مجھے تمہیں کچھ سچ بتانا ہے۔

انل کی آواز نے اچانک ماحول کی خاموشی میں خلل پیدا کیا۔جیسیکا نے نم آنکھوں اور مترنم چہرے سمیت سوالیہ اس کی طرف دیکھا۔وہ ہلکی گرے ٹی شرٹ اور نیلی جینز میں ملبوس بے چین سا لگ رہا تھا۔ایسے جیسے کچھ کہنا چاہتا بھی ہے اور نہیں بھی۔

خاموشی کا دورانیہ طویل ہو رہا تھا اور انل اب چپ تھا لیکن جیسے ہی اس نے لب کھولے وہ سرعت سے اس سے کچھ کہنے سے پہلے ہی گویا ہوا۔

دیکھو جیسکا ،تم جو۔۔۔۔سب کچھ سمجھ رہی ہو،ویسا کچھ بھی نہیں ہے۔

رک رک کر الفاظ ادا کرتا وہ الجھا ہوا تھا اور سامنے بیٹھی جیسیکا سے نظریں چرا رہا تھا کیونکہ اس کی آنکھوں میں اپنے لیے جلتے دیے وہ دیکھ چکا تھا۔وہ اس مختصر عرصے میں اس کے لیے بے پناہ جذبات پنپ چکی تھی۔

ایک تنہا اور ٹوٹا ہوا شخص ایسا ہی ہوتا ہے۔وہ تنہائی کے اندھیروں میں نا چاہتے ہوئے بھی کسی روشنی کے انتظار میں ہوتا ہے۔انل وہی روشنی بن کر آیا تھا۔وہ بہت خوش اور پر سکون تھی لیکن انل کا یہ الجھا انداز اسے الجھا گیا تھا۔

مطلب؟

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بھنویں سکیڑ کر گویا ہوئی۔انل نے اپنے دونوں ہاتھوں کو آپس میں ملایا اور لبوں پر رکھتے ہوئے سر کو نیچے جھکایا۔

مطلب یہ کہ۔۔

وہ رکا،چہرہ اوپر اٹھایا اور ایک گہری نگاہ سامنے بیٹھی حیران سی جیسیکا پر ڈالی۔نہیں میں مزید اسے دھوکے میں نہیں رکھ سکتا ہوں۔

جیسیکا میں نہ تو تمہیں وہ پیسے بھیجتا تھا اور نہ ہی میں تمھارا کوئی خفیہ چاہنے والا ہوں۔

ایک ہی سانس میں وہ ٹھا ٹھا اس پر بم پھوڑ چکا تھا۔وہ دنگ ہوئی،چھوٹی آنکھوں کے اندر کی پتلیاں پھیل گئیں۔

دیکھو۔۔تمہیں پیسے میں نہیں میرا باس بھیجتا ہے ،فلم سٹار درانگ۔ وہی وہ اصل شخص ہے جو تمہیں پیسے بھیجتا ہے۔

کیا؟

اب کی بار وہ پھیکی سی آواز میں کہتی ہوئی اور زیادہ پریشان لگ رہی تھی۔چہرے پر بے یقینی تھی۔درانگ کو کون نہیں جانتا تھا۔اسے تو اس بات پر بے انتہا خوشی تھی کہ اس سے محبت کرنے والا لڑکا کوئی معمولی انسان نہیں ہے بلکہ ایک بہت بڑے فلم سٹار کا پی اے ہے لیکن یہ انکشاف تو اس کے ہوش اڑا گیا تھا کہ اسے پیسے بھیجنا والا انل نہیں بلکہ وہ خود ہے۔

ہاں یہ سچ ہے اور حقیقت تمھاری سمجھی جانے والی حقیقت سے بالکل مختلف ہے۔وہ کوئی تمھارا خفیہ چاہنے والا نہیں ہے۔

وہ اب بھی ساکن بیٹھی تھی۔ہمہ تن گوش،حیرت سے انل کی طرف دیکھتی ہوئی۔انل نے ایک سکینڈ کے توقف کے بعد پھر سے بات شروع کی۔

بلکہ وہ یہ پیسے تمھیں تمھاری ماں کی وجہ سے بھیجتا ہے۔

ماں کی وجہ سے؟

اب وہ چپ نہیں رہ سکی تھی۔متحیر لہجہ اور پھٹی آنکھیں ،اس کی حیرت اب انتہا کو چھونے لگی تھی۔

ہاں تمھاری ماں کی وجہ سے۔دراصل کنز پارکر یعنی کہ تمہاری ماں اس کی بھی ماں ہے۔درانگ تمھارا سوتیلا بھائی ہے۔

سامنے بیٹھی جیسیکا کے چہرے پر موجود تاثرات بالکل ایسے تھے جیسے اس خبر کے ملنے پر کسی کے بھی ہو سکتے تھے۔

☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬

رات کا اندھیرا پھیلتے ہی اس بھیانک کھنڈر میں جیسے دن چڑھ آیا تھا۔عمارت باہر سے جتنی بھیانک اور ویران لگ رہی تھی اند ایک روشن،چمکتی دمکتی عریانی،شباب،شرب اور منشیات کے نشے میں بے ہنگم ہوئے لوگوں سے آباد تھی۔

رات ہوتے ہی یہاں سے سیکس ورکر کی روانگی کی تیاری اور شراب کا دور دوہ چل نکل تھا۔تقریباً گاڑیاں اور سیکس ورکر وہاں موجود شیون کے آدمیوں کے ہمراہ شہر کے لیے روانہ ہو چکی تھیں۔

باقی بچے کچھے لوگوں کو بے آواز انجیکٹ مشین گن سے آہستہ آہستہ ختم کرتے ہوئے وہ دونوں اب مین ہال تک پہنچ چکے تھے۔وہ دونوں ان کے ہی آدمیوں کے بھیس میں تھے اس لیے کسی کو ان پر شک نہیں گزرا تھا۔وہ جیسے جیسے آگے بڑھ رہے تھے وہاں کے آدمیوں کے کارڈ اور کوڈ لے کر آگے جا رہے تھے۔

اب وہ جس جگہ پہنچے تھے یہاں شیون کے بہت خاص آدمی،اس کی سکیس ورکرز ہی جا سکتی تھیں۔دران اور زک نے اندر داخل ہوتے ہی مین ہال کے کوڈ کو بدل دیا تھا تاکہ باہر کے لوگ اب اندر نہ آسکیں۔دران کا اشارہ ملتے ہی زک نے پام ٹاپ کو ہتھیلی پر کھولا اور اس پر انگلیاں چلائیں۔وہ ہر کیمرے کے پچھلے ایک دن کے بہت سے کلپ کاپی کر چکا تھا اب کیمروں میں اب کی ویڈیو کے جگہ کل والے کلپ چلانے تھے۔زک نے کچھ دیر انگلیاں چلائیں اور پھر اینٹر کی کو دبایا۔

پینک روم میں لگے کیمروں کو پچھلے دن کے کلپ میں تبدیل کرنے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کے بعد زک نے دران کو ہاتھ سے اوکے کا اشارہ دیا۔ زک کا اشارہ ملتے ہی اب دونوں کو ایک دوسرے سے الگ ہو جانا تھا۔اب وہ دونوں مخالف سمت میں مڑ گئے تھے۔

سیاہ فام اس کا بازو تھامے تیز تیز چلتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ صبح سے ایک کمرے میں بند رکھنے کے بعد اب اسے نکالا گیا تھا اور شیون کے پاس لے جایا جا رہا تھا۔وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ارد گرد دیکھ رہی تھی کہ شاید اسے کہیں دران نظر آ جائے لیکن وہ کہیں نہیں تھا۔چند منٹ راہداری میں چلنے کے بعد وہ شیون کے آفس نما کمرے میں اس کے سامنے کھڑی تھی۔

شیون نے اس کی طرف دیکھا اور ہاتھ سے پاس کھڑے آدمی کو کمرے سے باہر جانے کا اشارہ کیا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور خباثت سے ٹھوڑی پر ہاتھ پھیرتا ہوا اس تک آیا۔

ایلکس کو تو خوش کیا تم نے۔اب میری باری ہے؟

جویریہ کے پاس آکر بدبو کے بھبکے اڑاتا وہ اس وقت نشے میں دھت تھا۔وہ جو شیون کے پاس آنے پر گھبرا گئی تھی اچانک کانوں میں آتی دران کی آواز پر سانس بحال ہوئی۔

جویریہ اس کو اس آفس سے باہر لے جانا ہے کسی بھی طریقے سے۔صرف تین منٹ ہے تمھارے پاس

دران اسے شیون کو آفس سے باہر لے جانے کا کہہ رہا تھا۔اسے اس وقت کچھ نہیں سوجھا تو فوراً زبردستی مسکرا دی۔شیون جو اس کی اکڑ کو ختم کرنے کے لیے اسے ہراساں کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔اس کے مسکرانے پر حیرت سے آنکھیں کھول کر ساکن ہوا۔

یہ کیا دیکھا میں نے؟

سر کو جھٹکنے کی ادکاری کرتا وہ اب حیرت سے استفسار کر رہا تھا۔

تم مسکرائی۔ہاں تم مسکرائی تھی ابھی؟

حیرت سے بھنویں سکیڑے اس نے پھر سے جویریہ سے پوچھا۔جویریہ نے آہستگی سے لبوں کے پٹھوں کو پھر سے مسکراہٹ کی شکل میں کھینچا۔وہ پاگلوں کی طرح جھوم اٹھا اور بلند و بانگ قہقے لگانے لگا۔

بس یہ تھی تمھاری اکڑ۔تمھارے وہ تیور۔ایک ہی رات میں سب ختم۔حیرت ہے

وہ لگاتار قہقے لگا رہا تھا اور پھر ایک دم سے بے خود ہو کر قریب ہوا تو جویریہ نے فوراً اس کے اور اپنے بیچ ہاتھ حائل کیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

یہاں نہیں

اوہ پھر کہاں؟

تمہارے کمرے میں۔

ہاں یہ بھی سہی ہے۔یہ بھی سہی ہے۔

وہ خباثت سے سر ہلاتا ہوا الگ ہوا اور پھر فوراً اس کا بازو تھاما اور جھٹکے سے قریب کیا۔

چلو چلتے ہیں۔اب اور انتظار ممکن نہیں۔مجھے دیکھنا ہے وہ کیا ہے تم میں جو دیوانہ بناتا ہے سب کو۔

وہ اسکو کھینچتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا اسی لمحے کمرے کے بالکل باہر زک بہت احتیاط سے راہداری کو عبور کرتا ہوا شیون کے آفس تک پہنچا۔

باسل میں رائٹ پوزیشن پر ہوں۔

دران کو اپنے پہنچ جانے کی خبر دینے کے بعد وہ اب اندر موجود جویریہ کے باہر آنے کا منتظر تھا۔انہیں شیون کے اس آفس سے ہی سب معلومات نکالنی تھی۔شیون ایک جھٹکے سے جیسے ہی جویریہ کو لے کر آفس سے باہر نکلا زک نے فوراً رخ پھیرا۔وہ زک کی طرف متوجہ ہوئے بنا تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

زک نے آنکھیں چندھی کیں اور اس کے آفس کے لاک کو دیکھا۔اسے اب یہ لاک ڈی کوڈ کرنا تھا

دوسری طرف دران اب راستے میں آتے سب آدمیوں کو ختم کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ جبکہ تیسری طرف جویریہ شیون کے کمرے میں پہنچ چکی تھی۔شیون کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر اس کی سانس خشک ہو رہی تھی۔دران کی طرف سے خاموشی جان نکال رہی تھی۔شیون شیطان کا روپ دھارے آگے بڑھ رہا تھا۔

دران آپ کہاں ہیں؟

پھیکی سی کانپتی آواز میں وہ دران کو آواز دیتی سب اداکاری بھول چکی تھی۔شیون کی کم ہوتی دوری اور دران کا نا پہنچنا اس کی گھبراہٹ کا سبب بن رہا تھا۔شیون نیم برہنہ ہوتا سب ہوش و حواس کھو چکا تھا اس کو اپنے پاس آتا دیکھ کر وہ مخالف سمت کو بھاگی۔

اے کیا ہوا اب؟

وہ جھنجلا کر دانت پیستا ہوا پلٹا۔جویریہ تقریباً بھاگتی ہوئی کمرے کے دروازے تک پہنچی۔دروازے کا لاک وہ کسی صورت نہیں کھول سکتی تھی۔وہ یونہی لاک کے ساتھ الجھ رہی تھی جب ایک دم سے شیون نے

اسے کندھوں سے تھام کر اپنی طرف موڑا۔

چھوڑو مجھے۔دران۔ن۔ن۔ن۔

وہ شیون کو دھکا دیتے ہوئے چیخ پڑی۔شیون نے ایک بھنویں چڑھا کر زہریلی مسکراہٹ کو لبوں پر سجایا۔

یہ فلم نہیں ہے میری جان۔تمھارا ہیرو یہاں کبھی نہیں پہنچ سکتا۔

وہ لپک کر جویریہ تک پہنچا تھا۔

دران۔ن۔ن۔ن۔ن

وہ پاگلوں کی طرح چیختی ہوئی دران کو پکار رہی تھی۔جبکہ وہ قہقہے لگاتا اپنی گرفت مضبوط کر رہا تھا۔وہ بے خودی میں اتنا دھت تھا کہ دروازہ کھلنے کی آواز تک سنائی نہیں دی۔دروازہ کھولتے ہی دران ایک جست میں اس تک پہنچا اور اسے گردن سے دبوچ کر اپنی طرف موڑا۔ایک جھٹکے سے ماسک کو چہرے پر سے اتارا۔

وہ جو پوری طرح شیطانیت میں دھت تھا دران کو یوں سامنے دیکھ کر

گنگ ہوا۔آنکھوں کو بار بار جھپک کر وہ اس بات کا یقین کر رہا تھا کہ اس کے سامنے کھڑا شخص وہی ہے جسے جویریہ پکار رہی تھی۔

دران کے جبڑے اور بند ہوتی مٹھی کے نیچے بازو کی رگیں ایک ساتھ تن کر ابھر گئی تھیں۔ہوا میں اٹھا مکا اس کے جبڑے پر کاری ضرب لگاتا اس کے زمین پر گرا چکا تھا۔

⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜

لفٹ کا دروازہ کھلتے ہی دران نے ایک جھٹکے سے اسے زمین پر پھینکا۔شیون نے حواس باختہ ہو کر ارد گرد دیکھا۔وہ تہہ خانے کی گیلری میں اوندھے منھ لیٹا تھا۔وہ نیم برہنہ حالت میں تھا۔ہاتھ پیچھے باندھ رکھے تھے اور منہ پر بھی سیاہ پٹی باندھ رکھی تھی۔

دران اسے گیلری میں گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا اور تمام لڑکیاں حیرت سے بھاگ بھاگ کر سلاخوں تک آ رہی تھیں۔

⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜

شیون نے سرخ ہوتا چہرہ اوپر اٹھایا۔دران نے اس کے چہرے کا حشر کر

دیا تھا۔اس کی بائیں آنکھیں سرخ ہو کر سوزش کے باعث اوپر کو ابھری ہوئی تھی۔بکھرے بالوں اور چہرے پر جا بجا مکوں کے نشان لئے وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی دران اور جویریہ کی طرف اور کبھی سلاخوں کے پیچھے چمکتی آنکھوں والی بوسیدہ اور بے حال لڑکیوں کو طرف دیکھ رہا تھا۔جو اسے بے خوف آنکھوں کے ساتھ کسی بھوکے شیر کی مانند گھور رہی تھیں۔ایسا بھوکا شیر جس کے شکار میں اور اس میں صرف ان لوہے کی سلاخوں کا فاصلہ ہو۔

وہ لوگ اس وقت خفیہ تہہ خانے میں موجود تھے۔یہ شیون کی جیل تھی۔اسے وہ اپنی بنائی ہوئی دوزخ سمجھتا تھا اور خود کو یہاں موجود ہر ذی روح کا خدا مانتا تھا۔وہ یہاں ہزاروں کی تعداد میں موجود لڑکیوں کی زندگی حتی کہ ان کی سانسوں تک کا مالک خود کو سمجھتا تھا۔

دران نے اس کو کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہیں دی تھی۔وہ اسے پاگلوں کی طرح مار رہا تھا اور اس کی اتنی بڑی فوج میں سے کوئی ایک آدمی بھی اسے بچانے کے لیے نہیں پہنچا تھا۔اتنی سکیورٹی اور اتنی طاقت

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کے باوجود وہ اس وقت دران کے رحم و کرم پر تھا۔

دران کے گھونسوں اور مکوں میں ایک عجیب جنون تھا اس کی آنکھوں کی وحشت میں عجیب درد تھا۔یہ درد صرف جویریہ کی محبت اور اس کو پہنچائی گئی تکلیف کے لیے ہی نہیں تھا۔اس درد کے پیچھے،اس کے وجود کے ہر زخم کی چبھن تھی۔اس کی ماں اس کی پیدائش سے پہلے ہی مکمل طور پر نشے کی لت میں جکڑی جا چکی تھی۔

اس کی پیدائش کے چند ماہ بعد ہی کنز کو یہ احساس ہونے لگا کہ وہ اس پر بہت بڑی ذمہ داری بن گیا ہے۔وہ اس کے خرچے پورے کرتی یا پھر اپنے نشے کا خرچہ اٹھاتی،آخر کار تنگ آ کر وہ اسے اسفند کے حوالے کرنے کے لیے پاکستان پہنچ گئی تھی اور وہاں سے شروع ہوئی تھی اس کے درد کی داستان،اس کی محرمیوں کی داستان،اس کے دکھوں،وحشتوں کی داستان،تنہائی اکیلے پن اور مظلومیت کی داستان۔

دران کو اپنی تمام اذیتیں اور درد کی وجہ آج شیون لگ رہا تھا۔وہ اسے جان سے مار دیتا لیکن اس کی جان اتنی آسانی سے نکل جائے وہ یہ نہیں

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

چاہتا تھا،اسی لیے اسے گھسیٹتے ہوئے یہاں تک لے آیا۔

وہ اور جویریہ اب شیون کے ساتھ تہہ خانے میں موجود تھے جبکہ زک وہاں آفس سے تمام معلومات اکٹھی کر رہا تھا اور ایجینسی سے رابطہ کر کے،اگلے لائحہ عمل سے پہلے،ان تمام معلومات کو بروقت ان تک پہنچا رہا تھا۔

دران نے شیون کو جیل کے کمروں کے وسط میں موجود گیلری میں لا کر پٹخا جبکہ جویریہ وہیں تہہ خانے کے داخلی دروازے کے پاس لگے بورڈ کے پاس کھڑی تھی۔اس بورڈ پر موجود ایک بٹن سے تمام کمروں کے دروازوں کے لاک خود بخود کھل جاتے تھے۔دران اس وقت پھر سے چہرے پر ماسک پہنے ہوئے تھا جو اس نے صرف شیون کو اپنا چہرہ دکھانے کے لیے اتارا تھا۔

دیکھو،تم سب پر ظلم ڈھانے والا آج تم سب کے حوالے ہے۔اس کا کیا کرنا ہے؟یہ تم سب اچھے سے جانتی ہو۔تم سب آج سے آزاد ہو۔باہر آؤ اور کچل دو اس ظالم کو۔

دران نے جبڑے بھینچے چلاتے ہوئے انگیرزی زبان میں کہا اور جھک کر ایک جھٹکے سے شیون کے منھ پر سے پٹی کھول دی۔پٹی کا کھلنا تھا کہ وہ چلا اٹھا۔

ایسا مت کرو۔دیکھو میں تمہیں وہ لڑکی دیتا ہوں۔تم اسے لے جاؤ۔ان سب کو بھی لے جاؤ۔جتنی چاہو دولت لے لو۔مجھے چھوڑ دو۔

وہ گڑگڑا رہا تھا۔دران نے جویریہ کی طرف دیکھا اور پھر آہستگی سے آنکھیں بند کر کے کھول دیں۔اشارہ ملتے ہی جویریہ نے برقی رفتاری سے حکم کی تعمیل کی اور بورڈ پر لگے بٹن کو دبا دیا۔جیسے ہی بٹن نیچے ہوا۔کڑک،کڑک کی آوازوں کے ساتھ تمام کمروں کے لاک کھل گئے۔لڑکیاں حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات لئے باہر نکلیں اور پھر جیسے ہی شیون پر نگاہ پڑی جو خوف کے مارے سر کو نفی میں ہلا رہا تھا۔دروازوں کے آگے پہلے سے رکھی ہوئی بلٹیں،زنجیریں اور چاقو لے کر اس پر جھپٹ پڑیں۔

لڑکیاں اسے بے دردی سے مار رہی تھی۔اس کے جسم پر ہر جگہ

کوڑے،زنجیریں اور چاقو برس رہے تھے۔وہ درد سے چلا رہا تھا،بالکل ویسے ہی جیسے وہ سب لڑکیاں چیختی اور چلاتی تھیں جب ان کے نازک جسموں پر وہ ان سب چیزوں کے ساتھ ظلم کرتا تھا اور ان کی روح تک کو چھلنی کر دیتا تھا۔

ہر لڑکی آنکھوں میں خون لئے خود پر ہوئے ہر ظلم اور زیاتی کا بدلہ لے رہی تھی۔اتنی ساری لڑکیوں میں شیون دب کر رہ گیا۔پہلے پہل اس کے چیخنے کی آوازیں آتی رہیں لیکن پھر وہ بھی دب گئیں۔وہ مر چکا تھا۔لیکن اس آخری لڑکی تک نے اسے مارا تھا جس کا کوڑا ابھی اس تک نہیں پہنچا تھا۔وہ اس کی لاش کو بھی مار رہی تھیں پیروں میں نوچ رہی تھیں۔اس کے چہرے اس کے جسم پر وار کر رہی تھیں۔ہزاروں کی تعداد میں لڑکیون نے چند سکینڈ میں ہی اسکے پرخچے اڑا دیے تھے۔

وہ دران کے ساتھ کھڑی نم آنکھوں اور پرسکون چہرے کے ساتھ اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔آنکھوں کی نمی آج خوشی کے باعث تھی۔وہ خوشی جو اس کی روح کو پرسکون کر گئی تھی۔شیون کی موت فقط اس کی

آزادی کا پروانہ نہیں تھی ،ہزاروں لڑکیاں اس ظالم انسان کے ظلم سے آزاد ہوئی تھیں۔شیون جیسے شیطان کے چیلے اور وقت کے فرعون دنیا میں آتے رہتے ہیں لیکن اللہ جب اپنی رسی کھینچنے پر آتا ہے تو سب نیست و نابود کر دیتا ہے۔اس کی طاقت کے آگے شیون کی بے پناہ طاقت اور حفاظتی تدابیر سب ناکام ہو چکی تھیں اور وہ ایک مسلے ہوئے کیڑے کی طرح اپنی ہی بنائی ہوئی دوزخ میں فرش پر پڑا تھا۔

جوی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ جو دران کے ساتھ کھڑی سامنے کے منظر کو دیکھ کر اللہ کی شان کے بارے میں سوچ رہی تھی،بائیں طرف سے آتی آواز پر چونک کر اس نے چہرے کا رخ پھیرا۔تمنا خوشی سے چمکتی آنکھیں لئے کھڑی تھی۔وہ حیرت اور خوشی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

تمنا۔۔۔

جویریہ نے ایک سکینڈ کے نناوے حصے میں اسے پہچان کر اس کا نام پکارا اور بے ساختہ اس کی طرف بڑھی۔کچھ لوگ بہت مختصر ملاقات

میں بھی آپ کے ذہنوں پر بہت گہری چھاپ چھوڑ دیتے ہیں۔ایسی چھاپ کہ آپ کبھی بھی انہیں بھلا نہیں سکتے ہیں۔

تمنا اس کی زندگی میں آنے والے لوگوں میں سے ایک ایسی ہی شخصیت تھی،جس نے چند دنوں میں ہی اسے بے حد متاثر کیا تھا۔

تمنا کے گلے لگی وہ بے اختیار رو دی۔اس جہنم میں گزارے ان تمام دردناک لمحوں میں وہ اس کے لیے ایک ٹھنڈی پھوار کی مانند تھی۔تمنا کو نماز پڑھتا دیکھ کر ہی تو اسے اس بات کا احساس ہوا تھا کہ جن گناہوں کے مرتکب آپ اپنی رضا سے نہیں ہوتے،اللہ کے نزدیک ان گناہوں کی گندگی کوئی معنی نہیں رکھتی۔

وہ آپ کی روح کی پاکیزگی کو دیکھتا ہے۔یہی وجہ تھی تمنا اپنے غلاضت کا شکار ہوئے وجود اور چھلنی روح کے باوجود اللہ کی بارگاہ میں پر سکون ہو کر سجدہ کرتی تھی۔اس کے چہرے پر پانچ وقت کا اطمینان اس کی روح کی پاکیزگی اور اللہ پر کامل یقین کے باعث تھا۔وہ یہ نہیں دیکھتی تھی کہ وہ اس وقت کس جگہ پر ہے،وہ یہ نہیں سوچتی تھی کہ اس کو

شیون کس گندے کام کے لیے استعمال کرتا ہے۔وہ تو بس یہ جانتی تھی کہ اس کی روح پاک ہے اور اس کا مالک اللہ ہے اور اللہ جس حال میں بھی رکھے اس کے آگے سجدہ کرنا لازم ہے شکوہ کرنے والے اور اپنی نصیب کو الازم دینے والے کبھی اس سکون کو محسوس نہیں کر سکتے جو تمنا کیا کرتی تھی۔یہی وجہ تھی کہ آج اللہ نے اس کی آزمائش ختم کر دی تھی۔

دران اب لڑکیوں کو تہہ خانے سے نکلنے کے بارے میں رہنمائی کر رہا تھا۔ان سب لڑکیوں کے لیے باہر چائنہ کی حفاظتی ٹیم آ چکی تھی۔ایجنسی نے اپنی ٹیم کو مخفی رکھتے ہوئے،اس جگہ کی ساری معلومات ایک انجان ذرائع کے ذریعے چائنہ پولیس تک پہنچا دی تھی۔خبر پہنچتے ہی ان کی رسکیو فوج اس انجان جگہ میں قید ہوئی لڑکیوں کو بازیاب کروانے پہنچ گئی تھی۔

بعد ازاں مزید یہ بات پتہ چلی کہ یہ جیل صرف ان لڑکیوں سے ہی نہیں بہت سے لڑکوں اور بوڑھے لوگوں سے بھی بھری ہوئی تھی۔تہہ

خانے کے اگلے خفیہ دروازے کے پیچھے ایک اور دردناک داستان رقم تھی۔یہاں مرد،کم سن بچے اور بوڑھے بھی قید تھے۔بہت سے ایسے افراد جن کو یہاں قید میں برسوں بیت گئے تھے۔وہ شیون کی فوج کے ہی باغی لوگ تھے جو شاید اس دلدل سے نکلنے کی کوشش کرتے پکڑے جاتے تھے اور ان کو لا کر یہاں قید کر دیا جاتا تھا۔

چینی حکام اور پورے ملک میں یہ خبر تیزی سے پھیل چکی تھی۔چین اپنے ہی ملک میں موجود اس وحشت ناک اور بھیانک جگہ کی نشاندہی پر حیرت کا اظہار کر رہا تھا۔ان کے مطابق وہ اس علاقے اور یہاں ہونے والی تمام کاروائیوں کے بارے میں بالکل بے خبر تھے۔جہاں سب لوگ سامنے کے دروازے سے نکل رہے تھے۔وہاں صرف تین لوگ تھے جو اس جگہ کے خفیہ راستے سے ہوتے ہوئے باہر نکل رہے

تھے۔دران،جویریہ اور زک کو لے کر ان کے خفیہ نقشے کے ذریعے یہاں سے باہر جا رہا تھا،جہاں ایجنسی کا ہیلی کاپٹر پہلے سے ان کے انتظار میں تھا۔

چین کی پولیس نے آپریشن شروع کیا،اس عمارت کا مضبوط گیٹ ایک دھماکے سے توڑ دیا گیا اور بعد ازاں چینی پولیس کے مطابق اس خفیہ جگہ سے چونیتس ہزار سے زیادہ اغوا کار خواتین،مردوں اور کم سن بچوں کو مختلف جگہوں سے نکالا گیا۔عہدیداروں نے بتایا کہ ان مغویوں کو جسم فروشی ،جسم کے اعضا کی فروخت اور منشیات کی سمگلنگ کے لیے زبردستی استعمال کیا جاتا تھا۔عجیب غریب اور جدید طرز پر تیار کی ہوئی اس جگہ سے بہت سی لاشیں بھی نکالی گئیں جس میں سے ایک لاش شیون کی بھی تھی جس کی شناخت کرنا بھی مشکل تھی۔

اس واقع کے بعد چینی وزارت نے اسمگلنگ کے خلاف اپنا سخت موٴقف اپنانے کا عزم کر لیا تھا۔چین کی پولیس مکمل طور پر چوکنی ہو چکی تھی اور ایک خفیہ ذرائع سے موصول ہونے والی رپورٹ کے مطابق انہوں نے مزید 195،3 اسمگلنگ گروہوں کے خلاف چھاپوں میں 660،8 مغوی بچوں اور 458،15 خواتین کو بھی بازیاب کرایا۔بہت تجسس اور کھوج کے باوجود انہیں اس آدمی کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ملی

سکی تھیں جس نے یہ سب کاروائی میں ان کی مدد کی تھی۔لڑکیوں نے جس چہرے کے بارے میں بتایا دنیا میں ایسی شکل کا کوئی آدمی موجود نہیں تھا۔

بہت سی اغوا کار لڑکیوں کو شناخت کے بعد ان کے مطلوبہ ممالک میں بھجوا دیا گیا تھا۔بہت سے بد حال قیدی ابھی بھی ہسپتالوں میں زیر علاج تھے۔بہت سے بڑے نام جو اس سب کاموں میں ملوث تھے ان کے نام سامنے آنے پر ان کی گرفتاریاں بھی عمل میں لائی جا رہی تھیں۔

NEW ERA MAGAZINE.com

دوپہر کے دو بجے،امریکہ ائیر پورٹ کی انتظار گاہ میں معمول کی گہما گہمی تھی۔ارد گرد کی چہل پہل سے بے نیاز،وہ سر کو جھکائے انتظار گاہ میں لگی نشست پر براجمان تھا۔تھکا سا چہرہ،بڑھی ہوئی شیو،وہ چند ماہ پہلے اسی ائیر پورٹ پر اترنے والا اسفند ہر گز نہیں تھا۔اس کے پاؤں کے پاس نیچے پڑا اس کا سفری بیگ اس بات کی نشاندہی کر رہا تھا کہ وہ روانگی کے لئے یہاں موجود ہے۔کھلے پائنچے والی سیاہ پینٹ پر کوٹ پہنے وہ

افسردہ اور بے حال بیٹھا تھا۔

اسفند۔

اس کے بالکل سامنے کھڑے ہو کر اسے کسی نے پکارا تھا۔اسفند نے موندیں آنکھیں کھولیں۔سفید دودھیا پاؤں سرخ جوتوں میں مقید،سیاہ چمکتے فرش پر موجود تھے۔کنز پارکر۔۔۔

ہاں وہ کنز پارکر ہی تھی جو اس کے سامنے کھڑی تھی۔اسفند نے سرعت سے چہرہ اوپر اٹھایا ،وہ سرخ لمبے کوٹ میں ملبوس،دلکش چہرے پر پریشانی سجائے کھڑی تھی۔نوین سے علیحدگی کے بعد دوسرے دن ہی وہ اس کے فلیٹ سے چلی گئی تھی اور آج پورے دو ماہ بعد اس کے سامنے کھڑی تھی اور اس کے چہرے کے تاثرات سے صاف ظاہر تھا کہ ان دو ماہ میں اس کی زندگی میں کتنی بھیانک تبدیلیاں آ چکی تھیں ان کے بارے میں اسے آگاہی ہو چکی تھی۔

اسفی تم نے مجھے کچھ بتایا کیوں نہیں؟میں تمھیں پورے دو ماہ سے تلاش کر رہی ہوں اور آج تمھارے آفس کے ہی ایک آدمی سے سب

پتا چلا۔

وہ میں۔۔۔۔۔

اسفند نے بیچارگی سے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے کہ وہ غصے سے گھورتی ہوئی اس کے ساتھ والی نشست پر براجمان ہوئی۔

مانا نوین سے علیحدگی کے بعد ہمارا کوئی رشتہ نہیں رہا تھا لیکن اتنے دن ہم ساتھ رہے دوست جیسا ناطہ تو تھا نہ۔تمہارے ساتھ اتنا کچھ ہو گیا اور تم نے مجھے بتانا تک گوارا نہیں کیا اور اب چپ چاپ بنا بتائے پاکستان جا رہے ہو۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آپ کا شکوہ بجا ہے لیکن جب خونی رشتے ہی کھوکھلے نکل آئیں تو دوست اس چھاج کی طرح لگتے ہیں جسے دودھ کا جلا پھونک پھونک کر پیتا ہے۔

اسفند نے پھیکی سی مسکراہٹ سجائے معنی خیز جملہ اچھالا تو وہ الجھ کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

مطلب میں سمجھی نہیں۔

میری جاب ختم ہونے اور جیل جانے کے پیچھے نوین بھائی کا ہاتھ تھا۔

کیا!

جی بالکل یہ سچ ہے۔آپکی طلاق کے بعد اور ان کی حقیقت پتا چلنے کے بعد مجھ سے رہا نہیں گیا۔میں ان سے ملنے اور انہیں سمجھانے گیا۔

اوہ تم نے یہ سب کیوں کیا؟

کنز کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہوا۔

کیوں نہ جاتا۔وہ میرے چچا زاد بھائی ہیں۔میں نے انہیں بتا دیا کہ مجھے سب پتا چل گیا ہے اور ان کو کہا کہ وہ یہ سب چھوڑ دیں ورنہ میں پاکستان سب کو بتادوں گا۔

اسفند نے تھوک نگلا۔کنز سانس روکے بے یقینی سے اس کی بات سن رہی تھی۔

میں ان کو یہ دھمکی دے کر واپس آ گیا لیکن نہیں جانتا تھا کہ ان کے

اثر و رسوخ اتنے کمزور نہیں ہیں۔جب میں اگلے دن آفس پہنچا تو مجھ پر آفس میں کرپشن کا بہت بڑا الزام لگ چکا تھا۔میرے آفسر نے مجھے جیل میں ڈال دیا۔

کنز نے بے ساختہ تاسف سے منہ پر ہاتھ رکھا۔

دو ماہ جیل کاٹنے کے بعد میرے آفس کے ایک کولیگ کو مجھ پر رحم آیا وہ یہ سب جانتا تھا کہ مجھے پھنسایا گیا ہے اس نے وہاں سے میری بیل کروائی۔میں اس کے بعد پھر سے نوین بھائی کے پاس گیا۔

مجھے امید تھی کہ وہ میری مدد کریں گے لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا اور مزید کہا کہ تم اگر میرے بارے میں کسی کو بھی پاکستان میں بتاؤ گے تو میں انہیں بتا دوں گا کہ تم خود کتنا ذلیل ہو کر جاب سے نکالے گئے ہو اور اب یہ سب تم فقط مجھے بدنام کرنے کے لیے جھوٹ بول رہے ہو۔تمھارا ویزا ختم ہو رہا ہے اب چپ چاپ پاکستان لوٹ جاؤ۔ورنہ اب کی بار تمھاری بیل بھی نہیں ہونے دوں گا۔

اسفند کے لبوں پر درد بھری مسکراہٹ ابھری۔

وہیں مجھے پتہ چلا کہ مجھے جیل پہنچانے والا اور اب میری بیل کروانے والا کوئی اور نہیں میرا ہی چچا زاد بھائی نوین ہی ہے جو اب پاکستان میں سب سے اپنا رشتہ ختم کر چکا ہے۔پاکستان میں بنائی گئ اتنی جائیداد اور وہاں اس کے انتظار میں آنکھیں بچھائے رشتوں سے اسے کوئی سروکار نہیں رہا۔

اسفند نے بات ختم کی اور پھر سے سر جھکا لیا۔کنز اس کے ساتھ بالکل ساکن بیٹھی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تم پاکستان نہیں جاؤ گے۔

کنز نے سپاٹ چہرے کے ساتھ کہا تو اسفند نے چونک جھکا سر اوپر اٹھایا۔بغور کنز کے چہرے کی طرف دیکھا۔وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی تھی۔

لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔میں اگر یہاں رک بھی جاتا ہوں تب بھی۔۔

تم مجھ سے شادی کر لو۔

وہ ہنوز سپاٹ لہجے میں سامنے غیر مرئی نقطے پر نگاہ جمائے بیٹھی کہہ رہی تھی۔

! کیا

اسفند نے حیرت سے پوری آنکھیں کھولیں۔کنز نے پرسکون انداز میں چہرے کا رخ اس کی طرف پھیرا۔

ہاں تم مجھ سے شادی کر لو۔یہاں مستقل ہونے کے لیے تمہیں کسی سے تو شادی کرنی پڑے گی تو مجھ سے کر لو۔

لیکن۔۔۔۔مہ۔۔۔میں۔

نوین خود کو سمجھتا کیا ہے۔تم ہرگز پاکستان نہیں جاؤ گے۔میں اسے دکھاؤں گی کہ رشتے کیا ہوتے ہیں۔چلو میرے ساتھ،تمہیں ڈرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔

وہ ایک دم سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں۔ایسا محسوس ہو رہا تھا وہ کسی بدلے کی آگ میں جل

رہی ہو۔

نہ۔۔نہیں کنز۔۔۔

چپ بالکل چپ۔اٹھو ابھی فوراً۔

اسفند کے تذبذب پر اس نے گھور کر دیکھا اور پھر اس کے بازو کو کھینچتے ہوئے وہاں سے اٹھا دیا۔وہ بے بسی سے سفری بیگ کو اٹھاتا ہوا اس کے سنگ واپس چل دیا۔ائیر پورٹ پر پاکستان روانگی کی پروان کے بارے میں اناؤنسمنٹ ہو رہی تھی اور وہ کنز پار کر کے ہمراہ ائیر پورٹ سے باہر جا رہا تھا۔

رات کے اندھیرے اس پہاڑی علاقے کے مضافات کو مکمل طور پر اپنی لپیٹ میں لے چکے تھے۔پہاڑوں کی اونچائی پر جلتی یہ روشنیاں یہاں موجود خوبصورت ریزورٹس کی تھیں۔

انہی ریزروٹ میں سے ایک ریزورٹ کے لکڑی کے بنے شفاف فرش پر ہلکے جامنی رنگ کی پوشش والے کاؤچ پر براجمان دران سر جھکائے

موبائل سکرین کو اوپر نیچے اچھال رہا تھا۔وہ لوگ اس وقت چین کے ہی ایک پہاڑی علاقے میں بنے ریزروٹ میں موجود تھے۔

ایجینسی نے تینوں کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے یہاں پہنچایا تھا۔صبح سے رات تک وہ زک کے ساتھ لیپ ٹاپ پر کام کرتا رہا جبکہ جویریہ ریزورٹ میں موجود کمرے میں سوتی رہی۔

سو کر باہر آئی تو وہ دونوں ویسے ہی مصروف تھے۔وہ جو کچھ دور صوفے پر آ کر بیٹھی گئی۔بظاہر تو نگاہیں ٹی وی سکرین پر جمی تھیں لیکن کان مسلسل دران اور زک کی باتوں پر لگے تھے۔

دران زک سے اسے پاکستان بھجوانے کے متعلق بات کر رہا تھا۔دران کی اس بات پر اس کا دل ڈوب گیا۔کچھ دیر اور باتیں کرنے کے بعد زک گڈ نائیٹ کہتا ہوا ریزورٹ سے باہر نکل گیا۔ایجنسی نے اس کے لیے الگ ریزورٹ بک کروایا تھا۔

زک کے کمرے سے باہر جاتے ہی وہ حواس باختہ سی دران کے پاس آ کھڑی ہوئی۔اُسی نیلی فراک کو زیب تن کئے اور سرخ شال کو کندھوں

پر لیپٹے سارا دن سوئی ہوئی سوزش زدہ آنکھیں لئے،وہ دران کی آخری بات پر پریشان ہو گئی تھی۔

دران مجھے پاکستان کیوں بھیج رہے ہیں؟مجھے نہیں جانا ہے پاکستان۔

جویریہ کی اچانک آنے والی آواز پر اس نے موبائل پر سے نگاہیں اوپر اٹھائیں۔وہ اس کے سر پر پریشان چہرہ لئے کھڑی تھی۔اچھا تو اس نے سب سن لیا۔

ہمیشہ کے لیے تھوڑی بھیج رہا ہوں۔بس کچھ مسائل ہیں وہ حل ہو جائیں پھر میں خود لینے آ جاؤں گا۔فکر مت کرو وہاں تمہارے رہنے کا مکمل انتظام ہے۔

کیا مسائل ہیں ایسے جو مجھے خود سے اتنا دور بھیج رہے ہیں۔

غصے میں رعب سے کہتی برجستہ وہ اتنی بے تابی ظاہر کر گئی کہ دران کی سنجیدگی ایکدم سے شوخی میں تبدیل ہوئی۔ہاں یہ پچھلے ایک دن میں ان کے درمیان ساری غلط فہمیاں دور ہو چکی تھیں لیکن وہ بیوی تھی

ایسی بیوی جس کو اس کی بے پناہ محبت پر یقین ہو کر بھی نہیں تھا۔

وہ موبائل کو سامنے میز پر رکھے،مسکراہٹ دباتے ہوئے کھڑا ہوا جبکہ وہ خفگی اور پریشانی چہرے پر رقم کئے اب بھی اسے گھورنے میں مصروف تھی۔

ویسے میں نے سنا ہے کہ بیویاں ہمیشہ میکے جانے کے لئے بےتاب ہوتی ہیں۔تم تو واقعی سب سے الگ ہی نکلیں۔

میں آپ سے مسائل کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔ایسے کیا مسائل ہیں جو مجھے یوں خود سے الگ کر رہے ہیں؟

دران کی شوخی پر اس کے غصے میں رتی بھر بھی فرق نہیں آیا تھا۔دران نے بغور اس کے خفا چہرے کو دیکھا اور پھر گہری سانس خارج کرتے ہوئے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے سنجیدگی سے گویا ہوا۔

برھان کو ہاروی اور بروس نے اغوا کر لیا ہے۔وہ دونوں خود بھی غائب ہیں۔سبرینا سمیت سب گھر والے بہت پریشان ہیں۔

دران کی بات پر اس کی خفگی ایکدم سے ہوا ہوئی اور چہرے پر پریشانی پھیل گئی۔برھان،ہاروی اور بروس کی تمام سازش کے بارے میں وہ اسے سب بتا چکا تھا۔اس نے دران سے برھان کو سبرینا کی خاطر معاف کر دینے کا وعدہ بھی لے لیا تھا لیکن اب یہ خبر پریشان کن تھی۔

اوہ۔اب کیا ہو گا؟

کچھ نہیں وہ لوگ زیادہ دیر چھپ نہیں سکیں گے۔جس طرح چائنہ پولیس کو خفیہ رپورٹ جاری کی گئی ہے اس طرح امریکہ میں بھی جاری کر دی گئی ہے۔جس میں ہاروی پروڈکشن کا نام سب سے اوپر ہے۔امریکہ پولیس انہیں پاتال سے بھی کھوج نکالے گی۔

دران نے لب بھینچے متوازن لہجے میں وضاحت دی۔وہ اب بھی پریشان کھڑی تھی۔

بس مجھے برھان کو گرفتاری سے بچانا ہو گا۔میں یہ چاہتا ہوں اس سب میں تمھارا نام کہیں نہ آئے،اس لئے تمہیں کچھ عرصے کے لیے سب سے دور پاکستان رہنا ہو گا۔

دران کی آخری بات پر اس کے چہرے پر اداسی پھر سے سائے پھیلانے لگی۔اس اداسی میں انگنت وسوسے اور بے یقینی کی جھلک صاف واضح تھی۔دران نے چند سکینڈ گہری نگاہوں سے اس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھا۔اس کی سوچ کو پرکھنے میں ناکام ہوا تو سر جھٹک کر آہستگی سے اس کے سینے پر بندھے ہاتھوں کو کھولتے ہوئے اپنے ہاتھ میں لیا۔

تمھارے چہرے پر یہ بے یقینی مجھے بہت تکلیف دیتی ہے۔

بہت نرم اور اپنائیت بھرا لہجہ تھا۔وہ تو جیسے اس کے چھونے پر بکھر گئی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

آپ مجھے چھوڑ تو نہیں رہے؟

اف۔۔۔اف۔۔۔آنسوؤں میں روندھائی بھاری آواز تھی اور پھر ٹپ ٹپ آنسو اس کی موٹی آنکھوں سے گر کر گال بھگونے لگے۔دران نے تڑپ کر اسے قریب کیا۔وہ تو بے جان ہو رہی تھی۔کیا سچ میں وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ سب مقصد پورا ہونے کے بعد وہ اسے چھوڑ رہا ہے۔اف۔۔ایک تو اس کی سوچ وہ جان نہیں پاتا تھا۔پتا نہیں اب وہ کیا

غلط غلط سوچ رہی تھی۔

جویریہ۔۔۔

اس کے ہاتھوں کو چھوڑ کر محبت سے اس کے چہرے کو اپنی دونوں مضبوط ہتھلیوں میں بھر لیا۔

نہیں ہر گز نہیں۔میں تمہیں کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔میں نے تو ایجینسی کو بھی ہمارے رشتے کے بارے میں بتادیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مجھے تمہیں سب بتانے کی اجازت دے دی تھی۔

وہ محبت سے اسے سمجھا رہا تھا لیکن وہاں تو کسی بھی صفائی کا جیسے کوئی اثر نہیں تھا۔رونے کی رفتار مزید تیز ہو چکی تھی۔وہ مضبوط اعصاب کی مالک لڑکی اس کی محبت میں کتنی کمزور تھی۔

آنکھیں میچ کر مسلسل آنسو بہاتی نمکین سے حسن کی مالک،اس کی محبت اس کے جذبات کی واحد حق دار تھی۔اس کی لانبی پلکیں آنسوؤں سے تر تھیں۔گھنگرالے بالوں کی چند لٹیں چہرے کے گرد کانوں سے نیچے

گردن کی ہڈی کو چھو رہی تھیں۔وہ اسے کھونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔اس کے سب غموں کو خود میں سمیٹ لینے والی،اس کے روم روم میں محبت کے جذبات بھر دینے والی،عزیز جان تھی وہ۔ دران نے بے اختیار اپنے چہرے کو اس کے چہرے کے قریب کیا۔

لگتا ہے تمہیں ایسے یقین نہیں آئے گا۔کوئی اور طریقہ آزمانہ چاہیے۔

دران کی شوخ مگر خمار آلودہ آواز پر اس نے بھیگی پلکیں بے یقینی سے اوپر اٹھائیں۔وہ چہرہ اس کے چہرے کے بہت قریب کئے ہوئے تھا۔آنکھیں جیسے ہی اٹھیں اس کی نگاہوں سے جا ملیں جہاں سر اٹھاتے انگنت جذبے اس کو سمٹنے پر مجبور کر گئے۔دران کا یہ روپ اس کی آنکھوں میں جذبات کی گہرائی وہ رونا بھول گئی۔

تمہیں اس رشتے کی سچائی اور محبت کی سچائی پر یقین دلانے کے لئے اب بس وہی طریقہ استعمال کرنا ہو گا۔چاہتا تو یہ تھا جب تم پاکستان سے آؤ گی تب لیکن اب مجبوری بن گئ ہے۔

دران نے اس کی کھلی آنکھوں میں محبت سے جھانکتے ہوئے معنی خیز

جملہ ادا کیا تو وہ جھینپ کر نگاہیں جھکا گئی۔اب پلکیں گالوں پر لرز رہی تھیں،دل سینے میں دھڑک رہا تھا اور ریڑھ کی ہڈی میں عجیب سا ارتھ نیچے سے اوپر اور اوپر سے نیچے سفر طے کرنے لگا۔

دران نے آہستگی سے اس کا چہرہ چھوڑ کر کمر کے گرد بازؤ حائل کئے قریب کیا تو وہ سمٹ کر چھوئی موئی ہو گئ۔نگاہیں اب بھی جھکی تھیں۔

پوچھو گی نہیں وہ طریقہ کیا ہے؟

دران کی سرگوشی پر چہرے پر اڑتی ہوائیاں مزید گہری ہوئیں۔وہ تو جیسے اس کے ہر انداز سے محظوظ ہو رہا تھا یا پھر خود ہوش سے مفلوج تھا۔

پوچھو؟

دران نے کان کی لو کو چھوتے ہوئے رعب سے کہا تو وہ بےساختہ اکھڑتی سانسوں میں فرمابرداری سے سوال دہرا گئی۔

کیا ہے وہ طریقہ؟

بمشکل حلق سے آواز نکلی۔وہ جو بے خود ہو رہا تھا اس کے سوال پر خود

ہی خجل ہو گیا۔مبہم مسکراہٹ نے لبوں کو گھیراؤ کیا۔اس کی کمر سے گرفت ختم ہوئی اور چند قدم پیچھے ہوا۔

وہ جو اس لمحے کے طلسم میں یاقوت ناسفتہ کی مانند سرخ کھڑی تھی دران کے یوں خاموش ہونے اور پیچھے ہونے پر سراسیمگی سے لرزتیں پلکیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔وہ نچلے لب کو دانتوں میں دبائے اس لمحے کی گدگدی پر خود بھی شرما رہا تھا۔

جویریہ کے دیکھتے ہی خجل ہوتے ہوئے جلدی سے پیشانی سہلائی انداز ایسا تھا جیسے کچھ بھی سجھائی نہ دے رہا ہو۔وہ رونا بھولے اب مجسم ہوئی اس لمحے میں قید تھی جس کا سحر وہ کچھ دیر پہلے پھونک چکا تھا اور اب خود ہی شرما رہا تھا۔

چند سکینڈ گزرنے کے بعد جویریہ نے جیسے ہی قدم پلٹنے کے لیے آگے بڑھائے دران کے ہاتھ کی گرفت اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھامے قدم روک چکی تھی۔ وہ جس کو دل برسوں پہلے دے دیا تھا آج اس حسین رشتے کی شروعات میں اسے کیسے روک دیتی یا کیونکر خفگی میں

گنوا دیتی۔وہ ایسی گستاخ ہوتی بھی تو اس کی قربت کے آگے ایک نہ چلتی وہ دران تھا۔

نیلگوں پردوں والی کھڑکی کے کھلے پٹ سیاہ رات کی آغوش میں چاندی سے چمکتے چاند کا منظر دکھا رہے تھے۔ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے آسمان پر یہ چاند بھی کمرے کے منظر کو دیکھ کر شرما کر مسکرا رہا ہو۔

بیورلی ہلز میں رات کے اس آخری پہر میں بھی این لا سینیگا بلوڈ اپٹ کی اس عمارت کے بہت سے اپارٹمنٹس جگمگا رہے تھے۔انہی بیش قیمت شیشے کی طرح چمکتے اپارٹمنٹس میں سے ایک اپارٹمنٹ اس وقت دو نفوس کتنے گھنٹوں سے ایک ہی حالت میں براجمان تھے۔

جیسیکا انل کے سامنے والے صوفے پر دم سادھے، ہم تن گوش بیٹھی تھی اور انل اس کو دران کے متعلق بتا رہا تھا۔اس کے خواب توڑ رہا تھا۔وہ خواب جو ایک ہفتے سے اس کی آنکھیں جاگتے ہوئے بھی دیکھ رہی تھیں۔

اس نے جو کچھ بھی سوچا تھا واقعی ہی پس پشت کہانی بہت مختلف تھی۔انل کوئی اس کا خفیہ چاہنے والا شہزادہ نہیں تھا۔وہ تو بس کسی کے کہنے پر یہ سب کر رہا تھا۔لاؤنج کی خاموشی میں انل کی گھمبیر آواز گونج رہی تھی۔

دران اپنی ماں سے اپنی محرمیوں کے بارے میں سوال کرنا چاہتا تھا۔ان سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اسے یوں چھوڑ دینے کی آخر کیا وجہ تھی؟پاکستان سے اپنے انکل کی جائیداد کے کاغذات کے ساتھ اسے اپنی ماں کے بارے میں جو تھوڑی بہت معلومات ملیں اسی پر یہاں آ کر ان کی تلاش شروع کر دی ۔

جیسیکا بار بار نگاہ اٹھاتی اس کی طرف دیکھتی اور پھر جھکا لیتی۔اس کے بولنے کے لیے کچھ بھی نہیں بچا تھا،تب سے لے کر اب تک صرف انل ہی بول رہا تھا۔

ایک سال کی انتھک محنت کے بعد جب تم لوگ اسے ملے تو تم لوگوں کے حالات اور اپنی ماں کی صحت دیکھ کر اس نے اسطرح چھپ کر مدد

کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

جیسیکا کی نگاہوں میں بیتے ہوئے پلوں کے سارے منظر گھوم گئے۔وہ حالات واقعی ہی اس کی زندگی کے مشکل ترین اور درد ناک حالات تھے۔

کنز کی حالت برتر سے برتر ہو چکی تھی۔اس کے پاس نہ تو اس کی دوا کے لئے پیسے تھے اور نہ ہی نشے کے لئے۔ایک کمرے کا چھوٹا سا اپارٹمنٹ تھا جسکا کرایہ لینے کے لئے روز مالک ان کے گھر کے چکر لگاتا اور بدتمیزی کرتا تھا۔تب اچانک سے سب بدل گیا تھا۔اس کی ملازمت ہو گئی تھی اسے پیسے ملنے لگے تھے۔پرانی باتیں یاد کرتے ہوئے اس کی آنکھوں کی پتلیوں میں بھی آنسو جھلملانے لگے۔انل متواتر بول رہا تھا۔

تمہاری بیکری میں جاب، تمھاری ماں کے ہسپتال میں علاج سے لے کر تمہیں ہر ماہ پیسے بھیجوانے تک ،سب دران کرتا رہا ہے۔

وہ ہلکا سا چونکی تھی۔ہاں وہ اتنی بڑی بیکری میں اپنی ملازمت ہو جانے پر حیران تو بہت ہوئی تھی لیکن یہ سوچ کر خاموش ہو گئی تھی کہ وہ

ملازمت کے لیے اتنی جگہوں پر درخواست بھیج چکی ہے شاید کسی نے بیورلی ہلز میں اس کی درخواست منتقل کر دی ہو گی۔

اس دن کیفے میں بھی ہم دونوں وہاں موجود تھے اور تمہیں اس لڑکے سے بچانے کے لئے مجھے دران نے ہی کہا تھا۔

انل کی بات پر جیسیکا نے گہرا سانس لیا۔اچھا تو وہ سب بھی انل دران کے کہنے پر ہی کرتا رہا تھا۔پتا نہیں سب کچھ جاننے کے بعد بھی دل میں انل کے لیے پنپتے جذبات تبدیل نہیں ہوئے تھے۔سامنے بیٹھا یہ شخص اب بھی دل دھڑکنے کا سبب کیوں لگ رہا تھا۔انجانے میں ہی سہی لیکن وہ اس سے محبت کرنے لگی تھی۔

آہ لیکن سامنے بیٹھا یہ شخص۔۔۔وہ کتنے آرام سے کہہ گیا کہ وہ اس سے محبت نہیں کرتا ہے۔

دیکھو مجھے نہیں پتا کہ تم اب دران کے بارے میں کیا سوچ رہی ہو۔لیکن یہ سچ ہے کہ وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے۔اس کی ماں نے ایک سال بعد ہی باپ کے سپرد کر دیا،باپ نے اپنا پیار تو کیا نام تک

نہیں دیا۔یہاں آیا تو پتا چلا کہ تم اس کی بہن ہو، تمہیں بیکری کے شیشے سے پار گھنٹوں بیٹھ کر دیکھتا تھا۔تمہاری ضرورت کی ہر چیز تمہیں دستیاب رہے اور کوئی پریشانی نہ ہو اس لئے تمہیں ہر ماہ پیسے بھیجتا تھا۔

مجھے ان سے ملنا ہے۔

جیسیکا نے اچانک اس کی بات کاٹی تو وہ دفعتاً خاموش ہوا اور پھر چند سکینڈ کی خاموشی کی بعد مضطرب لہجے میں گویا ہوا۔

جسیی میں یہ سب کچھ۔۔۔جو تمہیں بتا رہا ہوں۔دران اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہے۔دراصل اس نے مجھے تمہیں کچھ بھی بتانے سے منع کر رکھا تھا۔وہ ابھی تمہیں اس بارے میں کچھ بھی نہیں بتانا چاہتا تھا۔دراصل وہ تمہیں باقی رشتوں کی طرح کھونا نہیں چاہتا،اسے یہ لگتا ہے جس بھی رشتے کو اس کے بارے میں پتا چلتا ہے وہ اس سے دور ہو جاتا ہے۔

انل نے دلگیر لہجے میں وضاحت دی اور پھر التجائی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

تم وعدہ کرو تم ابھی اسے کچھ نہیں بتاؤ گی۔

انل کے التجائی لہجے پر وہ سنجیدگی سے سر ہلاتے ہوئے ایک دم اپنی جگہ سے اٹھی۔سرعت سے صوفے کے بازو پر پڑا اپنا کوٹ اٹھایا اور آستئین چڑھانے لگی۔انل نے حیرانگی سے بھنویں سکیڑیں اور صوفے کی پشت سے ٹیک ہٹاتا آگے ہوا۔

کہاں جا رہی ہو؟

جہاں سے آئی تھی۔

بہت مختصر اور روکھا جواب تھا۔وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ اب اپنے کندھے پر بیگ کو لٹکا رہی تھی۔

رات بہت ہو گئی ہے۔صبح چلی جانا۔

انل اس کی بے رخی اچھے سے محسوس کر گیا تھا۔ہاتھوں پر وزن ڈالتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھا۔

نہیں صبح بہت دیر ہو جائے گی۔مجھے بیکری وقت پر پہنچنا ہے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

یہاں سے بیکری زیادہ نزدیک ہے۔

مجھے میرے گھر جانا ہے۔

اب کی بار اس کے لہجے میں سختی در آئی تھی۔وہ انل سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔یہاں رکنا اب محال تھا۔کل تک جس اپارٹمنٹ میں وہ بڑے حق سے دندانتی اس غلطی فہمی پر گھستی تھی کہ انل اسے دل و جان سے چاہتا ہے لیکن اب یہ پتا چلنے پر کہ دل و جان کیا وہ تو اسے چاہتا ہی نہیں ہے۔اندر کچھ چیخ رہا تھا۔وہ رونا چاہتی تھی۔چیخ چیخ کر رونا چاہتی تھی۔اتنے برسوں بعد ایک احساس نے اسے خوشی دی لیکن اب اس احساس کے ٹوٹنے کی کرچیاں سینے میں پیوست ہو کر اس کا دم گھوٹنے لگی تھیں۔

رکو جانا بہت ہی ضروری ہے تو میں چھوڑ آتا ہوں۔

چھوڑ دیا ہے تم نے۔

سپاٹ لہجے میں کہتی وہ تیز تیز قدم داخلی دروازے کی طرف بڑھا چکی

تھی۔انل جو اس کے آخری جملے کی چبھن کو محسوس کرتا ہوا وہاں جامد کھڑا تھا تیزی سے ایک طرف رکھا اوپری کوٹ اُٹھاتا اس کے پیچھے بھاگا۔اتنی رات کو وہ اسے کسی صورت بھی اکیلے جانے نہیں دے سکتا تھا۔پتا نہیں کیوں اس لمحے وہ اس کے لیے یہ سب دران کی بہن ہونے کے ناطے نہیں کر رہا تھا کچھ اور تھا لیکن کیا تھا؟وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

ﷺ

لکڑی کے سیاہ دروازہ کے تالے کی باہر سے کھلنے کی آواز ابھری اور کمرے میں گونج اٹھی۔پلنگ پر کمبل میں لپٹا وجود تھوڑ سا کسمسایا۔کتنے گھنٹوں کی خاموشی کے بعد یہ آواز سنائی دی تھی۔کلک کی آواز پر دروازہ کھلا اور ایک بیس،بائیس سال کے لگ بھگ لڑکا کھانے کے لوازمات کی ٹرالی گھسیٹتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

یہ چھوٹا اور بالکل بند ڈربہ نما کمرہ تھا ،جس میں ایک عدد پلنگ،لکڑی کی میز پر رکھی پانی کی بوتل اور ایک طرف باتھروم کموڈ کے علاوہ اور

کچھ موجود نہیں تھا۔جیسے ہی لڑکا ٹرالی کو گھسیٹتا ہوا آگے بڑھا۔پلنگ پر لیٹا وجود ایک جھٹکے سے کمبل کو اپنے اوپر سے اُٹھاتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

وہ برھان تھا۔بکھرے بال اور پریشان حال چہرہ،وہ پچھلے دو دن سے اس کمرے میں قید تھا۔ہاروی اور بروس نے اسے اچانک فلم کی شوٹنگ سے واپسی پر اٹھوا لیا تھا اور لا کر یہاں بند کر دیا تھا۔وہ لوگ خود بھی یہیں چھپے ہوئے تھے۔

ہاروی کو دران پر پہلے سے ہی شک تھا کہ وہ عام انسان نہیں ہے اور اب جویریہ کے لئے اس نے جیسے سب کچھ تہس نہس کر دیا تھا،وہ گھبرا گیا تھا۔

وہ دونوں یہاں چھپ تو گئے تھے لیکن یہ کافی نہیں تھا۔انہیں اپنی حفاظت کے لئے کچھ اور اقدامات بھی کرنے تھے اور برھان کا اغوا اسی بات کے پیش نظر تھا۔

کیا میں پوچھ سکتا ہوں؟آخر کو کیوں بند کر رکھا ہے مجھے یہاں؟

پلنگ پر سے اٹھتا ،وہ لڑکے پر چیخا تھا۔اس نے کل سے کچھ کھایا بھی نہیں تھا۔بھوک سے برا حال تھا لیکن اس وقت اسے اس قید کی وجہ جاننے میں زیادہ دلچسپی تھی۔اس کا موبائل چھین لیا گیا تھا۔کتنے گھنٹوں سے وہ بھوکا پیاسا یہاں بند تھا۔

لڑکا اس کی بات کا کوئی بھی جواب دیے بنا واپس پلٹنے لگا تو اس نے ایک جھٹکے سے اسے کندھے سے پکڑ کر اپنی طرف موڑا۔

مجھے ہاروی اور بروس سے ملنا ہے۔ان کو بلاؤ یہاں۔مجھے کیوں قید کیا ہے یہاں؟کوئی کچھ بتاتا کیوں نہیں۔

اب کی بار وہ اتنی زور سے چیخا تھا کہ سامنے کھڑے لڑکے نے آنکھیں میچ لیں اور اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا۔ایک جھٹکے سے دروازہ کھلا اور بروس تلملاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔برھان کے ہاتھ کی گرفت لڑکے کے کندھے پر سے ڈھیلی ہوئی اور وہ سرعت سے نگاہ اٹھائے پوری طرح بروس کی طرف متوجہ ہوا۔

چیخ کیوں رہے ہو؟

مجھے یہاں کیوں بند کر رکھا ہے۔کیا یہ صلہ ہے تم لوگوں کی مدد کا؟

برھان نے پیشانی پر بل ڈالے شکوہ کیا۔بروس نے لڑکے کو جانے کا اشارہ کیا اور خود پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسے غصے سے گھورتا ہوا آگے بڑھا۔

بکواس بند کرو اپنی۔تم نے ہماری کوئی مدد نہیں کی ہے بلکہ اپنے بھائی کی مدد کی ہے۔بیوقوف سمجھ رکھا ہے کیا ہمیں؟

بروس کی بات پر برھان نے حیرانگی سے بھنویں سکیڑ کر آنکھیں پھیلائیں۔

مطلب؟یہ۔۔۔یہ کیا کہہ رہے ہو؟میں اس کی مدد کیوں کروں گا؟ایک منٹ۔۔۔۔

برھان نے ذہن پر زور ڈالتے ہوئے ہاتھ کھڑا کیا۔

لڑکی تم لوگوں کو مل گئی۔سب کام اچھے سے ہو گیا پھر ایسا کیسے کہہ سکتے ہو اور مجھ پر الزام کیوں لگا رہے ہو؟

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

الزام۔یہ الزام نہیں ہے۔تم نے ہماری کوئی مدد نہیں کی بلکہ ہماری پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا۔دران نے اور تم نے مل کر ہمارے ساتھ گیم کھیلا اور اب پولیس جگہ جگہ ہمیں تلاش کر رہی ہے۔

بروس کا چہرہ پریشانی کی عکاسی کر رہا تھا۔برھان اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔اس کی باتیں سمجھ میں آنے تک وہ اور الجھ گیا۔

ک۔۔کیا مطلب؟

مطلب یہ کہ دران نے شیون کو مار دیا ہے۔ہمارے گروہ سے جڑے ہر بندے کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ہمارا سارا نظام تباہ ہو گیا ہے۔اب ہمارا کیریئر تو ایک طرف ہماری باقی کی زندگی تک خطرے میں ہے۔

در۔۔۔دران نے کیا یہ سب ! ل۔۔لیکن میں کچھ نہیں جانتا اس بارے میں اور میں نے اس کی کوئی مدد نہیں کی ہے۔تم لوگ مجھے یوں مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے ہو۔مجھے جانے دو یہاں سے میری بیوی اور والدین پریشان ہو رہے ہوں گے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

برھان نے ضبط سے لال ہوتے چہرے کے ساتھ کہا اور چند قدم آگے بڑھا۔

نہیں تم نہیں جا سکتے اور ہم تمہیں تب تک نہیں چھوڑیں گے ،جب تک دران گرفتاری کی فہرست میں سے ہمارے نام کو تلف نہیں کرواتا۔

بروس کا لہجہ دو ٹوک تھا۔برھان کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔وہ لوگ عام لوگ نہیں تھے۔جس کام کو وہ معمولی سمجھ کر لالچ میں آ گیا تھا اب اندازہ ہو رہا تھا وہ سب کتنے خطرناک تھے اور وہ کہاں پھنس چکا ہے۔

دران۔۔۔دران ایسا کیوں کرے گا؟وہ میرے لئے کچھ بھی نہیں کرے گا۔تم لوگ پاگل ہو گئے ہو کیا؟تم لوگوں نے جو کہا میں نے کیا اس کے بدلے میں تم لوگوں نے مجھے فلم دی بس ہمارا ساتھ یہیں تک تھا۔تم لوگوں کی اب اگلی کہانی کیا ہے؟میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا اور نہ مجھے جاننے میں دلچسپی ہے۔مجھے یہاں سے جانا ہے بس۔

برھان ناک کو بھینچے تیزی سے آگے بڑھا ہی تھا کہ بروس کے جھٹکے

نے اسے لڑکھڑا کر رکنے پر مجبور کر دیا۔

چپ چاپ وہاں بیٹھو سمجھے اور دران کو تمھارے لئے یہ سب کرنا ہی ہو گا،نہیں تو ہمارے ساتھ ساتھ تمہیں بھی ساری زندگی جیل کی ہوا کھانی ہو گی۔سمجھے ،چل اب لگا اپنی بیوی کو فون اور بول اس سے کہ دران سے کہے کہ وہ یہ سب کرے۔

بروس نے ایک جیب سے بندوق نکال کر اس پر تانی اور دوسرے ہاتھ سے عجیب و غریب سے موبائل کو ہتھیلی پر رکھ کر اس کے آگے کیا۔چند سکینڈ تو وہ حیرت میں ڈوبا کھڑا بروس کی طرف دیکھتا رہا اور پھر کانپتے ہاتھوں سے بروس کی ہتھیلی پر سے موبائل اٹھا لیا۔

دران کبھی اس کی مدد کے لئے نہیں آئے گا،الٹا دران کو یہ سب پتا چلا جائے گا کہ جویریہ کے اغوا میں وہ ملوث تھا۔

اس کی پیشانی پر پسینے کے ننھے قطرے چمک رہے تھے،ہاتھ کانپ رہے تھے۔وہ بہت برا پھنسا تھا۔دوسری طرف دوسری ہی گھنٹی پر فون اٹھا لیا گیا۔

دروازے پر بجتی مسلسل گھنٹی کے باعث وہ تیز تیز قدم اٹھاتی دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔اسفند سے شادی کئے اسے دو ہفتے ہو گئے تھے۔اس نے اسفند کی مدد نہ صرف اس سے شادی کر کی تھی بلکہ اس کو اپنے ہی کیفے میں ملازمت بھی دلوا دی تھی اور اب وہ دونوں پچھلے دو ہفتوں سے ایک ہی فلیٹ میں رہ رہے تھے۔

آج چھٹی کا دن تھا۔اسفند کچھ دیر پہلے ہی کسی کام سے گھر سے باہر گیا تھا۔

اس کے جانے کے کچھ دیر بعد ہونے والی گھنٹی پر وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ دروازے پر اسفند ہی ہے لمبے لمبے ڈگ بھرتی وہ دروازے پر پہنچی اور عجلت میں بنا پوچھے دروازہ کھول دیا۔دروازہ کھلتے ہی اسے ایک زور کا دھکا ملا۔وہ لڑکھڑا کر ایک طرف ہوئی۔ گھر میں داخل ہونے والا نوین تھا۔غصے میں لال چہرہ شیو بڑھی ہوئی۔وہ ایک پل کے لئے ششدر ہوئی۔

یہ کیا بدتمیزی ہے نوین؟

وہ چیختی ہوئی پلٹی جبکہ نوین لاؤنج کے وسط میں کمر کے دونوں اطراف پر ہاتھ رکھے غصے میں لال پیلا کھڑا تھا۔

بدتمیزی! اور تم جو کرتی پھر رہی ہو؟اسے کیا نام دو گی ہاں

اسے نہ صرف اس فلیٹ کا پتا چلا تھا بلکہ یقیناً اس کی اور اسفند کی شادی کی خبر بھی ہو چکی تھی۔کنز نے گہری سانس لی اور چند قدم آگے بڑھ کر اس کے مقابل آ کھڑی ہوئی۔

تم بھول رہے ہو شاید کہ تم مجھے چھوڑ چکے ہو۔رعب کس بات کا چلا رہے ہو۔میں تمھاری ملکیت نہیں ہوں اب۔

ہاں چھوڑ دیا ہے لیکن کیا تم اس کی سزا کے طور پر مجھے جلانے کے لئے اور میری ضد میں آ کر،میرے بھائی سے شادی کر لو گی۔

میں نے اسفند سے تمھیں جلانے کے لئے یا ضد میں شادی نہیں کی کی ہے۔اس نے مشکل میں میری مدد کی تھی۔میں نے اس کی کر دی۔

میری ضد میں کی ہے میں جانتا ہوں۔

تمہاری ضد میں کرنی ہوتی تو مارٹن سے کرتی جو آج بھی مجھ سے شادی کرنے کے لئے تیار ہے اور محبت کرتا ہے مجھ سے۔

تم مارٹن سے مل رہی ہو ! تم اس کے پاس کیوں گئی؟

اب کی بار تو نوین کے غصے میں اضافہ ہو چکا تھا۔وہ دانت پیستا ہوا اس پر جھکا تھا۔

کیا میں تمہیں جواب دہ ہوں؟

کنز نے غصے سے گھورتے ہوئے لب بھینچے۔

تم ہو۔

میں نہیں ہوں ۔میں جس سے بھی ملوں جس سے بھی شادی کروں یہ اب تمھارا مسئلہ نہیں ہے نوین اور نہ ہونا چاہیے۔

تم مارٹن کی نیت سے واقف ہو نہ؟تم نے مجھے تو میری ایسی غلطی کی سزا دے دی جو میں نے انجانے میں بہک کر سر انجام دے دی اور

خود مارٹن جیسے گھٹیا انسان سے ملنا جلنا شروع کر دیا۔

تمہیں کیوں اتنی فکر ہے اب میری اور تم سے اچھا ہی ہے وہ بلکہ دنیا کا ہر مرد تم سے اچھا ہے۔

کنز نے چہرے کو آگے کرتے ہوئے زہر خندہ لہجے میں اس پر تیر برسائے۔وہ جھنجلا گیا تھا۔حالت سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اس کے بنا ٹوٹ چکا ہے لیکن اس محبت کو لے کر وہ کیا کرتی جب اسے احساس نہیں تھا اور اس کی خاطر وہ سب نہیں چھوڑ سکتا تھا جو وہ چاہتی تھی۔

کنزی تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔

کرتی تھی۔اب نہیں کرتی۔اب میں نفرت کرتی ہوں تم سے۔

نفرت کے لفظ پر اس کی کنپٹی کی رگیں تن گئی تھیں۔اس نے ایک جھٹکے سے کنز کو اپنے قریب کیا اور اس کا گلا دبوچ لیا۔

جھوٹ۔۔۔بالکل جھوٹ بول رہی ہو۔تم مجھ سے نفرت نہیں کر سکتی ہو۔

نوین چھوڑو مجھے۔مجھے درد ہو۔۔۔رہ۔۔رہا ہے۔

کنز کی گھٹتی آواز اور ہاتھ پاؤں مارنا ناکام جا رہا تھا۔نوین غصے میں بھرا اس کی حالت سے بے خبر ہاتھ کی گرفت کو مضبوط کر رہا تھا جب اچانک دروازہ کھلا اور اسفند جو کسی کام سے واپس لوٹا تھا سامنے کا منظر دیکھ کر حیرت سے پل بھر کو ساکن ہوا پھر پاگلوں کی طرح بھاگتا ہوا دروازے سے لاؤنج تک پہنچا۔

نوین بھائی یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟

قریب آ کر وہ نوین پر جھپٹ پڑا تھا۔نوین نے ایک جھٹکے سے دور کیا۔اسفند لڑکھڑا کر پھر سے آگے بڑھا اور اب کی بار زیادہ قوت سے اس کے بازو کو جھٹکا۔

نوین بھائی چھوڑیں انہیں۔

نوین کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑتے ہی کنز بری طرح لڑھک کر اسفند کے گلے لگی۔وہ بری طرح کھانس رہی تھی جبکہ اسفند اس کی پشت سہلا

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

رہا تھا۔نوین آنکھیں چندھی کئے اب سامنے کے منظر کو دیکھ رہا تھا۔

چند سکینڈ یونہی گزرے جب اچانک تالی بجنے کی آواز گونجی۔اسفند نے چونک کر نگاہ اوپر اٹھائی۔

اوہ۔۔۔خوب۔۔۔اب سمجھا میں سب۔

نوین تالی بجاتا استہزائیہ مسکراہٹ لبوں پر سجائے ہوئے تھا۔

تم ٹھیک کہہ رہی تھی کنزی۔تم نے مجھے جلانے یا میری ضد میں شادی نہیں کی بلکہ محبت میں شادی کی ہے۔دونوں کا اکٹھے میرے گھر سے نکلنا اور پھر ایک ساتھ رہنا۔

نوین انگشت کو ہوا میں دائیں بائیں جھلاتا طنزیہ لہجے کے ساتھ بات کرتا ہوا چند قدم آگے بڑھا۔وہ دونوں ناسمجھی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

واہ کیا منصوبہ تھا۔داد دینی پڑے گی تم دونوں کو۔

نوین نے استہزائیہ لب باہر نکالے اور پھر غصے سے پھنکارتا ہوا اسفند کی

طرف متوجہ ہوا۔

اور تم۔۔۔

غصے سے انگلی اسفند کی طرف تانی جبکہ کنز اب سانس بحال کرتی ہوئی اسفند کے دائیں طرف کھڑی تھی۔

گھٹیا انسان تم تو میرے بھائی تھے۔میری ہی بیوی پر گندی نظر رکھی۔شرم نہیں آئی تمہیں۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نوین بھائی۔غلط بات مت کریں ایسا کچھ بھی نہیں جیسا آپ سوچ رہے ہیں۔

اسفند نے تذبذب میں اپنی صفائی پیش کرنی چاہی لیکن وہاں معاملہ بہت سنگین ہو چکا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ نرمی سے نوین کو سمجھاتا ہوا آگے بڑھتا۔نوین نے ایک دم سے جیب سے بندوق نکال کر ا س پر تان دی۔

اچھا کیسا ہے پھر بتاؤ۔

نوین۔۔۔یہ کیا کر رہے ہو؟

کنز ایک دم چیخ کر آگے ہوئی۔

میں اسے مار دوں گا۔

نوین نے زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ ایک نگاہ کنز کی طرف دیکھا اور پھر جبڑے بھینچتا ہوا اسفند کی طرف متوجہ ہوا جو تاسف سے نوین کی طرف دیکھ رہا تھا۔

نوین نیچے کرو گن،گولی چل جائے گی۔پاگل مت بنو۔

کنز اور اونچی آواز میں چیخی تھی لیکن اس پر تو جیسے کوئی اثر نہیں تھا۔

مار دوں گا میں اس کو۔

ٹھیک ہے پہلے مجھے مارو پھر اسے مارو اور جاؤ

کنز ایک دم سے بازو پھیلاتی اسفند کے آگے کھڑی ہوئی۔وہ غصے سے کانپ رہی تھی جبکہ اسفند اب بھی ساکن کھڑا تھا۔

ایک۔۔۔دو۔۔۔تین۔۔۔سکینڈ

تم۔۔۔

نوین نے غصے سے لب بھینچ کر بندوق نیچے کی اور جیب میں ڈال لی۔

میری بات کان کھول کر سنو۔چپ چاپ پاکستان واپس لوٹ جاؤ نہیں تو اگلی بار گولی تم دونوں کو چیرتی ہوئی آگے جائے گی۔

نوین نے انگلی اسفند کی طرف کرتے ہوئے دھمکی دی اور پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔کنز سرعت سے پلٹی اور اسفند سے لپٹ گئی۔وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

اسفند نے بے اختیاری میں اپنی بانہوں کا گھیرا اس کے گرد حائل کیا۔وہ اس وقت تکلیف میں تھی ،بے تحاشہ تکلیف اور اسفند کا یوں اس کے گرد بانہوں کو حائل کر دینا جیسے جلتے اعصابوں پر مرحم کی طرح تھا۔

وہ تھکن سے چور تھی اور اسفند کا یہ شفقت بھرا ساتھ اسے تقویت بخش گیا۔یہ کمزور لمحہ انہیں سب بھلا گیا تھا۔

رات کا پہر دھیرے سے سرکتے ہوئے دونوں کے بیچ وہ لمحہ لے آیا تھا

جس کے بارے میں دونوں نہیں سوچا تھا۔یہاں دلوں میں محبت نہیں تھی بس ایک رشتہ،ایک لمحہ یا پھر ایک دوسرے کی تکلیف کا احساس تھا۔

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

کراچی کا موسم گرم تھا لیکن ائیر کنڈیشن کمرے میں ماحول ٹھنڈا اور خوشگوار تھا۔جویریہ نے آہستگی سے مسکراتے ہوئے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائی جبکہ سنانا کی کھنکتی ہنسی پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔

مجھے تو اب ہنسی آ رہی ہے سوچ سوچ کر۔یاد ہے جب پہلی دفعہ دران بھائی کو دیکھا تھا؟بارش میں بھیگتے ہوئے اف۔۔۔۔

ہاں وہ لمحہ کیسے بھول سکتی ہوں۔

وہ دلکش مسکراہٹ کو گہرا کر گئی۔پاکستان پہنچے آج دوسرا دن تھا وہ سیدھا سنانا کے گھر آئی تھی۔سنانا کا شوہر اس کا بھی کزن تھا اور وہ بہت اچھا انسان تھا۔سنانا اپنے گھر میں بہت خوش تھی۔اس کی بیٹی کے بعد اب ایک بیٹا تھا۔گھر کے حالات بہت اچھے تھے۔

دو ماہ پہلے جان اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا لیکن اسے کسی نے خبر نہیں دی تھی۔اب سنانا سے پتا چلنے پر وہ کل سے رو رو کر اپنا برا حال کر چکی تھی۔اب جا کر سنانا نے دران کی باتیں کرتے ہوئے اس کے ذہن کو بانٹنے کی کوشش کی تھی۔

جوی میں بہت بہت خوش ہوں تمھارے لئے اور ابا تم سے ناراض نہیں تھے۔جاتے ہوئے انہوں نے مجھے پاس بلا کر تمھارے بارے میں پوچھا تھا کہ کیسی ہے وہ؟کہاں ہے؟

سنانا نے محبت سے دیکھتے ہوئے آہستگی سے اسے بتایا۔سنانا کی باتوں پر پل بھر میں ہی اس کی موٹی آنکھوں میں آنسو چمک گئے۔

ہوں۔

وہ بمشکل ہنکارہ بھر سکی اور آنسو گال پر لڑھک گئے۔

پھر سے رونا شروع۔اوہ میرے خدا میں نے کیوں ذکر کیا۔

سنانا تاسف سے اسے ڈانٹتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی, اس کی طرف بڑھی

ہی تھی جب جویریہ کے موبائل پر بجتی گھنٹی پر متوجہ ہوئی۔موبائل پر دران کا نام جگمگا رہا تھا۔

مجھے دو ذرا۔

اس سے پہلے کہ جویریہ فون اٹھاتی اس نے اچک کر موبائل اس کے ہاتھ سے لیا اور جھٹ سے کان سے لگایا۔

ہیلو۔دران بھائی کیسے ہیں سنانا بات کر رہی ہوں۔

فون اٹھاتے ہی وہ پر جوش انداز میں تڑاخ تڑاخ بول گئی تو دوسری طرف چند سکینڈ کی خاموشی کے بعد آواز ابھری۔

جی میں ٹھیک ہوں۔جانتا ہوں آپکو۔

جی لیکن آپ یہ نہیں جانتے کہ آپ کی بیوی نے یہاں آ کر ابھی تک رونے کے سوا اور کوئی کام نہیں کیا۔بس روئے چلے جا رہی ہیں۔میں نے تو بہت سمجھایا ہے لیکن میری بات تو آج تک نہیں مانی انہوں نے۔اب آپ ہی سمجھا کر دیکھ لیں۔

ٹر ٹر بولتی وہ ایک ہی سانس میں جویریہ کی گھورتی نظروں سے بے نیاز دران کو اس کی شکائت لگا گئی۔دران بے ساختہ مسکرا دیا۔آؤٹ ڈور کا دروازہ کھولا اور باہر آ گیا۔

لیں بات کریں اپنی بیوی سے اور سمجھائیں اسے کہ تھوڑے عرصے کے لیے یہاں آئی ہے روتی رہے گی کیا؟

سنانا نے چہکتے ہوئے کہا اور فون خفا سی بیٹھی جویریہ کی طرف بڑھایا۔جویریہ نے اسے گھورتے ہوئے فون پکڑ کر کان سے لگایا اور آہستگی سے گویا ہوئی۔

ہیلو۔

رو رہی تھی؟

دوسری طرف فوراً رعب جھاڑا گیا۔سوئمنگ پول کے گرد چکر لگاتے ہوئے وہ واقعی اس کے رونے پر پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

نہیں تو۔

لبوں کو آپس میں ملائے صاف جھوٹ بولا اور شرارت سے دیکھتی سنانا کو گھور کر دیکھا۔

میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ میری یاد تمہیں اور کچھ نہیں کرنے دے گی لیکن تم تو پاکستان جا کر ایسے بھولی ہو کہ ایک کال تک نہیں کی۔

دران کے شکوے پر وہ واقعی رونا بھول کر ایکدم سے سیدھی ہوئی۔

دران ہر آدھے گھنٹے بعد تو بات ہو رہی ہے ہماری۔

ہاں ہو رہی ہے لیکن فون تو میں کر رہا ہوں نہ ہر بار۔

تو ایک ہی بات ہوئی آپ کریں یا میں کروں۔

محبت سے کہہ کر دران کو لاجواب کر دیا۔وہ دلکش انداز میں مسکرا دیا۔

ہوں پوائنٹ۔

وہ مسکرائی جبکہ دران اب خفگی سے اگلا شکوہ کر رہا تھا۔

میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ اب تمھاری آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں آئیں گے لیکن میں غلط تھا۔میں تمہیں ہر خوشی دینے میں کامیاب نہیں

ہوں۔

وہ ایک دم سے سنجیدہ ہوئی۔آنکھوں میں پھر سے آنسو چمکنے لگے۔ہاں وہ سچ کہہ رہا تھا۔دنیا میں کوئی بھی انسان آپ کے ماں باپ کا نعم البدل نہیں ہو سکتا پھر چاہے وہ بہت چاہنے والا شوہر ہی کیوں نہ ہو۔

دران مجھے ابا بہت یاد آ رہے ہیں۔۔۔میں اماں سے ملنا چاہتی ہوں۔جووت کو گلے لگانا چاہتی ہوں اور مِیری کو چومنا چاہتی ہوں۔

بس اتنی سی خواہش۔

دران کی بات پر وہ آنسو صاف کرتی مزید رو دی۔

میں آتا ہوں تو دونوں ملنے جائیں گے۔جووت وہی ہے نہ چھوٹا؟پارک میں کرکٹ کھیلا کرتا تھا؟

ہاں وہی ہے۔

تم اسے لینے آتی تھی نیچے۔

آپ کو یاد ہے؟

رونا بھول کر حیرت سے سوال کیا۔دران نے شرارت سے لب بھینچے۔

ہاں تم گھورتی بہت تھی اس لئے یاد ہے۔

دران کی بات پر بے ساختہ اس کا منہ کھل گیا۔جبکہ وہ اب شرارت سے ہنستے ہوئے اس کے جواب کا منتظر تھا۔

جی نہیں۔ایسا بالکل نہیں تھا۔

جی ہاں۔ایسا ہی تھا۔بہت گھورتی تھی۔میں سوچتا تھا اس لڑکی کو کیا مسئلہ ہے ایسے کیوں دیکھتی ہے مجھے۔ہاں مانا خوبصورت ہوں لیکن کیوں گھورتی ہے مجھے۔

آپ شرمندہ کر رہے ہیں مجھے۔

خفگی بھرے لہجے میں کہتی وہ اس کی شرارت کو ہوا دے گئی۔

تمھارے کام شرمندہ ہونے والے ہی تھے۔

کیا۔۔۔۔

اب کی بار تو وہ چیخ اٹھی۔دران کا قہقہ گونج رہا تھا۔وہ مصنوعی خفگی سے

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کشن کو گھور رہی تھی۔

ہاں وہ یاد نہیں چھت پر کیسے چمٹ گئی تھی۔

اب کی بار تو وہ واقعی شرمندہ ہوئی اور چیخ کر کہا

دران۔ن۔ن۔ن کیا ہے آپکو۔

بہت پیار۔

برجستہ اس کے جواب پر چہرہ گلال ہوا۔وہ اب آوٹ ڈور میں رکھی کرسی کو دیکھ رہا تھا جہاں وہ بیٹھی قرآن پڑھتی دکھائی دے رہی تھی۔

مجھے یقین ہے۔

آہ شکر ہے یقین آیا۔بس تم واپس آؤ گی تو تجوید سکھاوں گا ان شا اللہ اور پڑھانے کی فیس بھی لوں گا۔

دران کے شکر ادا کرنے پر اور اگلے معنی خیز جملے پر وہ شرماتے ہوئے فوراً بات بدل گئی۔

کب آئیں گے لینے مجھے؟اور کیا بنا برھان کے مسئلے کا؟

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ان لوگوں نے کال کروائی ہے برھان سے۔ٹریس نہیں ہو سکی لیکن اب اگلی کال پر ہم مکمل تیاری کر چکے ہیں اگلی کال ٹریس ہو جائے گی۔

وہ بھی فوراً سنجیدہ ہوا۔

ان شا اللہ۔

ان شا اللہ۔چلو پھر بند کرتا ہوں۔تم بھی گپ شپ کرو اپنی بہن سے۔

جی۔

رونا مت۔اب نہیں رونا بس۔

ہوں۔

آئی لو یو۔

دران اب جواب کے انتظار میں خاموش تھا۔وہ لجاجت سے منمنائی

سنانا پاس ہے۔

دران کا قہقہ جاندار تھا وہ اس کے قہقے کی آواز کو اپنے اندر اتارتی سر

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نثار ہوئی۔

اوکے اوکے۔بائے۔

دران کے فون بند کرنے کے بعد اس نے مبہم سی مسکراہٹ کو لبوں پر سجائے،سر صوفے کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ایک سکون پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔دران کے ساتھ بیتے آخری لمحوں کی بہت سی شریر یادیں لبوں پر پھیلی مسکراہٹ کو گہرا کر رہی تھیں۔

ایسے ہی خوش رہو ہمیشہ

سنانا کی آواز پر اس نے جھینپ کر آنکھیں کھولیں۔وہ محبت سے اسے دیکھ رہی تھی۔گہری سانس خارج کرتے ہوئے سر کو اثبات میں ہلا دیا۔

امریکہ کیلی فورنیا کے ساحل سمندر میں ڈوبتا سورج ہر روز کی طرح ایک اور دن کے اختتام پر سرمئی روشنی پھیلا رہا تھا۔

ساحل سمندر کے اطراف میں بنی فلیٹس کی عمارت کی تیسری منزل پر موجود یہ انیسویں صدی کی طرز پر فلیٹ تھا جس کی بالکنی میں لکڑی کی ریلنگ کے پاس کنز پارکر جھولتی کرسی پر اداس صورت بنائے بیٹھی تھی۔

آدھی آستین والی سفید شرٹ میں ملبوس زرد چہرے لئے وہ کسی الجھن کا شکار لگ رہی تھی۔ اس کی کرسی سے کچھ دوری پر بیٹھا نوین مگن انداز میں اس سے کوئی بات کر رہا تھا۔یونہی بات کرتے ہوئے اس کی خاموشی اور اداسی کو محسوس کرتے ہوئے وہ اچانک خاموش ہوا۔

یہ وہی کنز پارکر تھی جو اس سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔وہ بھی اس سے بہت محبت کرتا تھا،اتنی محبت کے کہ اس کی محبت کے آگے گھٹنے ٹیکتا ،وہ آج منشیات کے گروہ کو خیر باد کئے اس کے پاس واپس لوٹ آیا تھا۔

اس نے یہ سب صرف کنز کی محبت میں کیا تھا۔وہ پچھلے ایک ہفتے سے ان لوگوں سے بچتا یہاں کنز کے فلیٹ میں چھپا ہوا تھا۔اس کے یوں سب چھوڑ آنے پر اسفند بھی بہت خوش ہوا تھا اور بہت معافی مانگنے پر

کنز اسے معاف تو کر چکی تھی لیکن وہ خوش نہیں تھی۔

ہر وقت خاموش اور سوچ میں ڈوبی رہتی تھی۔اسفند نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور یہ سب اس کی رضا پر ہی ہوا تھا کیونکہ وہ اور نوین پاکستان جا کر پھر سے شادی کرنا چاہتے تھے۔

مجھے ایسا کیوں محسوس ہوتا ہے کہ تم خوش نہیں ہو کنزی؟

کنز کے اداس چہرے پر نگاہیں جمائے آہستگی سے وہ اپنے خیالات ظاہر کر گیا جو پچھلے ایک ہفتے سے محسوس کر رہا تھا۔کنز نے فوراً زبردستی مسکراہٹ چہرے پر سجائی۔

میں۔۔۔میں خوش ہوں نوی۔

میں بہت دفعہ تم سے معافی مانگ چکا ہوں لیکن ایسا کیوں لگتا ہے تمھارے دل میں کوئی بات ہے؟

ایسا کچھ نہیں ہے تم ایسے ہی پریشان ہو رہے ہو۔میں بہت خوش ہوں۔بھلا کیوں نہ ہوں گی خوش؟

پھر مجھے وہ خوشی تمھارے چہرے پر نظر کیوں نہیں آ رہی ہے؟وہ خوشی جو تمہیں میرے یوں لوٹ آنے اور سب کچھ چھوڑ دینے پر ہونی چاہیے تھی۔اب تو وہ سب ہو رہا ہے جو تم چاہتی ہو۔ سب کچھ چھوڑ کر صرف تمھارا ہو کر بیٹھا ہوں،تم سے پھر سے شادی کر رہا ہوں،ہم پاکستان چلے جائیں گے وہاں ہنسی خوشی رہیں گے۔کیا تم پاکستان نہیں جانا چاہتی؟

نوین نے پریشان لہجے میں سوال کیا تو وہ سٹپٹا کر اس کی بات کاٹ گئی۔

نہیں ایسی بات نہیں ہے۔میں دنیا کے کسی بھی کونے میں تمھارے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوں۔

پھر تمہاری اداسی اور پریشانی کی وجہ کیا ہے؟

نوین میں۔۔۔

ہاتھوں کو آپس میں مسلتے ہوئے وہ رک گئی۔نوین ہنوز پریشانی کے شکن نمودار کئے اسے دیکھ رہا تھا۔وہ کیسے ہمت جتاتی اور کیسے اسے یہ بتاتی کہ

وہ پچھلے ایک ماہ سے اپنے بطن میں ایک وجود لئے پھر رہی ہے۔وہ وجود جو ایک خاموش لمحے کی مرہون منت تھا۔اُس لمحے میں وہ خود کو اسفند سے زیادہ قصور وار سمجھتی تھی۔اسفند اس لمحے میں سنبھلا بھی تھا تو اس نے ناکام کر دیا تھا۔

اس کے بعد وہ بہت دن تک کنز سے نظریں نہیں ملا سکا۔دونوں کی خاموشی کا دورانیہ ہفتوں پر محیط رہا اور پھر اسے پتا چلا کہ وہ لمحہ یونہی چپ چاپ نہیں گزرا تھا۔اس لمحے کا احساس چاہے دونوں کو نادم کئے ہوئے تھا لیکن اس کا نتیجہ بہت انوکھا تھا۔ماں بننے کا احساس اسے جہاں حیران کر گیا وہاں ایک انوکھی خوشی بھی دے گیا کیونکہ وہ اس احساس کے لئے کتنے جتن کیا کرتی تھی یہ وہی جانتی تھی۔

کنز نے جب اسفند کو بتایا کہ وہ ماں بننے والی ہے۔اسفند کا بے حد پریشان ہونا اسے سب سمجھا گیا کہ وہ لمحہ جو ان دونوں کے بیچ گزرا کسی صورت بھی اسفند کے دل میں اس کے لئے کوئی احساس پیدا نہیں کر سکا۔

اسفند کی صورت دیکھتے ہوئے اس نے یہ فیصلہ لے لیا تھا کہ اسفند اگر اسے چھوڑ بھی دے گا تب بھی وہ اس بچے کو اس دنیا میں لائے گی اور اکیلی پالے گی لیکن اب پورے ایک ماہ بعد نوین کے یوں واپس آ جانے پر وہ عجیب کشمکش کا شکار تھی۔

کنز بولو کیا بات ہے؟مجھے پریشانی ہو رہی ہے۔

نوین کی آواز پر وہ چونک کر خیالات سے واپس آئی۔وہ واقعی پریشان صورت بنائے اس کے بولنے کا منتظر تھا۔

نوین میں۔۔۔ ماں بننے والی ہوں۔

مدھم آواز اور نادم لہجہ تھا۔نوین کے ماتھے کے شکن اوپر اٹھے اور پھر آہستہ آہستہ پیشانی پر سے غائب ہونے لگے ۔چہرہ تپنے لگا۔

دیکھو غلط مت سمجھنا۔اسفند اور میں ،ہم صرف اس رشتے میں بندھے تھے لیکن ہمارے دلوں میں ایسا کچھ نہیں تھا بس وہ ایک کمزور لمحہ تھا جس میں زیادہ غلطی میری تھی۔

وہ نظریں چراتے ہوئے اپنی بات کی وضاحت دے رہی تھی جبکہ نوین دم سادھے بیٹھا تھا۔ایک طمانچہ تھا یا اس کا امتحان۔مرد کتنا کم ظرف ہوتا ہے اس معاملے میں،خود کبھی ایسا کچھ جان بوجھ کر بھی کر لے تو وہ اسے معمولی بات لگتی ہے اور پھر عورت سے دھڑلے سے معافی کا طلبگار بن جاتا ہے پر جب یہی غلطی عورت کر لے تو اس کا دم گھٹنے لگتا ہے اور یہاں تو کنز نے جو بھی کیا تھا اسفند کی بیوی ہوتے ہوئے کیا تھا پھر بھی اس کے دل پر پے در پے گھونسے پڑ رہے تھے۔

میں چاہتی تو یہ بات تم سے چھپا لیتی لیکن میں اس بچے کو اس دنیا میں لانا چاہتی ہوں۔میں چاہتی ہوں اب ہم دونوں اس بچے کو اپنا بچہ سمجھ کر پالیں۔

کیا اسفند جانتا ہے یہ بات؟

نوین کے پھیکے سے لہجے میں کئے گئے سوال پر ایکدم سے خاموشی چھا گئی۔کنز نے آہستگی سے سر کو جنبش دی۔

ہاں میں اسے بتا چکی تھی۔

کیا کہا اس نے؟

وہ اس بچے کو اپنا نہیں سکتا۔وہ روبی سے محبت کرتا ہے۔میں نے اسے کہا تھا کہ میں اس بچے کو دنیا میں لانا چاہتی ہوں۔میں اسے اکیلے پالنا چاہتی تھی۔اب بھی اگر تم مجھے اس بچے کو چھوڑنے کا کہو گے تو میں تمہیں چھوڑ دوں گی لیکن اس کو نہیں چھوڑ سکتی۔مجھے اسفند سے تو نہیں لیکن اس بچے سے شدید محبت ہو گئی ہے

آخری جملہ کہتے ہوئے وہ بہت پر عزم لگ رہی تھی۔نوین نے چند سکینڈ اس کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر آہستگی سے گویا ہوا۔

میں تمھارے ساتھ ہوں۔

کنز کے چہرے پر پھیلتی خوشی دیدنی تھی۔وہ آنکھوں میں آنسو چمکائے محبت سے نوین کی طرف دیکھ رہی تھی۔

بیورلی ہلز میں ٹھنڈی روشن صبح درانگ ولاس کی شیشے کی طرح چمکتی عمارت کو اور دلکش دکھا رہی تھی۔پورچ میں کھڑی انل کی گاڑی کچھ

دیر پہلے ہی پورچ میں داخل ہوئی تھی۔

نائٹ گاؤن میں ملبوس دران سگریٹ کو لبوں میں دبائے آؤٹ ڈور کی شیشیے کی دیوار کے پار دیکھ رہا تھا جبکہ اس کے بالکل پیچھے پریشان حال کھڑا انل پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اور پیشانی پر بل ڈالے مسلسل بول رہا تھا۔وہ دران سے ساری بابت سننے کے بعد اب اسے سب بتا چکا تھا کہ وہ جیسیکا پر اس کی تمام حقیقت کھول چکا ہے۔

وہ میرے لئے جو جذبات ظاہر کر رہی تھی میں گھبرا گیا تھا۔مجھے عجیب سا احساس ہو رہا تھا ،جیسے کہ میں اسے دھوکا دے رہا ہوں۔

انل نے پینٹ کی جیبوں سے ہاتھ نکالے اور خاموش کھڑے دران کی پشت کو گھورا۔ دران کی یہ مسلسل خاموشی اس کی پریشانی کو دگنا کر رہی تھی۔اس نے پہلی دفعہ دران سے بنا پوچھے کوئی ایسا قدم اٹھایا تھا اور اب وہ اس کے ردعمل کا منتظر تھا جو اس کے خیال کے مطابق یقیناً اچھا نہیں ہو سکتا تھا۔

تمہیں بار بار فون کرتا رہا،اتنے مسیجز کیئے،کوئی ریپلائی نہیں آیا تمھارا۔

چند سکینڈ کے توقف کے بعد اس نے پھر سے بات کا سلسلہ جوڑا مگر وہاں تو جناب سپاٹ چہرے کے ساتھ سوئمنگ پول کو گھورتے ہوئے بس سگریٹ کے کش لگانے میں مصروف تھے۔اب کی بار انل نے پیشانی کے بل مزید گہرے کئے اور آواز کو اور اونچا کیا۔

تم مجھے ساتھ نہیں لے کر گئے،بنا بتائے چلے گئے،ٹھیک ہے میں نے یہ سب برداشت کیا لیکن کم از کم مجھے ایک کال یا ایک مسیج تو بھیج سکتے تھے نہ؟

انل کے غصے سے کہنے پر دران ایک آبرو چڑھائے حیرت سے پلٹا۔

اوہ تم کیوں بھیجتے بھئی؟میں ہوتا کون ہوں تمھارا؟

دران کے پلٹنے پر انل نے جبڑے بھینچے زیادہ سختی دکھائی تو دران نے آنکھیں یوں چندھی کئیں جیسے اس کے اس تاثر پر بہت حیرت ہو رہی ہو۔

میں ہی پاگل ہوں جو سایے کی طرح تمھارے ساتھ جڑا رہتا ہوں۔مجھے

پتا چل گیا ہے کہ تمہیں اب اس سایے کی کوئی ضرورت نہیں رہی ہے۔مانا جویریہ سے تمہیں محبت ہو گئی تھی لیکن میں بھی تو اسے بھابھی سمجھتا تھا۔

انل کے خفگی بھرے شکوں پر وہ بے ساختہ مسکرایا اور پھر اس کے پھولے منہ پر دانت کھولے ہنس دیا۔اس کے یوں ہنس دینے پر انل حیران تو بہت ہوا مگر حیرت کو چھپا کر اسے گھور کر دیکھا۔

ہنس کیوں رہے ہو؟

غصے سے پوچھا لیکن وہاں دران کے ہنسنے میں اتنا اضافہ ہو چکا تھا کہ اس کے کندھے دھیرے دھیرے ہلنے لگے تھے۔یوں کھل کر ہنستے ہوئے،وہ کتنا مختلف لگ رہا تھا۔وہ کبھی یوں نہیں ہنستا تھا۔انل نے بمشکل اپنے غصے کو برقرار رکھا۔

یہ ہنسنے کی بات ہے کیا؟تمہیں کیا لگ رہا ہے میں مزاق کر رہا ہوں تم سے؟

نہیں تم ٹانگ اوپر رکھ رہے ہو؟

دران نے بمشکل ہنسی کو دباتے ہوئے جواب دیا۔انل نے حیرت سے بھنویں اکٹھی کیئیں۔

ٹانگ اوپر! مطلب؟

میرے پیچھے جیسیکا کو سب بتانے کی جو غلطی تم سے سرزد ہوئی ہے۔اس سے پہلے کہ میں اس پر غصہ کروں تم مجھے اپنا غصہ دکھا رہے ہو۔اس کو کہتے ہیں ٹانگ اوپر رکھنا۔

دران اب مسکراہٹ دبا رہا تھا۔انل نے جزبز ہوتے ہوئے چہرے کے تاثرات بدلے۔وہ بات تو سچ کر رہا تھا لیکن اس وقت وہ اس سے ناراض تو تھا ہی اس لئے اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹا۔

تمہیں غلط فہمی ہے کہ میں تمھارے غصے سے ڈر رہا ہوں۔میں یہ سب تمہیں بتانے آیا تھا اور بتا دیا۔وہ اب تم سے ملنا چاہتی ہے۔مل لینا۔

ہوں ٹھیک ہے۔

دران نے لب بھینچ مؤدبانہ ہنکارا بھرا۔انل کی باتیں بالکل ٹھیک تھیں۔جیسیکا یوں جذباتی طور پر انل سے جڑ جانا واقعی اس کے لئے پریشان کن تھا اس لئے اس کا کیا گیا فیصلہ اسے کسی حد تک درست لگا۔انل اسے غصے سے گھورتا ہوا پلٹا اور قدم دروازے کی جانب بڑھائے۔

کہاں؟

دران کی عقب سے آتی آواز پر وہ رکا مگر پلٹا نہیں ۔

فلیٹ جا رہا ہوں۔طبیعت بوجھل ہے آرام کروں گا کچھ دیر۔

بے مروت اور غصے میں بھرا لہجہ تھا لیکن یہ بھی سچ تھا جیسیکا کے اس دن ناراض ہو کر چلے جانے کے بعد سے اسے ایک پل کا چین نہیں تھا۔عجیب بے کلی تھی جو سمجھ سے باہر تھی۔بار بار فون اٹھا کر دیکھتا کہ شاید اس کا کوئی مسیج آیا ہو لیکن وہ تو جیسے بالکل خاموش ہو گئی تھی۔

ناراض ہو؟

دران اس سے سوال کر رہا تھا لیکن وہ اس وقت اس کا سامنا نہیں کر سکتا تھا۔

بہت۔

انل سنجیدگی سے جواب دیتا، تیز تیز قدم اٹھا کر باہر نکلا تو اب کی بار دران واقعی حیران ہوا۔انل کا یہ عجیب سا رویہ اس سے ناراضگی کا سبب تو ہر گز نہیں تھا۔اس کی چھٹی حس اسے سب سمجھا رہی تھی۔

☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬☬

کم از کم تم یا دران کوئی تو ہم سے بات کرتا۔

اسفند ملک کے چہرے کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔درانگ ولاس کے لاؤنج میں اس وقت اسفند کے علاوہ تین اور نفوس اس کے سامنے کھڑے تھے۔بے حال روتی ہوئی روبی ملک،پریشان حال سبرینا اور سنجیدگی کا پیکر بنا دران۔

اب کی بار ہاروی اور بروس نے سبرینا کے بجائے فون اسفند ملک کو کیا تھا اور فون آتے ہی انہوں نے سبرینا اور دران کو بلا لیا تھا جو ان سے

یہ بات ہی چھپائے ہوئے تھے کہ برھان نے جویریہ کو اغوا کروانے کے لئے ہاروی اور بروس جیسے خطرناک لوگوں کا ساتھ دیا تھا اور اب ان کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے۔جسے ہر صورت صرف دران ہی بچا سکتا تھا۔

تایا ابو میں کیسے کر سکتی تھی بات آپ سے برھان نے مجھے منع۔۔۔

برھان۔۔برھان۔۔وہ تو بیوقوف ہے اپنی ماں کی طرح،اسی لئے آج یہ سب بھگت رہا ہے۔

اسفند ملک کا جہاں پریشانی سے برا حال تھا وہاں برھان کی دران کے لئے نفرت پر شکوہ تھا۔وہ کتنا سمجھاتا تھا برھان اور روبی کو کہ وہ دران سے نفرت کو ختم کر دیں لیکن نہیں اور آج برھان خود ہی اسی نفرت کی وجہ سے اپنے بچھائے جال کا شکار ہو گیا تھا۔اسفند کی اس بات پر ٹسوتے بہاتی روبی نے آنسوؤں سے تر چہرہ اوپر اٹھایا۔وہ تو اس دن سے رو رو کر پریشان تھیں اور آج ایک نیا انکشاف ہو گیا تھا کہ برھان نے یہ سب دران سے نفرت کے باعث اور لالچ میں آ کر کیا تھا۔

اسفی آپ کیسے باپ ہیں؟میرا اکلوتا بیٹا زندگی اور موت میں لٹک رہا ہے لیکن آپکو تو بس اب بھی مجھے طعنے دینے کی پڑی ہے۔

وہ بری طرح ہچکیوں میں رو رہی تھی۔دران نے بے تاثر نگاہیں اسفند کی طرف اٹھائیں۔

پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔کچھ نہیں ہو گا اسے۔

دران کی بات پر روبی نے چونک کر دران کی طرف دیکھا۔یہ وہی دران تھا جس کے لئے اس کے بیٹے نے اتنی گھٹیا چال چلی تھی۔دران نے ایک نگاہ تینوں پر ڈالی اور پھر واپسی کے لئے قدم بڑھائے۔

دران۔۔۔

روبی کی آواز پر وہ رکا،وہ آہستگی سے چلتی ہوئی دران کے سامنے آئی۔نگاہوں میں ندامت تھی۔بیٹے کی محبت ایسی ہی ہوتی ہے جان لیوا لیکن آج دران کے سوا اس کے بیٹے کو کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔وہ چاہتا تو کبھی بھی اسے نہ بچاتا۔

دران مجھے معاف کردو۔میرے بیٹے کو بھی معاف کر دو پلیز اسے بچا لو۔میرے بیٹے کو واپس لے آؤ بیٹا۔

زندگی میں پہلی بار سامنے کھڑی یہ عورت اسے بیٹا کہہ رہی تھی۔دران نے بغور اس کے چہرے کو دیکھا۔ماں کتنا عجیب مگر کتنا گہرا رشتہ ہوتا ہے یہ۔روبی جیسی اکڑ والی عورت آج اس کے سامنے گڑگڑا رہی تھی۔

پریشان نہ ہوں وہ کل یہاں ہوں گا۔

دران نے تیزی سے جملا مکمل کیا اور پھر روبی کے اطراف سے نکلتا آگے بڑھ گیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦❦

فائرنگ کی اور دھماکوں کی تیز آواز اس کے کانوں کے پردے پھاڑ رہی تھی۔چھوٹے سے اس کمرے میں موجود پلنگ کے نیچے دبک کر لیٹا وہ خوف اور وحشت سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔

صبح کے دس ہی بجے تھے جب ہاروی اور بروس کے اس خفیہ اڈے پر پولیس کا حملہ ہو گیا تھا۔امریکہ پولیس نے اس جگہ کو ٹریس کر لیا

تھا۔ہاروی کے آدمیوں نے سرنڈرر کرنے کے بجائے الٹا مقابلہ شروع کر دیا تھا اور اب باہر تابڑ توڑ چلتی گولیوں کی وجہ سے برھان کی جان حلق میں آ چکی تھی۔

ٹھنڈے پسینے سے ہتھیلیاں تر تھی۔سینے میں گھٹن بڑھ رہی تھی۔اس کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے۔وہ کون سی بد بخت گھڑی تھی جب وہ لالچ میں آ گیا تھا اور دران کے خلاف چل میں ہاروی بروس کا ساتھ دیا۔بھوک پیاس اور اب یہ حملہ اسے اپنی موت کا وقت قریب نظر آ رہا تھا۔

ایک دم سے اس کے کمرے کے دروازے پر کسی نے زور سے ٹانگ ماری تھی اور پھر دو تین دھماکوں کے بعد دروازہ دیوار سے اکھڑ کر زمین بوس ہوا۔برھان نے کانپتے ہوئے آنکھیں میچ لیں۔

اے نکلو باہر۔اٹھو یہاں سے۔

کوئی پلنگ کے نیچے جھکا اس پر چیخ رہا تھا۔برھان نے سہم کر اس کی طرف دیکھا۔وہ امریکن وردی میں ملبوس پولیس آفیسر تھا اور اس پر

بندوق تانے اسے پلنگ کے نیچے سے باہر آنے کا کہہ رہا تھا۔

برھان ساکن اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے بس دیکھ رہا تھا جب اس نے گریبان سے گھسیٹ کر اسے باہر نکالا۔برھان نے آنکھیں زور سے میچ لیں۔

پلیز مجھے چھوڑ دو۔میں ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہوں۔مجھے جانے دو پلیز۔پلیز مجھے چھوڑ دو۔میں ان کا ساتھی نہیں ہوں۔

برھان آنکھیں میچ کر اونچی آواز میں رو پڑا تھا۔وہ لگاتار اپنی صفائی دے رہا تھا جب سامنے کھڑے آفیسر کی گرج دار آواز گونجی۔

چپ بالکل چپ

برھان نے ایکدم رونا بند کیا۔

یہ وردی پہن لو جلدی ابھی۔

پولیس آفیسر کی آواز پر اس نے حیرت سے آنکھیں کھولیں پولیس آفیسر ہاتھ میں ایک عدد پولیس وردی تھامے کھڑا تھا۔

سوچ کیا رہے ہو؟فوراً پہنو اسے ہمیں نکلنا ہے یہاں سے۔

پولیس آفیسر کی وضاحت پر جیسے وہ ہوش میں آیا تیزی سے اس کے ہاتھ سے وردی لی اور پہن لی۔وہی پولیس آفیسر اسے لے کر وہاں سے نکلا۔ہاروی کے آدمی ابھی بھی پولیس سے لڑ رہے تھے۔گولیوں کی بوچھاڑ سے نکال کر وہ پولیس آفیسر اسے ایک کار تک لایا اور بیٹھنے کا کہا۔جیسے ہی وہ کار میں بیٹھا۔کار تیزی سے وہاں سے نکلی اور اس جگہ سے کچھ دور جا کر سڑک پر کھڑی ایک اور کار کے پاس رکی۔

اسے کار سے نکال کر دوسری کار میں جیسے ہی بیٹھایا کار کی ڈرائیونگ نشست پر بیٹھے دران کو دیکھ کر وہ منجمند ہوا۔سیاہ سوٹ میں ملبوس سیاہ چشمہ آنکھوں پر سجائے دران پروقار انداز میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

برھان کے ہاتھ اب بھی بے تحاشہ کانپ رہے تھے۔

لو پانی پیو۔

دران نے پانی کی بوتل اس کی طرف بڑھائی۔

دران اس کی طرف پانی کی بوتل بڑھائے ہوئے تھا۔اس لمحے اس کا دل کیا زمین پھٹے اور وہ اس میں سماں جائے۔

پریشان نہ ہو تم محفوظ ہو اب۔پانی پیو۔

دران کی آواز پر وہ نگاہیں چراتا پانی کی طرف ہاتھ بڑھا گیا۔ندامت سے گڑ جانے جیسا مقام تھا۔یہ وہ لمحہ تھا جب اس نے اپنی موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا اور محسوس کیا تھا۔

اس کے لئے تو اس بات پر یقین کرنا مشکل تھا کہ دران اس کی مدد کو پہنچ گیا تھا۔دران اب مصروف انداز میں گاڑی کے سٹئیرنگ کو گھما رہا تھا اور کچھ دیر میں ہی گاڑی شفاف سڑک پر دوڑنے لگی۔

وہ کچھ کہنے کی ہمت جتا رہا تھا اور دران نے اس کے بعد اس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔سفر خاموش اور طویل تھا۔گردن کو جھکائے جھکائے اس کے سر میں درد ہونے لگا جب ایک جھٹکے سے اس نے سر اوپر

اٹھایا۔

دران میں بہت شرمندہ ہوں۔

دران کی جانب چہرہ موڑے وہ بمشکل یہ چار لفظوں کا جملہ ادا کر سکا۔دران سیاہ چشمے میں آنکھیں چھپائے،ڈرائیو کرتے ہوئے بس سامنے دیکھ رہا تھا۔

میں نے بہت برا کیا تھا۔میں لالچ میں اور تم سے نفرت میں اتنا اندھا ہو گیا تھا کہ مجھے اسے بات کا احساس تک نہ ہوا کہ میں کتنا برا کرنے جا رہے ہوں۔

ندامت میں ڈوبا لہجہ تھا جو کار کی خاموشی میں گونج رہا تھا۔دران اب بھی چپ تھا۔

میں تمھاری برابری کرنا چاہتا تھا۔تم سے آگے نکلنا چاہتا تھا۔

برھان گردن جھکائے سر کو دائیں بائیں جنبش دیتے ہوئے دلگیر اور نادم لہجے میں کہہ رہا تھا۔

میں تم جیسا کبھی نہیں ہو سکتا۔نہ تم جیسا حوصلہ ہے مجھ میں نہ تم جیسا ظرف۔تم نے مجھے بچا کر میری گردن کو ندامت کے بوجھ سے جھکا دیا ہے۔

اس نے بات کرتے ہوئے آہستگی سے سر اوپر اٹھایا اور تاہنوز خاموشی سے ڈرائیو کرتے دران کی طرف دیکھا۔

میں تمھارا شکریہ۔۔

میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دران نے سپاٹ لہجے میں اس کی بات کاٹی تو وہ ایک دم سے چپ ہوا۔

شکریہ ادا کرنا ہے تو سبرینا کا کرنا۔میں نے تمہیں صرف اس کے کہنے پر بچایا ہے اور وہ جس شخص کی بیٹی ہے میں تاعمر اس کے احسانات کے بوجھ تلے دبا رہوں گا۔

وہ اب دم سادھے دران کو سن رہا تھا جو اس کی طرف دیکھے بنا بات کر رہا تھا۔

شکریہ ادا کرنا ہے تو اس لڑکی کا کرنا جس کے لیے تم نے اتنی بڑی چال چلی اور اس نے مجھے کہا کہ آپ میرا کوئی بدلہ برھان سے نہیں لیں گے۔

برھان نے نگاہیں جھکا دیں وہ جویریہ کی بات کر رہا تھا۔ہاں وہ اس بات پر یقین کر سکتا تھا۔یہ بات اس جیسی اعلی ظرف کی لڑکی ہی کر سکتی تھی۔

میں اپنی بیوی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے والی کی آنکھیں نوچ لوں لیکن جب وہ خود مجھ سے وعدہ لے کہ میں تمہیں ہاتھ نہ لگاؤں تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

دران نے کندھے اچکائے۔ایک نگاہ اس پر ڈالی اور پھر سے سڑک کی جانب موڑ دی۔

میرا تو دل یہ چاہ رہا ہے کہ تمہیں ابھی گاڑی سے اتاروں سامنے سڑک پر کھڑا کروں،تم پر گاڑی چڑھاؤں اور کچلتا ہوا اوپر سے گزر جاؤں۔

دران نے اتنی سنجیدگی سے کہا کہ وہ بے ساختہ اس کی اتنی وحشیانہ سوچ پر تھوک نگل گیا۔

لیکن مجبور ہوں۔ایک طرف یاور چاچو کی بیٹی کے شوہر ہو تو دوسری طرف میری بیوی کا مجھ سے لیا گیا وعدہ ہے۔اس لئے مجھے اپنی خواہش کا گلا گھونٹنا پڑ رہا ہے۔

وہ سنجیدگی سے اپنی بات کو مکمل کرنے کے بعد ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔برھان نے اس کے بعد بولنے کی ہمت نہیں کی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com

امریکہ میں بیسویں صدی کا ایک اور شفاف اور روشن دن اپنے عروج سے زوال کی طرف بھاگا جا رہا تھا۔کیلیفورنیا کے ائیر پورٹ میں لوگوں کی گہما گہمی عروج پر تھی۔جہاز مختلف ملکوں کے لئے وقفے وقفے سے اڑان بھر رہے تھے۔کچھ لوگ آ رہے تھے اور کچھ جا رہے تھے۔ان آتے جاتے لوگوں میں ایک وہی تھی جو کتنے گھنٹوں سے انتظار گاہ میں

لگے صوفے پر پریشان حال بیٹھی تھی۔

نوین کے ساتھ شادی کرنے کے بعد آج دوسرا دن تھا اور انہیں آج پاکستان کے لئے نکلنا تھا۔نوین پانچ ماہ تک اس کے ساتھ اس کے فلیٹ میں چھپا رہا تھا اور اب آخری دفعہ کیفے میں اپنے کچھ ضروری کاغذات لینے کے لئے گیا تھا۔کیفے میں اس کے پارٹنر اور دوست نے اس کا بہت ساتھ دیا تھا اور اب بھی اس کے پاسپورٹ سے لے کر خفیہ طور پر ان کے پاکستان جانے کا سارا انتظام اس نے کیا تھا۔اس نے آج نوین کے کچھ اہم کاغذات دینے کے لئے اسے بلوایا تھا۔

نوین نے اسے تاکید کی تھی کہ وہ ائیر پورٹ پر اس کا انتظار کرے۔وہ کیفے سے سیدھا ائیر پورٹ آئے گا اور پھر یہاں سے وہ لوگ پاکستان کے لئے نکل جائیں گے لیکن وقت گزرتا جا رہا تھا اور نوین نہیں آ رہا تھا۔ان کی فلائیٹ کی اناؤنسمنٹ بھی ہو چکی تھی اور نوین کی کہیں کوئی خبر نہیں تھی۔

وہ بے چینی سے بار بار ہاتھ میں بندھی گھڑی کو دیکھ رہی تھی اور کبھی

آتے جاتے لوگوں کو۔ان کا جہاز اڑان بھر چکا تھا لیکن نوین کا اب تک کہیں کوئی پتا نہیں تھا۔

اب تو یہاں بیٹھنا بیکار تھا۔وہ ابھی بے چینی سے اپنی جگہ سے اٹھی ہی تھی جب سامنے سے آتے اسفند کو دیکھ کر تیزی سے اس کی طرف بڑھی۔

اسفند کہاں تھے تم اور نوین کہاں ہیں؟فلائیٹ کا وقت گزر گیا میں اتنی پریشان ہوں یہاں۔

وہ پریشانی میں پوچھتی ہوئی اچانک خاموش ہوئی۔اسفند کا زرد چہرہ اور نم آنکھیں اس نے اب دیکھی تھیں۔اس کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید تھا اور آنکھیں نا صرف نم تھیں بلکہ سرخ ہو رہی تھیں۔

ا۔ا۔ا اسفند۔۔۔

ذہن ایک سکینڈ میں ٹھنکا اور اس کی پھیکی آواز ابھری،جسم کے رونگٹے کھڑے ہو چکے تھے اور دل خوف سے دھڑکنے لگا تھا۔

اسفند نوین کہاں ہیں؟تم ایسے کیوں کھڑے ہو؟

وہ بمشکل کانپتی آواز میں سوال پوچھ رہی تھی۔اسفند نے جواب دینے کے بجائے سر جھکا دیا۔

ایسے۔۔۔ا۔۔۔ایسے کیوں کھڑے ہو؟ کچھ بولو۔

کیفے میں بلاسٹ ہو گیا۔نوین بھائی۔۔۔نوین بھائی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔

اسفند بمشکل جملہ ادا کر سکا جبکہ سامنے کھڑی کنز کے ارد گرد کا منظر گھوم گیا۔آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔ساکن وجود دھڑام سے زمین پر گرا۔

کنز۔۔۔کنز۔۔۔

اسفند گھبرا کر گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھا۔کنز پار کر فرش پر بے سدھ پڑی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

بیورلی ہلز رات کے اس پہر بھی روشنیوں سے دمک رہا تھا۔این لا سینیگا بلوڈ اپٹ کے اس فلیٹ کے دروازے کے سامنے جیسیکا دم سادھے کھڑی تھی۔سیاہ ٹی شرٹ کے نیچے لمبی بھوری سکرٹ پہنے،بالوں کی اونچی پونی بنائے،کندھے پر بیگ لٹکائے اور ہاتھ میں سیاہ فائل تھامے وہ مضطرب کھڑی تھی۔

وہ آج دران سے ملنے انل کے فلیٹ پر آئی تھی۔آج شام بیکری میں ہی اسے انل کا پیغام ملا تھا۔دران نے کہیں باہر ملنے سے انکار کر دیا تھا۔وہ ابھی اس کا اور اپنا یہ رشتہ دنیا کے سامنے نہیں لانا چاہتا تھا۔

عجیب سا احساس تھا جس میں گھری وہ ابھی دروازے کو ہی گھور رہی تھی جب اچانک دروازہ کھل گیا۔

انل سامنے کھڑا تھا۔دونوں کی نگاہیں بے ساختہ ملیں۔وہ آج تین ہفتے بعد اسے دیکھ رہی تھی۔بڑھی ہوئی شیو اور بکھرے بال۔اس نے پہلے کبھی انل کو اس حلیے میں نہیں دیکھا تھا۔وہ تو ہمیشہ نک سک سے تیار اور سوٹڈ بوٹڈ رہتا تھا۔

اندر آؤ۔

انل نے آہستگی سے کہا اور پیچھے ہوتے ہوئے راستہ دیا۔وہ کندھے پر بیگ کی سٹریپ درست کرتی ہوئی آگے بڑھی اور جیسے ہی لاؤنج میں پہنچی قدم تھم گئے۔دران سامنے صوفے پر بیٹھا تھا۔وہ پہلی دفعہ اسے یوں ٹی وی اور سنیما سکرین کے بجائے اپنے سامنے دیکھ رہی تھی۔سفید ڈھیلی سی ٹی شرٹ کے نیچے نیلی جینز پہنے وہ سپر سٹار عام سے حلیے میں بھی بے حد حسین لگ رہا تھا۔

وہ نہ صرف بے حد خوبرو تھا بلکہ آج تو ہر لحاظ سے کنز پارکر کی جھلک دے رہا تھا۔وہ اکثر یہ سوچتی تھی اور افسوس کرتی تھی کہ اس کی ماں اتنی خوبصورت ہے لیکن اس کے بہت کم نقوش اپنی ماں سے ملتے ہیں۔آج دران کو دیکھ کر لگا وہ ان کے سارے نقوش چرائے ہوئے تھا۔بڑی اور گھنی پلکوں والی لمبی پر کشش آنکھیں۔رعب دار ناک،خوبصورت تراش کے ہونٹ اور گھنے بال۔دران اس کو دیکھ کر صوفے پر سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels Afsana Articles Books Poetry Interviews

عجیب لمحہ تھا۔ایک بہن بھائی کے ملن کا لمحہ،وہ بہن بھائی جو ایک ہی ماں کے بطن سے پیدا ہوئے مگر اتنے برسوں اس بات سے انجان رہے۔وہ یونہی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی صوفے کے پاس آئی۔دران نے اسے بیٹھنے کے اشارہ کیا اور اس کے بیٹھتے ہی خود بھی بیٹھ گیا۔جیسیکا نے ہاتھ میں پکڑی فائل کو صوفے کے سامنے رکھی میز پر رکھا۔اگر تذبذب کا شکار وہ تھی تو دران بھی عجیب کشمکش کا شکار لگ رہا تھا۔

وہ دران کے بولنے کی منتظر تھی اور شاید دران اس کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔وہ خاموشی سے سر جھکائے گھٹنوں پر کہنیاں ٹکائے،ہاتھوں کے پنجوں کو آپس میں ملائے،سر جھکائے بیٹھا تھا۔کچھ دور فاصلے پر رکھے کاوچ پر انل بیٹھا تھا۔وہ بھی دونوں کی خاموشی کو دیکھ رہا تھا۔

کچھ کہیں گے نہیں؟

جیسیکا کی آواز نے خاموشی کو ختم کیا تو دران نے سر اوپر اٹھایا۔

تم کچھ کہو۔

دران نے فوراً ایسے کہا جیسے بس اسی کے بولنے کا منتظر تھا۔وہ اس سے تین سال چھوٹی تھی لیکن پھر بھی ایک عجیب جھجک تھی۔

یہ کاغذات۔۔۔یہ سب۔۔۔ان سب کی ضرورت نہیں تھی۔کیا آپ جانتے ہیں آپ کی شکل مما سے اتنی ملتی ہے کہ جب انل نے مجھے سب بتایا تو مجھے یقین کرنے میں ایک سکینڈ نہیں لگا۔

میز پر رکھی فائل کی طرف اشارہ کرتی ہوئی وہ مبہم سے مسکرائی۔یہ فائل دران نے ہی اسے بھجوائی تھی۔جس میں تمام ثبوت موجود تھے جس سے یہ بات ثابت ہوتی تھی کہ وہ کنزر پارکر کا ہی بیٹا ہے۔

بس اعتراض ہے تو اس بات کا کہ آپ اتنے سالوں سے یہ سب چھپ کر کیوں کر رہے تھے۔مجھے پیسوں سے زیادہ آپکی ضرورت تھی۔

آخری الفاظ پر جیسکا کے لہجے میں نمی کا عنصر شامل تھا۔دران نے اس کے معصوم سے چہرے کو محبت اور شفقت سے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔

آپ کے پاس جھوٹے ہی سہی لیکن بہت سے رشتے تو تھے۔میرے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا۔میں بہت بہت تھک چکی ہوں۔

آنسو ٹوٹ کر گال پر گرا۔دران نے ضبط سے لب بھینچے ایسے جیسے اس کا یہ آنسو اس کے دل پر گرا ہو۔

مما نے آپ کے بارے میں مجھ سے کبھی کوئی بات نہیں کی۔کبھی غصہ کرتی تھیں،چلاتی تھیں لیکن آپ کے بارے میں کبھی ذکر نہیں کیا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

میں یاد نہیں ہوں گا ان کو۔

اف۔۔۔یہ لہجہ۔دران کی آواز کا بھاری پن اس کے دل پر بڑھتے بوجھ کی عکاسی کر رہا تھا۔شاید وہ بھی رو رہا تھا لیکن اس کے آنسو اندر گر رہے تھے اسی لئے آواز لڑکھڑا رہی تھی۔

آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔انہیں تو میں یاد نہیں رہتی تھی جو ہر دم ان کے ساتھ تھی۔

ایک تلخ اور ماضی کے تکلیف دہ لمحوں کی چبھن لئے مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا گھیراؤ کیا۔جیسیکا نے ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کئے اور انہیں پھر سے گود میں دھر لیا۔

میں اگلے ہفتے ان سے ملنے جا رہی ہوں۔آپ ساتھ چلیں گے؟

وہ دران سے سوال پوچھ رہی تھی۔وہ خود تو ہر ماہ بعد یا کچھ ہفتوں کے بعد کنز کو دیکھنے اولڈ ہوم ضرور جاتی تھی۔کنز پارکر کی صحت اب بالکل ٹھیک تھی اور اسے ہسپتال سے اولڈ ہوم میں منتقل کر دیا گیا تھا کیونکہ وہ جسمانی طور پر تو اب بہت بہتر تھی لیکن ذہنی طور پر ٹھیک نہیں تھی۔وہ بہت خاموش رہتی تھی اور گھنٹوں ایک ہی نقطے پر نگاہیں جمائے رکھتی تھی۔دران تو جیسے اس کے سوال پر مجسم ہوا اور پھر آہستگی سے سر کو نفی میں جنبش دی۔

کیوں؟آپ کو چلنا چاہیے۔

نہیں میں ان سے ملنا نہیں چاہتا اور تم بھی کبھی ان سے میرا ذکر مت کرنا۔

مگر۔۔

کبھی مت کرنا۔

دو ٹوک لہجہ تھا۔جیسیکا نے دکھ سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔خاموشی پھر سے وقت کو نگلنے لگی۔

ایک۔۔۔۔دو۔۔۔۔تین۔۔۔سکینڈ

یہ تمھارے نئے فلیٹ اور کار کی چابی۔

دران نے ہاتھ بڑھا کر میز پر رکھی دو چابیاں اٹھا کر اس کی طرف بڑھائیں۔جیسیکا نے چونک کر دران کی طرف دیکھا اور پھر سرعت سے نفی میں سر ہلایا۔

مجھے نہیں چاہیے۔

تم سے پوچھ تھوڑی رہا ہوں کہ تمہیں چاہیے یا نہیں۔میں مسلمان ہوں اور ہمارے ہاں شادی سے پہلے تک بہن کی تمام ذمہ داری بھائی پر ہوتی ہے۔

دران کے رعب دار لہجے اور بات پر وہ کچھ بھی کہے بنا چابی تھام گئی۔اس کی شخصیت اس کے بات کرنے کا انداز وہ اصل زندگی میں بھی کسی ہیرو سے کم نہیں تھا۔

تم کل سے بیکری نہیں جاؤ گی۔یہ یونیورسٹی کا داخلہ فارم ہے۔پڑھائی شروع کرو اپنی۔

دران نے اب میز پر سے ایک فائل اٹھا کر اس کے سامنے رکھی۔یونیورسٹی آف فائن آرٹس کا نام پڑھتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر دران کی طرف دیکھا۔

آپ کو کیسے پتا کہ فائن آرٹس میں پڑھنا میرا خواب ہے؟

مجھے سب پتا ہے۔بس ابھی سب کے سامنے یہ بات نہیں کھول سکتا کہ تم میری بہن ہو لیکن تمھاری ہر خواہش کا احترام کرنا اور خیال رکھنا میری ذمہ داری ہے۔

وہ ایک دم سے صوفے پر کھسکتی ہوئی آگے ہوئی اور دران کے کندھے

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

پر سر رکھ دیا۔

مجھے ان سب چیزوں سے زیادہ آپکی ضرورت ہے۔

وہ رو رہی تھی۔دران نے آہستگی سے اس کے سر پر گال ٹکایا۔

میں ہمیشہ سے ساتھ تھا اور ہوں۔

وہ دران کی گردن کے گرد بازو حائل کئے کسی چھوٹی بچی کی طرح لپٹ گئی۔ایک شفقت بھرا احساس تھا جس سے اس کا وجود ہمیشہ سے نا آشانہ رہا تھا۔چند پل یونہی گزرنے کے بعد وہ مسکراتی ہوئی سیدھی ہوئی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

شفٹنگ کر لینا۔انل یہیں رہے گا تمھاری مدد کے لئے۔مجھے کل پاکستان جانا ہے۔

دران نے اس کے گال پر شفقت سے تھپکی دیتے ہوئے کہا تو اس کی نگاہیں بے ساختہ کچھ دور بیٹھے انل پر اٹھیں اور ایکدم سے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔

ہوں۔آپ فکر نہ کریں۔میں کر لوں گی سب ،آپ کے انل کی مجھے

ضرورت نہیں ہے۔

کھردرا اور سپاٹ لہجہ تھا۔دران نے گہری سانس لی اور ایک نگاہ انل پر ڈالی جس کے دل پر جیسیکا کی یہ بات ہتھوڑے کی طرح برسی تھی۔

دراصل یہ جو بھی کرتا رہا میرے کہنے پر کرتا رہا۔

جانتی ہوں لیکن تب مجھے آپ کے بارے میں کچھ نہیں پتا تھا۔اب میں آپ کو جانتی ہوں تو مجھے آپ کے پی اے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

یہ صرف میرا پی اے نہیں۔میرا واحد دوست اور میرا سب کچھ ہے۔

اب کی بار دران مسکرایا اور لفظوں پر زور دیا کیونکہ انل کا اترتا چہرہ وہ اچھے سے محسوس کر سکتا تھا۔

خوشی ہوئی یہ جان کر لیکن مجھے آپ کے دوست کی کوئی مدد نہیں چاہیے۔

اف۔۔۔وہ تو بہت سنجیدہ تھی۔دران نے اس کے چہرے کی بڑھتی سختی

دیکھ کر فوراً ہاتھ اوپر اٹھایا۔

اوکے۔اوکے۔جیسی تمھاری مرضی۔

چلیں مجھے اب جانا ہے۔پھر ملیں گے۔امید کرتی ہوں اب آپ سے ملنے کے لئے مجھے آپ کے پی اے سے رابطہ نہیں کرنا ہو گا؟

کاٹ دار لہجہ تھا۔انل کا چہرہ مزید اتر گیا جبکہ دران کن اکھیوں سے باری باری دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھا۔

نہیں بالکل نہیں۔تم جب چاہو مجھے کال کر سکتی ہو اور یہ کریڈٹ کارڈ رکھ لو۔

دران نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا۔اب کی بار جیسیکا نے بلا جھجک کارڈ تھاما اور پھر دران سے گلے مل کر انل کی طرف بنا دیکھے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔دران اب بھی جانچتی نگاہوں سے انل کا اترا چہرہ دیکھ رہا تھا۔جو خاموشی سے دوبارہ صوفے پر بیٹھ رہا تھا۔

گاڑی متوازن رفتار سے سڑک پر چل رہی تھی۔ڈرائیونگ سیٹ پر دران بیٹھا تھا اور وہ آنکھیں موندے اس کی ساتھ والی نشست سے ٹیک لگائے ہوئے تھی۔گہرے نیلے رنگ کے قمیض شلوار میں ملبوس سر پر نفاست سے دوپٹہ جمائے،ہلکے سے میک اپ سے آرائستہ کئے نقوش اور لبوں پر میٹھی سے مسکان وہ سڑک کے پار نیلے بادل کی طرح قدرت کا حسین شہکار لگ رہی تھی ۔

وہ کچھ گھنٹے پہلے ہی جووت اور مریم سے ملنے کے بعد گھر سے نکلے تھے۔دران نے سراسر جھوٹ کہا تھا کہ وہ اسے زندگی کی تمام خوشیاں دینے میں کامیاب نہیں ہوا۔وہ تو اسے زندگی کی ہر خوشی دے رہے تھا۔

دران نے پتا نہیں کیا جادو چلایا تھا کہ جو جووت کل تک اس کی شکل دیکھنے کا روادار نہیں تھا۔یہ دو دن ایک پاؤں پر اس کی اور دران کی خدمت میں لگا رہا تھا۔وہ دو دن دران کے ساتھ اپنے گھر میں رہ کر آئی تھی۔مریم ،میری،سنانا اور جووت اسے سب کچھ مل گیا تھا۔جووت

سنانا کے شوہر کی وجہ سے ہی ایک اچھی جگہ پر ملازمت کرنے لگا تھا اور ساتھ اپنی پڑھائی بھی جاری رکھے ہوئے تھا۔جان کے جانے کے بعد سے وہ کافی ذمہ دار ہو گیا تھا۔

وہ یونہی آنکھیں موندے پرسکون مسکرا رہی تھی جب دران نے ڈرائیو کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ٹی شرٹ اور جینز پہنے اور سر پر کیپ جمائے وہ بہت حد تک لوگوں سے اپنا حلیہ چھپانے میں کامیاب ہوا تھا۔

جویریہ کو یوں مسکراتا دیکھ کر اس نے بے ساختہ اس کے گود میں دھرے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔اچانک ہاتھ پر دران کے ہاتھ کی گرفت محسوس ہوئی تو اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور خیالوں سے باہر آئی۔وہ ایک ہاتھ سے سٹیرنگ تھامے اور دوسرے ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو تھامے اپنے لبوں سے لگا چکا تھا۔دران کے اس انداز پر اس کی مسکراہٹ کا ساتھ گالوں کی بڑھتی لالی نے دیا تو وہ دلکشی کا سماں لگنے لگی۔

اب کہاں جا رہے ہیں ہم؟

کھڑکی سے پار دیکھتے ہوئے سوال کرتی وہ نشست سے ٹیک ہٹاتی سیدھی ہوئی۔اسے اب محسوس ہوا تھا کہ گاڑی شہر کی حدود سے باہر نکل چکی تھی اور اب جس سڑک پر رواںدواں تھی وہ غالباً موٹروے تھی۔

لاہور۔

دران نے مختصر جواب دیا۔اس کے ہاتھ پر گرفت پھر سے مضبوط کی اور لبوں سے جوڑا۔

لاہور ! لیکن کیوں؟مطلب کوئی کام ہے کیا وہاں؟

حیرت سے گردن موڑے دران کی طرف دیکھا۔وہ اس کے ہاتھ کو ا ابھی بھی تھامے ہوئے تھا۔

کسی سے ملانا ہے تمہیں۔

کس سے؟

کسی سے ملانا ہے اور یہ دکھانا ہے کہ دیکھیں میں بھی اب زندگی جینے لگا ہوں۔اور یہ ہے میری زندگی جینے کی وجہ۔

NEWERAMAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دران نے سرشار لہجے میں کہا اور پھر سے اس کے ہاتھ کو لبوں سے لگایا۔وہ ہنس دی اور حیرت سے رخ مزید دران کی طرف موڑ لیا۔

اچھا ایسا کون ہے وہاں؟

میرے استاد،میرے محسن۔تجوید ان سے ہی سیکھی ہے میں نے۔

سچ۔۔پھر تو مجھے ان سے مل کر بہت خوشی ہو گی۔

اب کی بار وہ حیرت چھوڑ کر پرجوش ہوئی۔دران اس کی خوشی دیکھ کر ہنس دیا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ایک اور بات سن کر بہت خوشی ہو گی تمہیں۔

مسکراتے ہوئے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا اور نگاہیں پھر سے سامنے جما دیں۔جویریہ اب تجسس سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

ان کی اسلامی کتب کی شاپ ہے۔گھر میں بھی بہت زیادہ اچھی کتابوں کا مجموعہ ہے۔

اوہ گریٹ۔

وہ واقعی بہت خوش ہوئی تھی۔دران اس کی خوشی دیکھ کر مسکرا دیا۔چند لمحے خاموشی کی بعد پھر سے اس کی آواز ابھری۔

تمہیں پتا ہے انہوں نے مجھے کس وقت سنبھالا تھا؟جب میں زندگی کے سب سے مشکل وقت سے گزر رہا تھا۔

دران کے لہجے میں ایک دم سے سنجیدگی عود آئی تھی اور وہ تو جیسے اس کے ہنسنے سے جی اٹھتی تھی اور اس کے اداس ہونے پر مرجھا جاتی تھی۔دران کے چہرے کے کرب کو دیکھتے ہوئے اس کے لبوں پر سے بھی مسکان غائب ہوئی۔وہ آہستہ آہستہ اس پر کھل رہا تھا۔

تب میں نے سبرینا کی شکل میں آخری رشتے کو بھی کھو دیا تھا۔ اتنی تکلیف میں تھا کہ اگر وہ مجھے نہ سنبھالتے تو ضرور ابھی تک بھٹک رہا ہوتا۔

دران گہری سانس لیتے ہوئے چپ ہوا۔اس کے ہاتھ کو چھوڑ کر سٹیرنگ

کو دونوں ہاتھوں سے تھاما۔

اگر تم نے مجھے نہ سمجھایا ہوتا اور یاور چاچو کا خیال نہ ہوتا تو میں برھان کو پولیس کے حوالے کرتا۔

وہ ایک دم سے اس کے لہجے کی بڑھتی سختی دیکھ کر پریشان ہو گئ تھی۔پھیکی سی مسکان لبوں پر سجائے گویا ہوئی۔

دران زندگی بہت مختصر ہے۔آپ نے بچپن سے لے کر اب تک نفرتیں دیکھیں اور ہمیشہ خود کو نفرت میں جلایا۔کبھی ان کی نفرت تو کبھی ان سے نفرت۔میں چاہتی ہوں اب آپکی زندگی میں صرف خوشیاں ہوں۔

وہ دران کی طرف دیکھتے ہوئے نرمی سے بول رہی تھی جبکہ اس کے بھینچے جبڑے اور چہرے کی سختی بتا رہی تھی کہ وہ برھان کو دل سے معاف نہیں کر سکا تھا۔

ہم جب اختیار اور طاقت رکھنے کے باوجود کسی کو معاف کر دیتے ہیں تو

اللہ خوش ہوتا ہے۔آپ یہ کیوں سوچ رہے ہیں کہ آپ نے ان سے بدلہ نہیں لیا۔آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ بدلہ لینے کی طاقت رکھنے کے باوجود آپ نے سب اللہ پر چھوڑ کر اللہ کو خوش کیا۔بے شک جزا اور سزا سب اللہ دینے والا ہے۔

وہ اتنے میٹھے لہجے میں اسے سمجھا رہی تھی کہ دران کے چہرے کی سختی اس کی مٹھاس بھری باتوں سے زائل ہو رہی تھی۔

وہ اس کا سکون تھی اور وہ صیح کہہ رہی تھی۔اسے اب اس کے سنگ زندگی جینی تھی اور زندگی جینے کے لئے نفرتوں کو ختم کرنا پڑتا ہے اور چند ان چاہے رشتوں کو بھی معاف کرنا پڑتا ہے۔ دران نے پھر سے اس کے ہاتھ کو تھاما،لبوں سے لگایا اور مسکرا دیا۔

تم اتنی اچھی کیوں ہو؟

میں اچھی نہیں ہوں۔صرف آپکو اچھی لگتی ہوں۔

جویریہ اس کے سوال پر بے ساختہ مسکرا دی۔پھر نظروں کو سامنے

جماتے ہوئے جذب دروں گویا ہوئی۔

کوئی بھی انسان اس دنیا میں مکمل اچھا یا برا نہیں ہوتا۔وہ کسی کی زندگی میں ہیرو کا کردار ادا کر رہا ہوتا ہے تو کسی کی زندگی میں اسی وقت ویلن ہوتا ہے۔کبھی کبھار ہم چاہ کر بھی کسی کے ساتھ اچھے نہیں ہو پاتے اور کبھی کسی کے لئے ہم سے زیادہ پر خلوص اور اچھا کوئی نہیں ہوتا۔

مجھے یقین ہے تم کبھی کسی کے لئے بری نہیں ہو سکتی۔

دران نے فوراً اس کی بات کاٹتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔وہ مبہم سا مسکائی۔

یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟میں آپ کے لئے لاکھ اچھی سہی لیکن اپنے ماں باپ اور بھائی کے لئے ایک ایسی باغی لڑکی ہوں جس نے ان سے چھپ کر مذہب بدل لیا۔ان کی باتوں کے خلاف گئی۔میری وجہ سے ان کو خاندانوں والوں کی اور دنیا سے باتیں سننا پڑیں۔میرے باپ کا سر جھک گیا۔وہ میری پریشانی لے کر اس دنیا سے گئے۔

آخری جملہ ادا کرتے ہوئے اس کے چہرے پر گہرا سایہ لہرا گیا۔دران اس کی بات میں خلل دیے بنا اسے سن رہا تھا۔

یہ حقیقیت ہے ہم انسان اپنی ہر کوشش کے باوجود دنیا میں موجود سب لوگوں کو خوش نہیں کر سکتے۔بس کچھ گنے چنے لوگ اور رشتے ہوں گے جو ہمارے ساتھ مخلص ہوں گے۔ہم سے پوری طرح خوش ہوں گے۔ہمیں اچھا سمجھتے ہوں گے۔

پھر تم نے مجھے روبی اور برھان کے لئے اچھا بننے پر مجبور کیوں کیا؟میں نے ان کے ساتھ جو بھی کیا اس کے لئے میں دل سے تیار نہیں تھا۔

دران نے خفگی بھرے لہجے میں شکوہ کیا تو وہ ایک سکینڈ کے لئے خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔

میں نے آپکو اچھا بننے پر مجبور نہیں کیا بس برا نہ بننے کا کہا تھا کیونکہ اچھا بننے کی کوشش کرنا بیکار ہے کیونکہ آپ دنیا والوں کے لئے لاکھ اچھے بن جائیں وہ کبھی آپ کو اچھا نہیں کہیں گے اور نہ اس اچھائی کا

اجر دیں گے،اس لئے کوشش صرف برا نہ بننے کی کرنی چاہیے۔ایسا کرنے سے ہمیں ان کے رویوں کی تکلیف کم ہو گی۔

ہاہ۔ہ۔۔ہ تمھاری باتیں۔۔۔۔ سچ میں لاجواب کر دیتی ہو۔

دران نے اس کی بات پر اثبات میں سر کو جنبش دیتے ہوئے سراہا۔وہ مسکراہٹ کو مزید گہرا کرتی مکمل طور پر دران کی جانب رخ موڑ گئی اور دلچسپی سے گویا ہوئی۔

اچھا مجھے اپنے استاد کے بارے میں بتائیں نہ اور کچھ

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دران نے اس کی دلچسپی پر محبت سے اسے دیکھا اور پھر گہری سانس لیتے ہوئے اس کے ہاتھ کو چھوڑ کر دونوں ہاتھ سٹیرنگ پر جمائے سنجیدگی سے گویا ہوا۔

ہاں تو یہ کہانی شروع ہوتی ہے وہاں سے جب میری مستقبل میں بننے والی بیوی نے مجھے کودنے سے بچایا تھا۔۔

وہ دران کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی کھلکھلا کر ہنس دی۔اس کا کھنکتا

قہقہ کار میں جلترنگ کی طرح گونج اٹھا۔دران نے حیرت اور محبت سے اسے دیکھا۔

کیا بات ہے! تم یوں بھی ہنستی ہو۔؟

دران نے اس کی ہنسی کا ساتھ دیتے ہوئے سوال کیا تو وہ ہنسی کو بریک لگاتی ہوئی سر زور زور سے اثبات میں ہلانے لگی۔

پھر خوشی سے نم ہوتی آنکھوں کے کونوں کو انگلی کی پوروں میں جذب کیا۔کیا بتاتی اس کو کہ زندگی کے بہت سے سالوں کی تلخ مسافت نے اس کی اس ہنسی کو دفن کر دیا تھا۔یہ تو اب اس کا ساتھ تھا جس نے اس ہنسی کو واپس لٹایا۔دران اب اسے احمد بیگ صاحب کے بارے میں بتا رہا تھا اور وہ دلچسپی سے سب سن رہی تھی۔گاڑی متوازن رفتار میں سرسبز لہلاتے کھیتوں کے بیچ و بیچ سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

بھاری سر اور بوجھل آنکھیں وہ بمشکل آنکھیں کھولنے کی کوشش میں تھی۔یہ ہاسپٹل کا بیڈ تھا جس پر وہ نیم دراز تھی۔ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ

برسوں کے بعد آنکھیں کھول رہی ہو۔آنکھیں گد سے چپک ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔بمشکل جیسے ہی اس نے آنکھ کھولی خالی ذہن کے ساتھ چھت کو گھورنے لگی۔

آہستہ آہستہ سب کچھ ذہن کے پردوں پر فلم کی طرح چلنے لگا وہ کب اور کیسے اس ہسپتال میں پہنچی تھی۔

آخری منظر جو ذہن میں آیا اس میں وہ گھر میں تھی جب مارٹن اس سے ملنے آیا تھا۔ایک سالہ دران بھوک سے رو رہا تھا اور وہ بیڈ سے اٹھنے کی سکت میں نہیں تھی۔

یہ کنز پارکر کی زندگی کا بدترین دور تھا جو نوین کے گزر جانے کے بعد سے شروع ہوا۔اسفند نوین کی لاش کے ساتھ ہی پاکستان چلا گیا تھا۔وہاں نوین کی موت کے خوف سے دستگیر بیگم نے دوبارہ اسفند کو واپس امریکہ نہیں آنے دیا۔

پہلے ایک دو ماہ اسفند کا خط اسے ملا پھر دران کی پیدائش کے بعد اس کی جاب بھی ختم ہو گئی اور اسفند کا خط بھی نہیں آیا۔ایک ساتھ کتنی

ہی پریشانیاں اسے شراب نوشی کی طرف لے آئیں۔وہ رات دن نوین کی یادوں کو بھلانے کے لئے شراب پینے لگی اور وہیں سے اس کی بربادی کا دور شروع ہوا اسے کسی نے نشے کی لت لگا دی۔

ایک سال کے اندر وہ نشے کی اتنی عادی ہو گئی کہ ایک سال کے دران سے بالکل بے خبر ہونے لگی۔حکومت دران کے خرچ اٹھائے ہوئے تھی لیکن وہ ان میں سے بھی چوری چھپے اپنا نشہ پورا کرنے لگی۔آہستہ آہستہ دران کی محبت پر نشے کی دھند چھانے لگی۔

ایسا نہیں تھا کہ وہ دران سے محبت نہیں کرتی تھی۔دران سے وہ بے حد محبت کرتی تھی۔دران کا نام بھی اسفند نے ہی اسے خط میں لکھ کر بھیجا تھا مگر پھر اس کے نشے کی عادت خوفناک صورت اختیار کرنے لگی وہ نشے میں ڈوب کر دران کو بھولنے لگی اور ایسی ہی ایک شام مارٹن اسے تلاش کرتے ہوئے اس کے گھر پر پہنچا اور اس کی یہ حالت اس سے دیکھی نہیں گئی۔وہ اسے فوراً ہسپتال لے آیا۔

کنز نے آنکھیں کھولیں اور آخری منظر ذہن میں گھوم گیا جب مارٹن اس

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کے گھر میں داخل ہوا تھا اور وہ نشے میں دھت ہو کر بے ہوش ہو گئی تھی اور اب جب آنکھ کھولی تو وہ ہسپتال کے بستر پر تھی۔ہوش میں آتے ہی پہلا خیال دران کا آیا۔

دران۔۔۔دران۔۔۔

سب یاد آ جانے پر وہ ایک جھٹکے سے اٹھی بیٹھی اور ارد گرد دیکھتے ہوئے دران کو پکارا۔کرسی پر بیٹھا مارٹن اخبار کو فولڈ کرتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مارٹن دران کہاں ہے؟

مارٹن کو سامنے دیکھتے ہی پریشانی سے سوال کیا۔

تم اٹھ گئی۔کیسی طبیعت ہے اب؟

دران کے سوال کو نظر انداز کرتا وہ محبت سے پوچھ رہا تھا۔

مارٹن میرا بیٹا کہاں ہے۔رات۔۔۔جب تم میرے گھر آئے تھے۔وہ گھر میں تھا میرے ساتھ۔

وہ بے تحاشہ بوکھلائی ہوئی تھی۔

تم اتنا اونچا مت بولو تمھارے لئے ٹھیک نہیں اور لیٹ جاؤ۔ابھی۔

مجھے میرے بیٹے کے بارے میں بتاؤ کہاں ہے وہ؟

مارٹن کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے چیخ کر سوال کیا تو وہ بالکل خاموش ہو گیا۔کنز اب ہونقوں کی طرح اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔کچھ پل کی دلخراش خاموشی کے بعد مارٹن کی آواز گونجی۔

وہ اس دن تم نے زیادہ نشہ لے لیا تھا۔وہ بھوک اور بخار سے بلک رہا تھا۔میں جب وہاں پہنچا اس کی آخری سانسیں چل رہی تھیں۔میں تم دونوں کو ہسپتال بھی لے آیا لیکن میں اسے نہیں بچا سکا۔

مہ۔۔۔مطلب؟

کنز کی آنکھیں تو پھٹنے کی حد تک باہر آ چکی تھیں۔

مطلب یہ کے تمھارا بچہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔

نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔

وہ پاگلوں کی طرح بے یقینی سے سر کو نفی میں ہلاتی چیخی رہی تھی۔مارٹن گھبرا کر اس کے قریب ہوا۔

کنز۔۔۔کنز پرسکون رہو۔

وہ اسے تسلی دے رہا تھا لیکن جب کسی کی دنیا اس کی اپنی غفلت سے اجڑ جائے اس کا حال کنز پارکر جیسا ہی ہوتا ہے۔وہ پاگلوں کی طرح چیخ رہی تھی۔

ڈاکٹر۔۔۔ڈاکٹر۔۔۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مارٹن کو جب اس کی حالت تشویش ناک لگنے لگی وہ تیزی سے ڈاکٹر کو بلانے کے لئے بھاگا۔

لاہور کی گہاگہمی سے بالکل برعکس ہوٹل کا یہ پرسکون کمرہ گہری خاموشی میں ڈوبا تھا۔سفید اور بھورے رنگ کے امتزاج کی سجاوٹ والے اس کمرے میں بھوری لکڑی کا پرانی طرز کا فرنیچر اس کی خوبصورتی کو بڑھا رہا تھا۔

وہ سفید چادر والے جہازی سائز بیڈ پر کتابوں کے ڈھیر کے بالکل سامنے بیٹھی تھی۔گہرے پیلے کُرتے کے ساتھ سفید چوڑی دار پاجامہ زیب تن کئے ،سفید دوپٹے کو آڑا ترچھا ایک طرف تکیے پر دھر کر،کتابوں کے ڈھیر میں سے باری باری ایک ایک کتاب اٹھاتی،اسکے ورق کو الٹ پلٹ کرتی اور پھر دوسری کتاب اُٹھا لیتی۔وہ پچھلے ایک گھنٹے سے اسی عمل میں مصروف تھی اور دران کچھ دور ہلکے بھورے صوفے پر بیٹھا لیپ ٹاپ پر مصروف تھا۔

احمد بیگ صاحب سے ملاقات کے بعد واپسی پر وہ لاہور کے ہوٹل میں رُکے تھے۔انہوں نے جویریہ کو گھر سے رخصت ہوتے ہوئے بہت سی کتابیں تحفے کے طور پر دی تھیں اور اب وہ انہی کتابوں کو دیکھ رہی تھی۔

دران کچھ دیر پہلے ہی لیپ ٹاپ سے اٹھ کر ریسٹ روم میں گیا تھا اور اب باہر نکل کر نائٹ ٹرائیوزر شرٹ میں ملبوس ٹاول سے ہاتھ پونچھتا ہوا اسے غور سے دیکھ رہا تھا جو اردگرد کی ہر چیز،ہر بات سے بے خبر

گود میں دھری کتاب پڑھنے میں محو تھی۔

ڈھیلے سے پیلے کرتے میں وہ کمرے کی روشنی اور کپڑوں کے رنگ کے سنگ دل کو لبھانے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔ڈھیلی پونی میں سے بالوں کی بہت سی لٹیں گردن پر جھول رہی تھیں۔آنکھیں گھنی سیاہ لانبی پلکیں کے تلے انہماک سے ورق گردانی میں مگن تھیں۔

ٹاول کو ایک طرف رکھتا ،وہ اسے یونہی نظروں میں بھر کر آگے بڑھا اور قریب آکر اس کے متوجہ ہونے سے پہلے ہی اس کی گود میں دھری کتاب کو اٹھایا ،باقی کتابوں کو ایک طرف کیا اور سرعت سے اپنا سر کتاب کی جگہ اس کی گود میں رکھ کر لیٹ گیا۔دران نے یہ سب کچھ اتنی تیزی سے کیا کہ وہ ہڑبڑا گئی۔

! دران۔ن۔ن

ہلکی سی چیخ نما آواز نکلی جبکہ وہ مزے سے سیدھا لیٹا اپنے سینے پر ہاتھ باندھے،پاؤں کو قینچی شکل پھنسائے اس کی طرف گہری محبت پاش نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

کیا یہ ساری کتابیں آج رات ہی پڑھ لو گی۔

پڑھ تو نہیں رہی تھی بس سرسری دیکھ رہی تھی۔بہت اچھی کتابیں ہیں اور آپ خود بھی تو لیپ ٹاپ پر مصروف تھے۔

دران کی بے خود ہوتی آواز پر اس نے جھینپ کر فوراً مصنوعی خفگی سے شکوہ کیا۔

تو اب نہیں ہوں مصروف۔اس لئے تم بھی اپنی مصروفیت ختم کردو۔

ٹھیک ہے کر دی۔سر دباؤں آپکا۔

فوراً حکم مان کر دران کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے محبت سے پوچھا۔وہ دلکشی سے مسکرا دیا۔

نیکی اور پوچھ پوچھ دباؤ۔

دران کے کہنے پر جیسے ہی اس نے آہستگی سے ہاتھ کا دباؤ اس کی پیشانی پر ڈالا دران نے پرسکون ہو کر آنکھیں موند لیں۔

اس کی گداز ہتھیلیاں پیشانی کو چھو کر عجیب طرح سے تقویت بخش رہی

تھیں۔اتنا سکون بخش احساس تھا کہ اسے بے اختیار غنودگی چھانے لگی۔

سنو ایسے تو مجھے نیند آ جائے گی۔

دران نے آنکھیں موندے ہی خدشہ ظاہر کیا۔وہ محبت سے اس کے وجہیہ چہرے کو دیکھتے ہوئے مسکرا دی۔

تو سو جائیں۔

ایسے ہی؟

ہاں ایسے ہی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

تو تم کیسے سو گی؟

میں جاگتی رہوں گی۔

کیوں تمہیں نیند نہیں آئے گی؟

ایسے تو کبھی نہیں آئے گی۔

تنگ ہو رہی ہو؟

نہیں تو۔

وہ محبت سے ہولے ہولے دباتے ہوئے اس کے غنودگی میں جاتے سوالوں کے جواب دے رہی تھی جب اچانک دران نے ایک آنکھ کھول کر اس کی آبرؤ اوپر چڑھائی۔دیکھنے کا انداز شاکی تھا۔

سنو یہ مجھے دھوکا دے کر اپنی جان تو نہیں بچائی جا رہی؟

دران کا انداز ایسا تھا کہ وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

نہیں ایسا کچھ بھی نہیں۔چپ چاپ سو جائیں۔

ہوں کیوں چپ چاپ سو جائیں۔سب سمجھ رہا ہوں میں

کیا سمجھ رہے ہیں؟

اس نے مصنوعی گھورتے ہوئے کہا تو دران ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔وہ اب بھی ہنسی کو دباتی گلال ہو رہی تھی۔

تم یہ کیوں بھول جاتی ہو کہ مجھے اب پتا چلا جاتا ہے جو کچھ بھی تم سوچتی ہو۔

دران نے لب بھینچ کر شرارت سے کہا تو وہ بے ساختہ ہنس کر نفی میں سر ہلانے لگی۔

میں ایسا کچھ بھی نہیں سوچ رہی۔آپ کل بھی ڈرائیو کرتے رہے اور پھر انکل کے گھر بھی صبح سے سوئے نہیں تو اب آرام کریں۔

بہت فکر ہے میرے آرام کی۔

معنی خیز گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے وہ قریب ہوا تو اس نے گلال ہوئے گالوں پر لرزتی پلکیں جھکا دیں۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜⚜

بیورلی ہلز کی یہ دوپہر بہت روشن تھی۔سورج باقی دنوں کے برخلاف آج زیادہ چمک رہا تھا۔یونیورسٹی آف فائن آرٹس کے وسیع و عریض گیٹ سے آگے لمبی راہداری پر معمول کی چہل پہل تھی۔طالب علم کندھوں پر بیگ لٹکائے،ایک دوسرے سے باتوں میں مگن آ اور جا رہے تھے۔ سیاہ سوٹ اور سرخ ٹائی میں ملبوس انل کب سے گیٹ سے کچھ آگے لگے بنچ پر بے چینی سے منتظر نگاہیں سامنے جمائے بیٹھا تھا۔

جیسیکا کی آخری کلاس ختم ہونے کا وقت تو یہی تھا پھر وہ آ کیوں نہیں رہی تھی؟اس نے سرخ ٹائی کی ناٹ کو دھیرے سے دائیں بائیں گھماتے ہوئے سوچا۔آج پورے دو ماہ بعد وہ دل کے ہاتھوں ہار گیا تھا۔اسے اپنی بے چینی اور بے کلی کی سمجھ آ چکی تھی۔جیسیکا کے دل میں پنپتے جذبات یکہ طرفہ نہیں تھے۔اسکا دل بھی اس کے لئے ویسے ہی جذبات رکھتا تھا اور اب جب اس نے دل سے تسلیم کر لیا تھا تو سب جیسے ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔

وہ یونہی بے چین سا بیٹھا تھا جب دو لڑکیوں کے ساتھ ہنس کر بات کرتی ہوئی جیسیکا پر نگاہ پڑی۔گلابی رنگ کے فر کوٹ اور جینز کے نیچے سفید جوگرز میں وہ ہمیشہ کی طرح دمک رہی تھی۔

اس پر نگاہ پڑتے ہی وہ تیزی سے بنچ پر سے اٹھا اور اس جانب چل دیا۔اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی وہ جیسے ہی دونوں لڑکیوں کو الوداع کہتی ہوئی پلٹی سیدھی نگاہ انل پر گئی اور پھر قدم زمین پر جم گئے۔

پل بھر کو اس کے قدم رکے اور پھر اگلے ہی لمحے چہرہ سخت ہوا اور

اس نے قدم مزید تیز کر دیے جبکہ انل اب پھولی سانسوں سمیت اس کے پاس پہنچ چکا تھا۔

ہیلو۔

پوری بتیسی نکالے اسے ہیلو کہتا وہ جیسے پچھلی ہر زیاتی بھلائے ہوئے تھا۔وہ جیسیکا کے ساتھ پوری رفتارمیں قدم ملا رہا تھا جو ہیلو کا جواب دیے بنا تیز تیز چل رہی تھی۔

کیسی ہو؟

ہیلو کا جواب نہ پا کر اگلا سوال کیا۔

ٹھیک ہوں۔

مختصر جواب تھا جو بے انتہا بے رخی سے دیا گیا لیکن انل اس کے بولنے پر ہی کھل اٹھا۔

واپس جا رہی ہو۔چلو میں چھوڑ دیتا ہوں۔

آپ شاید بھول رہے ہیں اب میرے پاس میری اپنی کار ہے۔

انل کی طرف بنا دیکھے دانت پیستے ہوئے فوراً جواب دیا۔

اوہ ہاں واقعی یہ تو بھول ہی گیا تھا میں۔۔چلیں پھر آپ مجھے اپنی کار میں لفٹ دے دیں۔

میرے خیال سے آپکے پاس بھی کار ہے۔

جیسیکا نے ہنوز اسی غصے میں جواب دیے تو ہنس دیا۔

ہاں سو تو ہے لیکن مسئلہ دراصل یہ ہے کہ وہ خراب ہے۔

کندھے اچکاتے ہوئے فوراً جھوٹ گھڑا تو وہ ایک دم رکی اور ماتھے پر ناگواری کے بل سجاتے ہوئے انل کی طرف دیکھا۔

جھوٹ۔

آپ کیسے یہ کہہ سکتی ہیں؟

کیونکہ میں جانتی ہوں آپکو۔

اسی لئے تو آپ سے لفٹ مانگ رہا ہوں۔لفٹ جاننے والوں سے ہی مانگنی چاہیے سیف رہتا ہے انسان۔

بتیسی نکال کر کہا تو وہ چڑ کر دانت پیستی آگے بڑھی۔

میں آپکو لفٹ نہیں دوں گی۔

کیوں ابھی تو آپ نے کہا کہ آپ جانتی ہیں مجھے۔جاننے کے باوجود اتنی بے مروتی؟

انل پھر سے اس کے ساتھ قدم ملائے اپنی پرانی ٹون میں تھا۔

ہاں یہ میری زندگی کی بہت بڑی غلطی تھی۔

بہت بڑی لیکن خوشگوار غلطی۔

غلطیاں خوشگوار نہیں ہوتیں۔

غلط بالکل غلط کچھ غلطیاں بہت خوشگوار ہوتی ہیں کیونکہ ان کے نیتیجے میں آپ کو جو سبق ملتا ہے یا ان کی وجہ سے زندگی میں جو تبدیلی آتی ہے وہ بہت حسین ہوتی ہے۔

گہری مسکراہٹ اور شریر لہجے کے ساتھ کہتا وہ اس کے ساتھ ساتھ اب یونیورسٹی کے پارکنگ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

میری اس غلطی سے مجھے سبق تو ملا ہے لیکن اس کے نتیجے میں میری زندگی میں کوئی حسین تبدیلی نہیں آئی تو ثابت ہوا یہ خوشگوار غلطی نہیں ہے۔

وہ غصے میں کہتی ہوئی مزید آگے ہوئی اور کار کا لاک کھولا۔اس سے پہلے کہ وہ بیٹھتی انل اس سے پہلے ہی فرنٹ سیٹ سے ہوتا ہوا ڈرائیو سیٹ کے ساتھ والی نشست پر براجمان ہو گیا۔وہ منہ کھولے کھڑی اسے دیکھ رہی تھی جبکہ وہ اب سیٹ پر بیٹھا کوٹ کے شکن درست کر رہا تھا۔اس بات میں کوئی شک نہیں تھا اپنی پرانی طرز میں سوٹڈ بوٹڈ وہ بہت خوبرو لگ رہا تھا۔

عجیب دھونس ہے۔میں نے کہا نہ آپکو لفٹ نہیں دے رہی میں۔اتریں جلدی۔

وہ اب کھلے دروازے میں سے جھانکتے ہوئے غصے سے کہہ رہی تھی۔

جی جانتا ہوں آپ لفٹ نہیں دے رہی ہیں لیکن میں لے رہا ہوں۔

خوشگواریت سے مگر ڈھیٹ پن سے جواب دیا جبکہ جیسیکا کا سرخ ہوتا چہرہ صاف ظاہر کر رہا تھا وہ بے انتہا غصے میں ہے۔

اچھا چلیں باہر پارکنگ تک ہی چھوڑ دیں۔

انل کی گزارش پر وہ گہری سانس لیتی بیزاریت سے سیٹ پر براجمان ہوئی۔اور چابی کو لگایا۔

جیسیکا مجھے معاف کردو

انل کی آواز پر کار سٹارٹ کرتے اس کے ہاتھ پل بھر کو رکے۔سختی سے جبڑے بھینچے انل کی طرف مڑی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کس بات کے لئے؟

تمھارا دل دکھا میری وجہ سے اس لئے۔

میں معاف کر چکی ہوں آپ کو۔

ہوں۔

جیسیکا کی بات پر وہ کچھ دیر سر جھکائے بیٹھا رہا اور پھر اس کی مدھم

آواز گونجی۔

اصل میں مجھے جب پہلی محبت ہوئی تھی میری عمر بائیس سال تھی۔تب مجھے۔۔۔

مجھے آپ کی پہلی محبت کے قصے نہیں سننے۔

سننے پڑیں گے۔

انل نے سنجیدگی اور رعب سے کہا تو وہ مزید تپ گئی۔سفید چہرہ سرخ ہوا تھا۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کیوں کوئی زبردستی ہے کیا؟میں کیوں سنوں؟

کیونکہ میری دوسری اور آخری محبت تم ہو۔

جھوٹ۔

وہ ساکن ہوتے وجود اور آنکھوں کے ساتھ فوراً اسے جھٹلا گئی۔

میں یہاں دران کا پی اے بن کر نہیں آیا۔اس لئے کوئی جھوٹ نہیں بول رہا۔

اب کی بار انل کی بات ہر وہ بالکل چپ رہی۔بس بے یقین آنکھیں اس پر ٹکی تھیں۔

تمھیں نہیں پتا میں پچھلے دو ماہ سے کتنا پریشان رہا اور بلاآخر یہ سمجھ میں آ ہی گیا کہ میں تم سے بے حد محبت کرنے لگا ہوں۔

انل نے مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھا۔وہ اسی طرح بے تاثر چہرہ لئے بیٹھی تھی۔

بہت کوشش کی اس بات کو جھٹلانے کی لیکن یہ سچ ہے اور میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں جیسیی۔

وہ اظہار کر چکا تھا جس کے بعد سامنے خاموشی چھا گئی۔اچانک وہ یوں سیدھی ہوئی کہ انل ڈر گیا۔سٹئیرنگ پر موجود اس کے دونوں ہاتھوں کی گرفت بڑھ گئی تھی۔

کیا بھائی کو پتا ہے یہ سب؟

اچانک جیسیکا کے سخت لہجے میں کہے الفاظ گونجے تو وہ اداس سے لہجے

میں برجستہ جواب دے گیا۔

نہیں۔

تو پھر رشتہ تو ان سے ہی مانگو گے نہ؟

وہ مسکرائی اور پھر ہنس دی۔جھرنے کے جیسی کھنکھتی ہنسی کے جلترنگ انل کے چہرے کو رونق بخش گئے وہ ہنس رہی تھی اور محبت اور شرارت سے دیکھ رہی تھی۔

⚘⚘⚘⚘⚘⚘⚘⚘⚘⚘⚘⚘⚘⚘⚘⚘

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہیلو باسل

سپیکر سے آتی آواز پر دران ایک دم سے چوکنا ہوا۔

جی۔

کیلیفورنیا کنگ ہسپتال پہنچے فوراً۔

کیا ہوا؟

دران نے نیند سے بوجھل ہوتی آواز میں پھر سے پوچھا۔نگاہیں گھوم کر

دیوار پر لگی گھڑی پر گئیں۔صبح کے چار بج رہے تھے۔

آپ ہسپتال پہنچیں وہاں آ کر سب پتا چل جائے گا۔

اس عجیب و غریب اطلاع کے بعد فون کھٹاک سے بند ہوا۔دران نے حیرت سے پہلے فون اور پھر اپنی دائیں طرف لیٹی جویریہ کو دیکھا،وہ بے خبر سو رہی تھی۔

انہیں امریکہ واپس آئے تین دن ہو چکے تھے اور اس وقت وہ درانگ ولاس میں اپنے کمرے کے بیڈ پر موجود تھا۔دران نے موبائل کو واپس بیڈ کے اطراف میں لگے میز پر رکھا اور آہستگی سے کمفرٹر کو خود پر ہٹاتا،بیڈ پر سے اٹھا۔

دران جیسے ہی بیڈ سے نیچے اترا جویریہ نے کسلمندی سے آنکھیں کھولیں۔وہ کچھ دیر پہلے ہی نماز پڑھ کر لیٹی تھی،ابھی نیند پوری طرح آئی نہیں تھی کہ دران کے اس طرح اٹھنے پر آنکھ فوراً کھل گئی۔آنکھ کھلتے ہی اسے یہ احساس بھی ہوا کہ کچھ دیر پہلے وہ کسی کے ساتھ فون پر بات بھی کر رہا تھا۔

دران کیا ہوا؟

وہ بیڈ پر سے اتر کر پلٹا ہی تھا جب جویریہ کی نیند سے بوجھل آواز عقب سے ابھری۔قدم ایک پل کے لئے تھمے۔

ضروری کام ہے؟

مختصر جواب دیا۔وہ دران کے جواب پر حیرت سے بھنویں سکیڑ گئی۔

اتنی صبح !

دران اب ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ رہا تھا۔وہ کسلمندی سے بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگاتی اٹھ بیٹھی۔دران کے واپس آنے تک وہ یونہی پریشان حال اور متجسس بیٹھی تھی۔وہ سیاہ گرم کوٹ اور جوگرز میں ملبوس واپس آیا تھا۔

اس کی تیاری سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کہیں دور جا رہا ہے۔اور چہرے پر طاری سنجیدگی جویریہ کو اور پریشان کر رہی تھی۔مشن کے ختم ہونے پر وہ پوری طرح مطمئن تھا لیکن اچانک یوں اسے بلوا لینے کا مقصد اسے

پریشان کر رہا تھا۔دران کے بیڈ کے قریب آنے پر وہ پھر سے متجسس لہجے میں گویا ہوئی۔

دران آپ نے بتایا نہیں اتنی صبح کیا ضروری کام ہو سکتا ہے؟

اس کے سوال پر دران نے ایک آبروُ چڑھائے سامنے دیکھا۔وہ متجسس اس کی طرف جواب کے لئے منتظر نگاہیں جمائے بیٹھی تھی۔

ضروری اور اریجنٹ کام وقت دیکھ کر تو نہیں آتے۔

دران نے بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر سے موبائل کو اٹھا کر جیب میں رکھتے ہوئے بہت مصروف اور سنیجدہ لہجے میں جواب دیا۔اس سے پہلے کے جویریہ کچھ کہتی وہ پھر سے بول اٹھا۔

تمہیں اپنے بارے میں سب بتا دینے کا مقصد یہی تھا کہ تم مجھے ٹیپیکل بیویوں کی طرح تنگ نہیں کرو گی؟

دران کے جواب اور سپاٹ لہجے پر وہ ایک دم سے چپ ہوئی جبکہ وہ عجلت میں کمرے سے باہر جا چکا تھا۔

♆♆♆♆♆♆♆♆♆♆♆♆♆♆♆♆

روئی کے گالے کی طرح نرم نازک جلد والا ایک سالہ دران صوفے پر کمبل میں لپٹا لیٹا تھا۔اس کے بالکل پاس بیٹھا نفس اس کے منہ سے دودھ کی بوتل لگائے ہوئے تھا۔وہ اسفند کا واحد قریبی دوست تھا اور یہ کمرہ اس کے ہی کوارٹر کا تھا جہاں اس وقت وہ،ایک سالہ دران اور اسفند موجود تھے۔

کچھ فاصلے پر کھڑا اسفند فون کا ریسیور کان سے لگائے پریشان حال کھڑا تھا جہاں پچھلے دو دن سے وہ دران کو رکھے ہوئے تھا۔مارٹن نے دران کو پاکستان بھیجا تھا۔

وہ دران کے یوں اچانک پاکستان آنے پر کنز کے لئے پریشان ہو گیا تھا۔وہ جانتا تھا کنز کسی بھی صورت دران کو یوں ہمیشہ کے لئے اور تعلق ختم کر کے اس کے پاس نہیں بھیج سکتی تھی۔

امریکہ سے واپس آنے کے بعد دستگیر بیگم نے اسے پھر امریکہ واپس نہیں جانے دیا تھا۔وہ نوین کی موت سے گھبرا گئی تھی۔انہوں نے ایک

سال بعد ہی اس کی شادی کر دی۔وہ اپنی زندگی اور کاروبار سیٹ کرنے میں ایسا الجھا کہ کنز کی طرف سے غافل ہو گیا اور اب یوں اچانک دران کے پاکستان آنے اور کنز کی حالت کے بارے میں سن کر وہ بمشکل مارٹن سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔

مارٹن نے کسی آدمی کے ہاتھ دران کو پاکستان بھیجا تھا جس کے ساتھ کنز کے دستخط شدہ کچھ کاغذات تھے اور اس کی چند تصاویر تھیں جس میں وہ کسی ہسپتال کے بیڈ پر بیمار حالت میں موجود تھی۔کاغذات میں صاف درج تھا کہ وہ دران کو اپنی مرضی سے اسفند کے حوالے کر رہی ہے کیونکہ وہ خود اب اسے پالنا نہیں چاہتی۔

مجھے کنز سے بات کرنی ہے۔آپ میری اس سے بات تو کروا سکتے ہیں؟

فون ریسیور کو کان سے لگائے وہ مضطرب لہجے میں گویا ہوا۔دوسری طرف مارٹن خاموش ہو گیا تھا۔اس کا دران پر یہ احسان اسی پر بھاری پڑ رہا تھا۔

آپ چپ کیوں ہیں؟کوئی جواب تو دیں؟

وہ بات کرنے کی حالت میں نہیں ہے۔دران کو تم تک پہنچا دینے کا مطلب یہی ہے کہ وہ اب اس کو مزید سنبھال نہیں سکتی۔

آپ کم از کم مجھے اتنا تو بتا سکتے ہیں کہ وہ امریکہ کے کس ہاسپٹل میں ہے؟میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔

نہیں میں نہیں بتا سکتا ہوں۔اتنا احسان بہت ہے کہ تمھارا بچہ تم تک پہنچ گیا ہے۔تم اب مجھ سے بھی کوئی رابطہ نہیں رکھنا۔

مارٹن نے سپاٹ لہجے میں کہا اور فون بند ہو گیا۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہیلو۔۔۔ہیلو۔۔۔

اسفند نے بے چینی سے ریسیور میں کہتے ہوئے فون کے بٹن پر ہاتھ مارا لیکن سب بیکار تھا۔فون بند ہو چکا تھا۔اسفند نے فون واپس رکھا اور مایوس صورت بنائے واپس پلٹا۔ریاض نے دران کے منہ کو لگائی دودھ کی بوتل ایک طرف رکھی اور سوالیہ نگاہوں سے اسفند کی طرف دیکھا۔دران لانبی پلکیں پھولے ہوئے نرم گالوں پر گرائے گہری نیند میں

تھا۔

فون کاٹ دیا اس بدتمیز انسان نے۔کم از کم میری کنز سے بات تو کروا سکتا تھا۔

اسفند نے دلگیر لہجے میں کہتے ہوئے بالوں کو ہاتھوں میں جکڑا۔وہ یوں دران کو لے کر بے حد پریشان تھا۔دران کی آمد نے اس کی متوازن رفتار میں چلتی زندگی میں خلل پیدا کر دیا تھا۔گھر میں عصمت کی طلاق کو لے کر پہلے ہی بہت پریشانی چل رہی تھی اور اب دران کی ایسے آمد وہ بالوں کو ہاتھوں میں تھامے مضطرب کھڑا تھا۔ریاض نے اسے بغور دیکھا اور پھر سیدھا ہوا۔

تم کیوں اتنے پریشان ہوتے ہو۔اگر اسے گھر نہیں لے جا سکتے ہو تو یتیم خانے۔۔۔۔

بیٹا ہے میرا۔

اسفند نے دانت پیس کر غصے میں بات کاٹی۔ریاض نے گہری سانس

خارج کی۔

ہاں تو بیٹا ہے تو پھر لے جاؤ اسے گھر،سب کو سچ بتا دو۔

سب کو سچ بتا دینے کے مطلب پتا کیا ہے؟

اسفند نے پیشانی پر پریشانی کی لکیریں ڈالے اس کی طرف دیکھا اور پھر نرم سے نگاہ دران پر ڈالی۔اس کا چہرہ اتنا معصوم تھا کہ اسے دیکھتے ہی پیار آ جائے وہ شکل و صورت میں زیادہ کنز پر تھا۔

تم میرے گھر والوں کو نہیں جانتے۔روبی مجھ سے محبت کرتی ہے لیکن وہ ایک ضدی اور مجھے کسی صورت بھی نہ بانٹنے والی عورت ہے۔میری بہنیں میری والدہ محترمہ پر گئی ہیں جو کسی بھی صورت میری اس طرح دوسری عورت میں سے اولاد کو پالنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوں گی۔وہ لوگ اس معصوم جان کا کیا حال کریں گے تم نہیں جانتے۔

اسفند کے کھوئے سے لہجے میں صاف پریشانی جھلک رہی تھی۔ریاض نے بھنویں اچکائیں۔

پھر کیا کرو گے؟یہ بہت چھوٹا ہے اسے ماں یا کسی عورت کی دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔تم اسے کیسے اکیلے سنبھالو گے؟

ریاض نے حیرت سے سوال کیا۔وہ خود بھی غیر شادی شدہ تھا اور ان دو دنوں میں دران کو سنبھالنے میں اس کی بس ہو چکی تھی۔

میں کسی اور کے حوالے نہیں کر سکتا اس کو یہ کنز کی امانت ہے

میرے پاس مجھے یقین ہے وہ ایک دن ضرور اسے واپس لینے آئے گی

میں اپنے ہی گھر والوں کو لالچ دوں گا۔

اسفند نے آہستگی سے کہتے ہوئے سر جھکا لیا۔

لالچ! کیسا لالچ؟

میں سب کو کہوں گا کہ یہ نوین بھائی کا بیٹا ہے اور اگر ہم اسے پال پوس کر بڑا کریں گے تو نوین بھائی کی تمام جائیداد گھر میں ہی رہ جائے گی۔ویسے یہ ایک طرح سے سچ ہی ہے۔میں نے کنز کو ڈاوورس دے دی تھی اب اسے نوین بھائی ہی گود لینے والے تھے۔

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اسفند نے ہنوز جھکے سر کے ساتھ ہی اپنے اگلے لائحہ عمل سے آگاہ کیا۔وہ جانتا تھا دران کو گھر میں رکھنے کا اب بس یہی ایک حل تھا۔وہ پرسوچ نگاہیں دران کے چہرے پر جمائے بیٹھا تھا اور ریاض اس کی بات کی تائید میں آہستگی سے سر ہلا رہا تھا۔

سرخ نارنجی لالی ڈوبتے سورج کے گرد آسمان کو رنگ رہی تھی اور شام کے سائے پھیل رہے تھے۔بریلوی ہلز میں اترنے والی یہ شام بہت عجیب تھی۔عجیب زندگی کے عجیب بدلتے رخ ہر آنے والا دن میں ایک نیا انکشاف کر رہے تھے۔اس کی زندگی کے الجھے باب برسوں بعد سلجھنے کے لئے اوراق پلٹنے لگے تھے۔

درانگ ولاس کے وسیع گیٹ سے داخل ہوتی سیاہ کار کی فرنٹ نشست پر وہ سنجیدہ چہرہ لئے براجمان تھا۔دران ملک عرف درانگ یا پھر باسل یہ اس کی زندگی تھی۔انگنت گھتیوں میں الجھی،ناسمجھ آنے والی۔وہ ہسپتال پہنچا تو اس سے لپٹ جانے والا شخص وہ تھا جس کے نام کی جھوٹی

شناخت لئے وہ اپنی اصلی شناخت کی کھوج میں بھٹکتا رہا۔وہ نوین ملک تھا جس کا نام اس نے ہمیشہ اپنی ولدیت کے خانے میں دیکھا تھا۔

شیون کی خفیہ جیل میں سے آزاد ہونے والے مغوی میں ایک شخص ایسا تھا جس کے شجر نسب نے پوری این۔ایف ایجینسی کو حیران اور پریشان کر دیا تھا۔نوین ملک ان کے ہونہار ایجنٹ باسل کا باپ تھا۔جو پچھلے ستائیس سال سے شیون کی جیل کا قیدی تھا۔

اس کا شمار ان مغویوں میں ہوتا تھا جو ان کے مافیا سے بغاوت کرتے ہیں اور اسے چھوڑنا چاہتے ہیں یا ان کی کوئی معلومات ان کے پاس ہوتی ہے۔نوین کو بیسیوی صدی میں ہونے والے اس بلاسٹ میں مار دینے کا صرف ڈرامہ رچایا گیا تھا۔نوین کے کپڑے پہنا کر کسی اور مسخ چہرے والی لاش کو بلاسٹ کی آگ میں پھینک دیا گیا تھا۔پوسٹ مارٹم رپورٹ تک کو تبدیل کر دیا گیا تھا۔

شیون کی جیل پر آپریشن کے بعد نوین کی حالت بہت ابتر تھی وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ بوڑھا ہو گیا تھا۔اس کی ٹانگیں کام کرنا چھوڑ چکی

تھیں۔ہفتوں زیر علاج رہنے کے بعد جب اس کا بیان لیا گیا تو اس کی کہانی،شناخت اور حقیقت نے سب کو دنگ کر دیا اور آج تمام ضروری کاروائی کے بعد اسے دران کے حوالے کر دیا گیا۔

گاڑی درانگ ولاس کے پورچ میں آ کر رکی تو گارڈ نے فوراً دران کی طرف کا دروازہ کھولا۔وہ سیاہ کوٹ میں ملبوس سنجیدہ چہرے کے ساتھ گاڑی سے باہر نکلا۔ملازم ہاتھ باندھے اس کے حکم کے منتظر تھے۔

ان کو ویل چیئر پر اندر لے کر آؤ۔

دران نے پاس کھڑے ملازم کو کار کی پچھلی نشست پر حیرت زدہ بیٹھے نوین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حکم دیا اور خود قدم لاؤنج کی طرف بڑھا دیے۔وہ کار میں بالکل خاموش رہا تھا۔نوین اسے غور سے دیکھتا رہا مگر کوئی بات نہیں کی۔وہ ہر چیز کو،ہر جگہ کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ایسے جیسے کوئی مردہ تیس سال بعد زندہ ہو کر لوٹ آئے اور بدلی دنیا کو دیکھ کر دنگ رہ جائے۔

لاؤنج میں دران پہلے سے ہی اسفند،روبی،برھان اور سبرینا کو اکٹھا ہونے

کا پیغام بھیج چکا تھا۔دران کے پیچھے ہی لاؤنج میں ویل چیئر پر بیٹھے بوڑھے شخص کو دیکھ کر اسفند اور روبی کی آنکھیں کچھ پل کے لئے ہی چندھی ہوئیں اور پھر پھیل گئیں۔نوین ڈبڈبائی نگاہوں سے اسفند کی طرف دیکھ رہا تھا۔

نہ۔۔۔نوین بھا۔۔۔ئی۔۔۔

کچھ ساکن پلوں کے بعد اسفند کی حیرت زدہ آواز ابھری۔نوین نے جھری زدہ آنکھوں میں آنسو بھر کر سر کو اثبات میں ہلایا۔

دران یہ کیسے! یہ تو نوین۔۔۔نوین بھائی ہیں۔آپ زندہ ہیں؟

اسفند خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثر لئے آگے بڑھا اور پھر نوین کی ویل چیئر کے سامنے اس کے گھٹنے تھامے بیٹھ گیا۔نوین نے نقاہت سے کانپتے ہاتھ اٹھائے اور اسفند کے گال پر رکھ دیے۔اسفند کی آنکھوں میں بے یقینی تھی اور نوین کی آنکھوں میں کتنے ہی سوال تھے جن کو پوچھنے کے لئے وہ بیتاب تھا۔

ہاں۔زندہ ہوں اور پچھلے تیس سال ایک دوزخ میں اپنے گناہوں کی پاداش میں سزا کاٹتا رہا ہوں۔

نوین بھائی۔وہ بلاسٹ وہ۔۔

بلاسٹ میں ملنے والی لاش میری نہیں تھی۔مجھے ان لوگوں نے اغوا کر لیا تھا اور پھر اپنی جیل میں بند کر دیا۔

نوین کی آواز کی لغزش اس کے سالوں کی اذیت کی غمازی تھی۔وہاں موجود باقی نفوس حیرت سے آنکھیں پھاڑے سامنے کے منظر کو دیکھ رہے تھے۔نوین ملک کا نام تو برھان اور سبرینا نے بھی سن رکھا تھا لیکن اس وقت وہ اسفند سے کیا بات کر رہے تھے یہ ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

اسفی کنز کہاں ہیں؟اور یہ میرا بیٹا ہے نہ؟

نوین نے کانپتی آواز میں پوچھا اور بوڑھی چمکتی آنکھوں کے ساتھ دران کی طرف دیکھا۔حیرت اور بے یقینی ختم ہوئی اور اسفند کو دیکھ کر یہ

احساس ہوا کہ اسے ہسپتال سے یہاں تک لے کر آنے والا یہ لڑکا یقیناً وہی بچہ تھا جسے وہ اپنا نام دینے والا تھا۔

جی بھائی یہ آپکا بیٹا ہے۔دران۔۔۔دران نام ہے اس کا۔

اسفند نے پرجوش انداز میں نوین کے ہاتھ کو اپنے دنوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔آنکھیں نم تھی اور لہجے میں بے پناہ خوشی جھلک رہی تھی۔دران نے اسفند کے چہرے کو بغور دیکھا۔کیا وہ نوین ملک کا بیٹا ہے؟تو وہ اسفند ملک کا بیٹا کیسے تھا۔ریاض اور اسفند کی وہ گفتگو وہ سب کیا تھا؟دران کے ذہن کی الجھن مزید بڑھ گئی۔

پاکستان میں جب وہ نوین کی تمام جائیداد کے کاغذات کی خاطر تگ و دو کر رہا تھا اسی دوران اس نے اسفند اور اس کے پرانے دوست ریاض کی گفتگو سنی تھی جس سے اسے یہ بات پتا چلی تھی کہ وہ نوین کی نہیں بلکہ کنز اور اسفند کی اولاد ہے لیکن آج نوین ملک اسے اپنا بیٹا کیونکر کہہ رہا تھا؟کیا وہ بھی یہ حقیقت نہیں جانتا تھا کہ وہ ان کا نہیں اسفند کا بیٹا ہے۔اففف۔۔۔اف اس کا دماغ گھوم رہا تھا۔وہ نوین کا بیٹا نہیں تھا یہ

بات تو یاور چاچو کو بھی ریاض کی ذریعے ہی پتا چلی تھی لیکن بعد میں اسے بھی ان دونوں کی گفتگو سے ہی یہ پتا چلا تھا کہ وہ اسفند کا بیٹا ہے اور ایسا بیٹا ہے جسے اسفند سب سے چھپائے ہوئے ہے۔

کنز جیسا ہے بالکل۔میرے پاس آؤ بیٹے۔

نوین نے لب بھینچ کر بمشکل آنسو روکے اور ہاتھ کے اشارے سے دران کو اپنی طرف بلایا۔

مجھے تو آپ جیسا بھی لگتا ہے۔

اسفند نے آنسو صاف کرتے ہوئے خوشی سے کہا۔دران ٹرانس کی حالت میں چلتا ہوا ان تک آیا اور اسی طرح نوین کی طرف جھک گیا جس نے جھپٹ کر اسے سینے سے لگایا۔وہ دران کو سینے سے لگائے پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔وہ پاگلوں کی طرح دران کا ماتھا،گال اور ہاتھ چوم رہا تھا۔

دران بس ساکن سانسوں کے ساتھ ان کے جھری زدہ چہرے پر موجود شفقت اور محبت کو دیکھ رہا تھا۔یہ وہ شفقت تھی۔یہ وہ لمس تھا جس

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کے لئے وہ برسوں ترستا رہا تھا۔ نوین اسے خود سے الگ کرتے ہوئے سیدھا ہوا اور پھر سے اسفند کی طرف دیکھا۔

اسفی کنزی کہاں ہے؟

اس کی لغزش زدہ آواز میں بیتابی نمایاں تھی۔وہ کنز کی تلاش میں نگاہیں ارد گرد گھما رہا تھا۔اسے تو یہی لگ رہا تھا کہ اسفند تیس سال سے یہیں امریکہ میں ہی تھا اور کنز بھی یہیں اس کے اور اپنے بیٹے کے ساتھ ہو گی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

کنز۔۔۔

اسفند کی آواز کسی کنویں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔بے اختیار وہ نوین سے نگاہیں چرا گیا۔نوین کا زردہ پرتا چہرہ اور ہاتھوں کی کپکپاہٹ بڑھنے لگی۔وہ بے یقینی سے اسفند کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

میں جانتا ہوں وہ کہاں ہیں۔

دران کی آواز پر دونوں نے بے ساختہ دران کی طرف دیکھا جو سپاٹ

چہرہ لئے اپنی جگہ سے اٹھ رہا تھا۔

یہ کیسے ہوا سب؟کیا ہسپتال کا سارا عملہ سو رہا تھا؟

مارٹن غصے میں چلایا تو سامنے کھڑے ڈاکٹر نے سر جھکا لیا۔اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا اور پریشانی کی لکیریں ماتھے پر گہری ہو رہی تھیں۔

کنز کل رات ہسپتال سے بھاگ گئی تھی۔مارٹن ہر رات ڈاکٹر کو پیسے دے کر کنز کو بیہوشی کا انجکشن لگاوتا تھا اور پھر اس کے ساتھ زیاتی کرتا تھا۔وہ یہ سب اس کے ساتھ پچھلے پانچ ماہ سے کرتا آ رہا تھا۔پہلے پہل تو اس نے بہت کوشش کی کہ کنز اس سے محبت کرنے لگے لیکن وہ ہر وقت دران اور نوین کے غم میں روتی رہتی تھی۔وہ اب اس کی محبت پانے کی جدوجہد میں تھک چکا تھا۔

وہ کنز سے کبھی بے خبر نہیں تھا۔نوین کی موت اور پھر اس کا ایک بچے کے ساتھ اکیلے رہنا اس سے کچھ بھی مخفی نہیں تھا۔نوین کی یاد میں

جب کنز شراب خانے میں جاتی تو وہ وہاں بھی چھپ کر اسے دیکھ رہا ہوتا تھا۔کنز کو نشے پر لگانے والا کوئی اور نہیں وہ تھا اور آخر کار وہ کنز کو پانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔وہ حسن کی ملکہ جس نے ہر بار اسے ٹھکرایا اس کی بے تحاشہ دولت کے باوجود نوین جیسے شخص کا انتخاب کیا آج ہر طرح سے اس کی دسترس میں تھی۔

وہ اب بھی کنز سے اپنا بھیانک روپ چھپا کر رکھتا تھا۔رات کو اسے نشہ آور انجکشن دینے کے بعد وہ خود ڈاکٹر کے کوٹ میں اس کے کمرے میں آ جاتا تھا۔کل رات بھی وہ ڈاکٹر کو پیسے دینے کے بعد جب اس کے کمرے میں آیا تو کنز ہوش میں تھی۔اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ اسے پہچان تو نہیں سکی لیکن چیخنے لگی۔اس کے چلانے پر وہ وہاں سے بھاگ نکلا اور آج ہسپتال آنے پر پتا چلا کہ وہ کل رات ہی یہاں سے بھاگ گئی تھی۔وہ اب ڈاکٹر سے اسی بات کی تفتیش کر رہا تھا۔

ہم کچھ نہیں جانتے سر۔کل رات ان کی حالت تو آپ بھی جانتے ہیں۔وہ صبح سے بیہوش نہیں ہوئیں تھیں۔آپ کے جانے کے ٹھیک

پندرہ منٹ بعد وہ کمرے سے غائب ہو گئیں اور اپنی جگہ بہیوش نرس کو لیٹا گئیں۔

ڈاکٹر اسے ساری کاروائی سے آگاہ کر رہا تھا اور وہ پیشانی پر ہاتھ مسلتا پریشان حال کھڑا تھا۔

ہم نے بہت کوشش کی تلاش کرنے کی دراصل وہ اپنا انجکشن نرس کو لگا کر ان کا لباس تبدیل کر کے یہاں سے نکل گئیں۔

بہت بہت برا ہوا۔کنز تم مجھ سے نہیں بچ سکتی۔آخر کیسے رہ سکو گی ایسے۔

NEWERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

وہ دانت پیستے ہوئے خود سے سرگوشی کر رہا تھا۔کنز کو وہ نشے کا اتنا عادی کر چکا تھا کہ اس کا نشے کے بنا رہنا ناممکن تھا۔

وہ نشے میں بھی خود سے غافل نہیں تھی کہ خود کے ساتھ ہونے والی زیاتی اور تبدیلیوں کو پہچان نہ سکتی۔وہ حمل سے تھی لیکن یہاں ہسپتال میں اس حالت میں اس کے ساتھ یہ سب کیسے ہو سکتا تھا۔یہی بات

اسے پریشان کرنے لگی اور اس رات اس نے رات کو لگنے والی انجکشن کو خود کو لگنے نہیں دیا بلکہ زبردستی نرس کو لگا دیا اور اسے بیڈ کے نیچے چھپا دیا۔

رات کو جب مارٹن ڈاکٹر کا روپ دھار کر اس کے کمرے میں آیا تو اس پر ساری حقیقت کھل گئی۔اس کے چلانے پر بھی اس کی مدد کے لئے کوئی نہیں آیا۔مارٹن کے بھاگنے کے بعد وہ وہاں نہیں رکی تھی۔نرس کو اپنی جگہ لیٹا کر وہ وہاں سے بھاگ گئ تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com

وہ نیلے شفاف آسمان کی طرف نگاہ اٹھائے ہوئی تھی۔بھوری بے جان آنکھیں آسمان پر اڑتے پرندوں کو دیکھ رہی تھیں۔ایک قطار میں لگے درختوں سے آگے شفاف پانی کی جھیل تھی اور جھیل کے سامنے لگے لکڑی کے ایک بنچ پر وہ بیٹھی تھی۔

سفید میکسی کے اوپر سفید گرم شال کو کندھوں پر ڈالے۔گود میں کتاب دھرے جس پر انگریزی زبان میں لکھے سنہری حروف دی ہولی قرآن

سیاہ جلد پر واضح تھے۔اس کا سفید گداز ہلکی جھریوں والا ایک ہاتھ کتاب پر دھرا تھا۔

وہ کنز پارکر تھی۔ایک طویل تکلیف دہ عمر گزارنے والی عورت۔ناجانے کتنی ہی بار اس نے خود کو ختم کرنے کی کوشش کی اپنی ہی بیٹی کا گلا دبا دینے کی کوشش کی۔لیکن زندگی پتا نہیں کیوں اس سے بیزار نہیں ہوتی تھی جیسے وہ زندگی سے بیزار تھی۔

اس رات جب وہ ہسپتال سے بھاگی وہ کچھ نہیں جانتی تھی وہ اب کہاں جائے گی۔دنیا سے بھروسہ جیسے اٹھ گیا تھا۔وہ چھپتی چھپاتی ایک انجان شہر میں آ گئی تھی یہاں ایک چھوٹے سے کیفے میں ملازمت کے بعد اس نے کرایہ پر ایک گھر لیا۔

معمولی تنخواہ پر بمشکل وہ اپنے کھانے اور نشے کو پورا کرتی تھی اور پھر جیسیکا اس دنیا میں آ گئی۔اس کے آنے کے بعد وہ عجیب کشمکش کا شکار ہو گئی۔نہ اس بچی کو پھینک سکتی تھی اور نہ اسے پیار کر سکتی تھی۔وہ روتی تھی چیختی تھی چلاتی تھی۔

اسی طرح سال گزرتے گئے،جیسیکا اور اس کا نشہ ایک ساتھ بڑے ہو گئے۔اس کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔

ایک دن اچانک جیسیکا نے اسے ایک بہت بڑے ہسپتال میں بھیج دیا۔یہاں آ کر سب بدلنے لگا۔آہستہ آہستہ وہ ہوش میں آنے لگی لیکن وہ اندر سے پرسکون نہیں تھی۔

جیسے جیسے اس کا علاج ہوا وہ خود کو سنبھالنے لگی اور سکون کی تلاش میں مختلف کتابیں پڑھنے لگی۔ان ہی کتابوں میں سے ایک کتاب نے اسے پرسکون کر دیا۔وہ جب بھی اس کو پڑھتی روح پر لگے زخم بھرنے لگتے۔

وہ اب ویسی نہیں رہی تھی لیکن وہ اب اللہ کے سوا کسی سے بات نہیں کرتی تھی۔خاموش رہتی تھی اور آسمان کو تاکتی رہتی تھی۔جیسیکا کے لئے بھی اس کے دل سے نفرت ختم ہو چکی تھی لیکن اس کے آنے پر وہ خاموش رہتی تھی۔اب تو ایک ماہ سے اوپر ہو گیا تھا وہ بھی ملنے نہیں آئی تھی۔

کنزی۔۔۔

عقب سے آتی آواز پر اس کے جسم کے سارے رونگٹے کھڑے ہوئے۔یہ آواز!۔۔۔۔۔۔۔

وہ کیسے اس آواز کو بھول سکتی تھی۔وہ حیرت سے پلٹی اور سامنے کے منظر کو دیکھ کر ششدر رہ گئی۔

ویل چیئر پر بیٹھا شخص نوین تھا۔اس کے پیچھے ایک جوان لڑکا کھڑا تھا۔جس کو دیکھتے ہی اس کے دل کی دھڑکن تھم گئی تھی۔

کنز۔ز۔زی

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

نوین نے کانپتی آواز سے پھر سے پکارا۔وہ حیرت سے آنکھیں کھولے مجسم کھڑی تھی۔کیا وہ مر چکی ہے اور جیسے اللہ نے اس کتاب میں فرمایا ہے کہ مرنے کے بعد ایک جنت ہے۔کیا وہ جنت میں ہے؟لیکن وہ تو مسلمان نہیں ہے۔

بے یقینی تھی۔عقل دنگ تھی۔جسم کے رونگٹے کھڑے تھے۔ریڑھی کی ہڈی میں سنسناہٹ تھی۔چشمے میں بوڑھی ہوتی آنکھیں پلک نہیں جھپک

رہی تھیں۔

کیا ویل چیئر پر بیٹھا شخص اس کا نوین تھا اور اس کے پیچھے کھڑا لڑکا اس کا بیٹا تھا۔وہ کانپتے وجود کے ساتھ آگے بڑھی اور بے اختیار ویل چیئر کے سامنے دو زانوں بیٹھ گئی۔کانپتے ہاتھوں سے نوین کے چہرے کو تھام لیا۔ وہ اس کے ہر نقش کو چھو رہی تھی۔آنکھیں اب بھی حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔پتلیاں ساکن تھیں۔

ہاں۔۔۔میں نوین ہوں۔تمھارا نوین۔

نوین نے بے اختیار اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔وہ جیسے سالوں بعد محرک ہونے والے مجسمے کی طرح تڑپ کر نوین کے سینے سے جا لگی۔

عجیب لمحہ تھا۔خواب جیسا۔معجزے جیسا۔برسوں سے بچھڑے وہ ایک دوسرے سے مل گئے تھے۔

تو یہ وجہ تھی کہ وہ آج تک زندہ تھی۔اللہ اسے یہ دکھانا چاہتا تھا کہ وہ

آزمائش ختم کرتا ہے۔وہ جب چاہے زندگی کا رخ بدل سکتا تھا سب اس کے کن کے اختیار میں ہے۔

کنز دران سے نہیں ملو گی۔

نوین کی سرگوشی پر اس نے سر اوپر اٹھایا۔ایک اور خوشی ایک اور دھچکا۔ہاں نوین کے پیچھے کھڑا لڑکا۔اس کا بیٹا تھا۔وہ ایک جھٹکے سے تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھی لیکن اس سے پہلے کے وہ دران کے پاس آتی دران نے ویل چیئر کے ہتھوں کو چھوڑا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا واپس پلٹ گیا۔

دران۔۔۔۔دران۔۔۔۔۔دران۔۔۔

وہ چیخ رہی تھی۔کچھ دور کھڑا اسفند جو یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔بھاگتا ہوا دران کے پیچھے لپکا۔

ایسے رونے سے کیا ہو گا؟

ریاض نے افسردہ آواز میں کہا۔سامنے بیٹھا اسفند نم آنکھوں کو صاف کر رہا تھا۔دران پر ہوتے ظلم پر وہ اپنے احساسات صرف ریاض پر ظاہر کرتا تھا۔آج بھی وہ ان کے گھر کے مہمان خانے میں بیٹھا تھا۔

نہیں دیکھ سکتا اس پر یہ ظلم۔بیٹا ہے میرا۔میرا خون۔چھپ چھپ کر راتوں کو اس کو پیار کرتا ہوں کہ کہیں کوئی مجھے دیکھ نہ لے اور کسی شک نہ ہو جائے۔

تو سچ کیوں نہیں بتا دیتے سب کو۔

سچ بتا دوں گا تو جو تھوڑا بہت رحم اس پر کرتے ہیں وہ بھی نہیں کریں گے۔ایک طوفان آ جائے گا۔میں رشتوں میں پھنس گیا ہوں۔سمجھ نہیں آتا کیا کروں۔اب یاور اڑ گیا ہے کہ وہ روبی کی بہن کے ساتھ شادی نہیں کرے گا۔

اسفند نے پیشانی پر ہاتھ مسلتے ہوئے اپنی ساری الجھنیں بیان کیں۔ باہر یاور بے دھیانی میں مہمان خانے کی طرف آ رہا تھا اور مہمان خانے سے آتی آواز پر قدم وہیں تھم گئے۔

اگر ان سب کو پتا چل گیا کہ یہ نوین کا بیٹا نہیں ہے تو۔۔۔

دسمبر کی ٹھٹھرتی رات اور شکاگو کی سڑکوں پر جمی برف اسے اب ہر انسان اور اس کائنات کی ہر چیز بے حس لگتی تھی۔خونخوار بڑھیے،بے حس،بے رحم۔

کنز کانپتی ہوئی فون بوتھ میں داخل ہوئی اور ریسیور کو کان سے لگاتے ہی ٹھک ٹھک سے بٹن دباتے ہوئے نمبر ملایا۔

کیلفورنیا میں ہسپتال سے بھاگ آنے کے بعد شکاگو میں آج اسے تیسرا ہفتہ تھا۔وہ یہاں آ تو گئ تھی لیکن جب یہ پتا چلا کہ اس کا حمل اب چار ماہ کا ہو چکا ہے اور اسے اس بچے کو دنیا میں لانا ہی پڑے گا ،یہ سنتے ہی اس نے خود کو ختم کرنے کی پہلی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہی جس عورت نے اسے چلتی ٹرین کے آگے کودنے سے بچایا وہ بھی اسی کی طرح اکیلی اور بے آسرا تھی۔

اسی کے توسط سے اسے ایک چھوٹے سے کیفے میں ملازمت مل گئی اور

رہائش کا انتظام بھی ہو گیا تھا۔ایک چھوٹے سے کمرے اور کچن پر مشتمل ایک کوارٹر اسے مناسب کرایے پر مل گیا تھا لیکن اس کی پیشگی قیمت ادا کرنے کے لئے اس کے پاس پیسے نہیں تھے۔

مارٹن سے وہ اب کسی قسم کا کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتی تھی۔مارٹن کے علاوہ کیلفورنیا میں اس کی واحد دوست ایلا ہی بچتی تھی۔ایلا اس کی بہت پرانی دوست تھی۔وہ ایک ساتھ بہت لمبے عرصے تک ایک جگہ ملازمت بھی کرتی رہی تھیں لیکن پھر نوین سے شادی کے بعد وہ ایلا اور مارٹن دونوں سے کم ہی رابطے میں رہی تھی۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ایلا کے ساتھ اس کی آخری ملاقات ہسپتال میں ہوئی تھی جب وہ مارٹن کے ساتھ اس کی خبر گیری کو آئی تھی۔ایلا کے گھر کے فون پر گھنٹی جا رہی تھی اور وہ اپنے کوٹ میں سمٹتی اس کے فون اٹھانے کی منتظر تھی۔

ہیلو۔

ایلا کی آواز ریسور سے ابھری۔کنز نے جلدی سے خشک ہوتے لبوں کو

آپس میں ملایا اور پھر منہ کھولا سفید بھاپ منہ سے نکل کر فون بوتھ کے شیشے پر چپک گئی۔

ایلا کیسی ہو تم؟میں کنز بات کر رہی ہوں۔

سرخ ہوتی ناک سوزش زدہ آنکھیں اور زرد چہرہ وہ اب کچھ سال پہلے والی کنز پارکر نہیں رہی تھی۔ایک مرجھائے پھول کی طرح بے حال۔

کنز۔۔کنز تم کہاں ہو؟مارٹن۔۔

ایلا اس کی آواز سنتے ہی حیرت زدہ لہجے میں ایک ہی سانس میں تیزی سے گویا ہوئی۔اس سے پہلے کہ وہ اسے بتاتی کہ مارٹن اسے تلاش کرتا ہوا اس کے پاس آیا تھا۔کنز نے سرعت سے اس کی بات کاٹ دی۔

ایلا۔۔۔پلیز مارٹن کو میرے بارے میں کچھ مت بتانا۔

کنز کیا ہوا؟پریشان لگ رہی ہو؟

اس کے حیرت سے کئے گئے سوال پر وہ روتے ہوئے خود پر کئے گئے ظلم کے بارے میں بتاتی چلی گئی کہ کیسے اسے علاج کے دھوکے میں

زیاتی کا نشانہ بنایا گیا اور کیسے وہ ہسپتال سے بھاگ کر یہاں پہنچی۔

اوہ۔۔۔اسی لئے وہ کیفے میں بھی کتنی بار چکر لگا چکا ہے اور میرے گھر بھی آ چکا ہے۔

ایلا اسے میرے بارے میں کچھ مت بتانا اور نہ ہی اس سارے قصے کے بارے میں کچھ بتانا وہ ڈاکٹر ضرور مارٹن کا دوست ہے اور مجھے شک ہے مارٹن اس سب میں شامل ہے۔بس تم میری کچھ مدد کر دو۔میں نے یہاں ایک گھر کرایہ پر لیا ہے جس کے لئے مجھے ابھی پیشگی کچھ رقم ادا کرنی ہے۔تم مجھے پیسے بھیج دو۔میری پہلی تنخواہ آتے ہی میں تمہیں یہ سارے پیسے لٹا دوں گی۔

وہ بیچارگی سے التجا کر رہی تھی۔بے بسی اس کے لہجے کی لغزش سے صاف ظاہر تھی۔وہ لڑکی جسے نوین نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر دے رکھا تھا اور شہزادیوں کی طرح رکھا تھا،آج پیسے پیسے کی محتاج تھی۔ایلا نے دکھ سے تھوک نگلا اور گہری سانس لی۔

تم فکر مت کرو۔مجھے پتہ بتاؤ میں تمہیں پیسے بھیجتی ہوں۔

شکریہ اور یاد رکھنا مارٹن کو میرے بارے میں بالکل مت بتانا لیکن ہاں اگر اسفند نامی کوئی شخص کبھی مجھے ڈھونڈتا ہوا تم تک پہنچے تو اسے میرے بارے میں ضرور بتا دینا۔

ایک موہوم سی امید تھی کہ اسفند کبھی اسے تلاش کرتا ہوا ضرور آئے گا۔

ٹھیک ہے پریشان مت ہو۔مجھے پتہ لکھواؤ۔

ہاں لکھو۔

برف سے ڈھکتے فون بوتھ میں وہ ایلا کو اپنا پتہ لکھوا رہی تھی اس بات سے بالکل انجان کہ اسفند تو نہیں لیکن پچیس سال بعد اس کا بیٹا اسے تلاش کرتا ہوا ضرور ایلا تک پہنچے گا۔

سیاہ ہڈی اور جینز میں ملبوس ،جبڑوں کو سختی سے بھینچے،سرخ چہرے کے ساتھ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ اولڈ ہوم کی راہداری کو عبور کرتا ہوا گیٹ سے باہر آ چکا تھا۔قدم من بھاری ہوتے اٹھ رہے تھے۔پیچھے سے آتی

پکار اس کی ماں تھی۔دل میں ابھرتی ٹیسیں آنکھوں میں مرچوں جیسی جلن پیدا کرنے لگی تھیں۔سفید پتلی پر سرخ دھاریاں اس کے اندر ہونے والی ٹوٹ پھوٹ کی غمازی تھیں۔

وہ قدم قدم آگے بڑھتا ہوا یہ جانتا تھا اسفند اس کے پیچھے ہے لیکن آج وہ ضبط کی آخری سیڑھی سے لڑکھڑا کر گر چکا تھا۔کتنے ہی پرانے زخم ہرے ہو چکے تھے۔وہ دران تھا،درانگ تھا یا پھر باسل لیکن وہ ایک بیٹا تھا اور وہ عورت اس کی ماں۔ایسا بیٹا جس کے دل میں محرمیوں کے بہت سے زخم تھے اور کچھ تو اتنے برس گزرنے کے بعد اب ناسور بن چکے تھے۔

دران رکو ایسے کہاں جا رہے ہو۔۔دران میری بات سنو۔

اسفند کی بگڑے تنفس والی پکار اس کے عقب سے گونج رہی تھی۔وہ جتنا تیز چل سکتا تھا چل رہا تھا۔

دران کار کے پاس پہنچ چکا تھا۔وہ لوگ یہاں دو کاروں میں آئے تھے۔دران کی کار آگے تھی اور اسفند نوین کے ہمراہ اپنی کار میں اس

کے پیچھے تھا۔وہ ان لوگوں کو یہاں تک پہنچانے ہی آیا تھا اور اب کنز کو یوں اپنے سامنے دیکھ کر جہاں دل شدت غم سے پھٹ رہا تھا وہاں سارے زخم بھی تازہ ہو گئے۔وہ مزید وہاں نہیں رک سکتا تھا اور کنز کو تو کسی صورت معاف نہیں کر سکتا تھا۔

دران تم کنز سے ملے بنا کیوں آ گئے؟ماں ہے وہ تمھاری۔

اسفند کی آواز اس کے قریب سے آ رہی تھی۔گاڑی کے دروازے کو کھولتے ہاتھ وہیں تھم گئے۔جھکی پلکیں اٹھائیں تو سرخ آنکھیں، بھینچے ہوئے لبوں سمیت پل بھر کو چندھی ہوئیں۔اسفند کا پریشان حال عکس گاڑی کے شیشے میں صاف نظر آ رہا تھا۔اور ایک یہ شخص تھا جسے وہ اپنے ساتھ رکھ کر خود کو اذیت دیتا تھا۔اس سے رشتہ عجیب تھا۔بچپن سے لے کر اب تک اس کی شخصیت میں وہ الجھ جاتا تھا۔ہر پل یہ جب یہ احساس جاگتا تھا کہ وہ اسے بڑھ کر گلے لگانے والا ہے تو وہ پلٹ جاتا تھا۔آخر کو وہ شخص اتنا بزدل کیوں تھا۔اگر اس کے لئے دل میں محبت تھی تو وہ ظاہر کیوں نہیں کرتا تھا۔وہ ایک جھٹکے سے پلٹا۔

جانتا ہوں۔وہ میری ماں ہیں اور یہ بھی جانتا ہوں آپ میرے باپ ہیں۔

غراہٹ میں برسوں سے دبی نفرت واضح تھی۔اس کی بھاری آواز، تنی ہوئی کنپٹی اور منہ سے نکلے الفاظ نے اسفند کا وجود مجسم کر دیا۔وہ اسفند کی ساکن آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بہت سے حساب مانگ رہا تھا۔دران کو لے کر اسفند کے خدشات سب درست تھے تو وہ سب جان چکا تھا۔شک تو یقین میں اسی وقت بدل گیا تھا جب اس نے بتایا کہ وہ جانتا ہے کنز کہاں ہے اور اب خاموشی سے اس کے اندر سے پھٹتے لاوے کو دیکھنے کا وقت تھا۔

وہ ایسی ماں جس نے خود سے الگ کیا اور آپ کے حوالے کر دیا اور آپ ایسے باپ جس نے چھت تو دی لیکن نہ شفقت دی اور نہ ہی اپنا نام۔

تم جانتے ہو سب !

بہت دور سے آتی دھیمی سرگوشی تھی۔

ہاں میں سب جانتا ہوں اور آج سے نہیں بہت عرصے سے جانتا ہوں۔آپ کو اپنے ساتھ رکھا صرف اس احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے جو آپ نے مجھے بچپن سے لے کر جوانی تک چھت دے کر کیا۔

وہ دانت پیستا ہوا پھٹ پڑا۔اسفند کا دھواں دھواں چہرہ اور ندامت سے ڈھلتی آنکھیں اس کے چہرے پر جمی تھیں۔وہ جو کنزی کی وکالت کے لئے اس کے پیچھے آیا تھا۔اس کے اپنے بارے میں خیالات سن کر وہیں تھم گیا۔وہ روبی سے نہیں اس سے نفرت کرتا تھا۔اس نے روبی کو نیچا دکھانے کے لئے ساتھ نہیں رکھا ہوا تھا بلکہ اس کی نفرت میں اسے ساتھ رکھا تھا۔

وہ میری ماں ہے تو ان کے لئے اتنا بہت ہے کہ ان کے علاج سے لے کر اب تک ان کا خیال رکھا۔آپ میرے باپ ہیں تو آپ کو یہاں اپنے ساتھ رکھا ہے اس سے زیادہ کی توقع مجھ سے مت کریں۔

وہ اسفند کو نفرت آمیز نگاہوں سے دیکھتا زہر آلودہ جملے ادا کر رہا تھا۔وہ زہر جو برسوں سے اس کے اندر کڑواہٹ بھرتا رہا تھا۔

بیٹا کبھی کبھی جو سامنے نظر آتا ہے حقیقت وہ نہیں ہوتی۔حقیقت بہت مختلف ہوتی ہے۔ایسی ہوتی ہے جسے ہماری عقل تسلیم نہیں کرتی۔

یہ نوین کی آواز تھی۔دران کے ساتھ اسفند نے بھی چونک کر بائیں طرف دیکھا۔ویل چیئر پر بیٹھا نوین اور اس کے ہتھے تھامے کھڑی کنز اسی کی طرف دیکھ رہے تھے۔کنز کی آنسوؤں سے بھری آنکھیں اور کپکپاتے ہونٹ وہ اسے سینے سے لگانے کو ترس رہی تھی۔

دران بیٹا خود سے ہی سب سوچ لینے والے لوگ رشتوں کا صرف ایک ہی روپ دیکھ پاتے ہیں۔

آپ کچھ نہیں جانتے۔آپ کو بھی دھوکے میں رکھا گیا تھا۔میں آپ کا بیٹا نہیں ہوں بلکہ آپکی بیوی اور آپکے ان بھائی کے گناہ کی نشانی ہوں۔

دران نے اپنی طرف سے نوین پر بہت بڑا انکشاف کیا تھا۔غصہ اور محرمیوں کی کرچیاں اب آنکھوں کو مزید سرخ کر رہی تھیں۔

نہیں بیٹا میں سب جانتا ہوں لیکن آپ کچھ بھی نہیں جانتے۔آپ کنزی

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اور اسفی کی ناجائز نہیں جائز اولاد ہو۔ان دونوں نے شادی کی تھی اور تمہیں ہم تینوں پوری خوشی اور باہمی رضامندی سے اس دنیا میں لائے تھے۔

نوین نے تحمل مزاجی سے جواب دیا۔دران نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔نوین اب اسے ساری کہانی سنا رہا تھا اور وہ ہونق بنا کھڑا تھا۔

تو دران ملک تم خود پر کتنا ظلم کرتے رہے۔بنا سب سچ جانے خود کو اذیت دیتے رہے۔اللہ کی نعمتوں اس کی رحمتوں سے خود کو محروم رکھتے رہے۔نوین نے گہری سانس لے کر ماضی کی اس عجیب و غریب کہانی کا اختتام کیا اور دران کی طرف دیکھا۔

اور پھر ایک دن قسمت کی ستم ظریفی نے سب الٹ پلٹ دیا۔تم سمجھ رہے ہو کنز نے تمہیں خود سے الگ کیا۔غلط ہے یہ۔تم سمجھ رہے ہو اسفند نے جان بوجھ کر تمہیں محبت،شفقت اور نام نہیں دیا یہ بھی غلط ہے۔

اولڈ ہوم سے باہر آنے تک کنز نوین کو سب بتا چکی تھی اور اسفند بھی سفر کے دوران اسے دران کے پاکستان آنے سے لے کر اب تک کی مکمل روداد سنا چکا تھا۔

کنز کو تو یہ بتایا گیا تھا کہ تم اس دنیا میں نہیں رہے۔اس کی غلطی ضرور ہے لیکن صرف اتنی کہ نشے کی لت سے باہر نہیں آ سکی۔

نوین جانتا تھا کنز اس وقت کچھ بھی بولنے کی سکت میں نہیں ہے اس لئے وہ اس کی صفائی پیش کر رہا تھا۔دران تو ابھی بے یقینی سے نوین کی طرف ہی دیکھ رہا تھا جب کنز ویل چیئر کے ہتھے چھوڑ کر آگے بڑھی۔آنکھوں سے بہتے آنسو اور تر ہوتے گالوں سمیت وہ دران کے بالکل سامنے آ کھڑی ہوئی۔سرخ و سپید رنگت والی،عمر کی اس دہلیز پر بھی وہ دلکش خاتون اس کی ماں تھی۔چمکتی آنکھیں اور اس کے دل و دماغ میں دران کی محبت وہ ان کو جھٹلا کیسے سکتا تھا۔جن کی صرف سوچ ہی نہیں جسم کا رواں رواں دران کے لئے محبت کا ثبوت پیش کر رہا تھا۔

مجھے معاف کر دو بیٹا۔بہت سزا کاٹ چکی ہوں اور سزا مت دو۔

بمشکل الفاظ ادا کرتی وہ بے ساختہ دران کو اپنے سینے سے لگا گئی۔جو بے حس و حرکت کھڑا تھا۔کنز اس کو گلے لگائے رو رہی تھی اور بار بار ایک ہی جملہ دہرا رہی تھی۔

مت دو سزا۔

وہ اس کی ماں تھی۔وہ روتے ہوئے اسے اپنی ساری بیتابیاں سنا رہی تھی۔وہ اسے کتنا یاد کرتی تھی اس کے لئے کتنا روتی تھی جبکہ وہ ایک بے جان پتلے کی مانند کھڑا تھا۔حیران،بے یقین۔ابھی یقین آنے میں وقت درکار تھا۔برسوں سے ممتا کے ترسے دل اور خشک آنکھوں کو نم ہونے کے لئے وقت درکار تھا۔ جب رشتے مخلص ہوں اور دلوں میں بے لوث محبت ہو تو وقت بہت جلد زخموں کو بھر دیتا ہے۔ نوین مسکرا رہا تھا جبکہ اسفند کا دھواں ہوتا چہرہ اور ندامت اس کے کندھے ڈھلکا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

بھائی اتنا بڑا دھوکا۔دران نوین بھائی کا بیٹا نہیں ہے تو آپ کیوں اسے ان کا بیٹا بنا کر سب کے سامنے پیش کر رہے ہیں؟

یاور پیشانی پر انگنت بل ڈالے توحش نگاہوں سے سوال کر رہا تھا۔نوین اور ریاض کی ادھوری گفتگو نے اسے الجھا کر رکھ دیا تھا۔

یاور پلیز۔میں پہلے ہی بری طرح پھنسا ہوا ہوں۔مجھے مزید مت الجھاؤ۔وقت آنے پر میں تمہیں باقی کی آدھی حقیقت بھی بتا دوں گا۔فلحال تو یہ کہ دران نوین بھائی کا بیٹا نہیں ہے لیکن ان کی بیوی کا بیٹا ہے۔

اسفند کے بے ربط جملے اور الجھی سی بات پر یاور نے جھنجلا کر کچھ کہنا چاہا تو اسفند نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔وہ بار بار چور نگاہوں سے ڈرائنگ روم کے کھلے دروازے کی طرف بھی دیکھ رہا تھا۔

تم پلیز سونی کے ساتھ شادی کرنے سے انکار مت کرو۔اس سے شادی کر لو۔دران کا سارا خرچ میں تمہیں دوں گا تم بس سب سے یہ کہنا کہ یہ تم کر رہے ہو۔ابھی میں تمہیں اور کچھ بھی نہیں بتا سکتا۔بس تم

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دران کا سب کچھ اپنے قابو میں کر لو۔روبی پہلے سے ہی دران کو لے کر بہت مشکوک رہتی ہے۔میں نہیں چاہتا میرا اور تمھارا گھر خراب ہو۔

یاور نے آج سے پہلے اسفند کو کبھی اتنا بے بس نہیں دیکھا تھا۔اس نے چند سکینڈ کی خاموشی کے بعد گہری سانس خارج کی اور سر کو اثبات میں ہلا دیا۔

روشن صبح بریولی ہلز کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہی تھی۔درانگ ولاس میں کتنے برس کے بعد ایسے جاندار دن کا آغاز ہو رہا تھا۔بہت سی آوازیں اور قہقوں کے جلترنگ ڈائنگ ہال سے لے کر لاؤنج میں گونج رہے تھے۔

ڈائنگ ہال کے میز پر آج دران موجود تھا۔دھلا چہرہ سفید شرٹ میں جچ رہا تھا۔چمکتے مسکراتے چہرے اور برسوں کے بچھڑے رشتے ایک ہو کر بیٹھے تھے۔جیسیکا کنز کے ساتھ والی نشست پر بیٹھی تھی وہ بھی کل رات سے یہاں آ گئی تھی۔دران کے ساتھ ساتھ اسے بھی اب جا کر

ماں ملی تھی۔

کنز نے اپنے دونوں بچوں سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگی اور سینے سے لگایا۔اس وقت نوین،انل،دران اور جویریہ سب ایک ساتھ ناشتے کی میز پر موجود تھے۔

یہ سارا اہتمام جویریہ کے مرہون منت تھا۔روزین کے ساتھ مل کر اس نے خود ناشتہ تیار کیا تھا اور اب وہی سب کو ان کے کمروں سے نکال کر لائی تھی۔بس اب روبی،اسفند،سبرینا اور برھان کا انتظار تھا۔

سرخ میکسی میں ملبوس،وہ مسکراتی ہوئی دران کی بغل میں بیٹھی بار بار اس کے پرسکون چہرے کو دیکھ کر سر شار ہو رہی تھی۔وہ سب کے ساتھ یوں مسکراتا ہوا اسے بھی پرسکون کر رہا تھا۔

تم روبی ہو نہ؟

کنز کی پرجوش آواز پر سب نے ایک ساتھ مڑ کے پیچھے

دیکھا۔روبی،برھان ، سبرینا اور اسفند شرمندہ سے ڈائنگ ہال کے داخلی

دروازے میں کھڑے تھے۔کنز خوشدلی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور روبی کی طرف بڑھی۔وہ رات کو جب درانگ ولاس پہنچے تھے بہت دیر ہو چکی تھی اور رات کو کنز جیسیکا اور دران کے ساتھ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

خوشدلی سے مسکراتی چند قدموں کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ روبی کے سامنے کھڑی تھی۔جس کے اترے چہرے سے بے نیاز اس نے پرجوش ہو کر اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا۔

میں تمھاری بہت شکر گزار ہوں روبی۔تم نے میرے بیٹے کی پرورش کی۔اسے ایک اچھا اور کامیاب انسان بنایا۔

کنز انگریزی زبان میں شائیستگی سے اس کا شکریہ ادا کر رہی تھی۔

یہ وہ ہاتھ ہیں جن سے کبھی تم نے میرے چھوٹے سے دران کو کھانا کھلایا ہو گا۔اس کو سلایا ہو گا۔

کنز نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اوپر کیا اور عقیدت سے لبوں سے

لگایا۔روبی نے سٹپٹا کر نگاہیں چرائیں۔کتنے ہی منظر نگاہوں کے سامنے سے گزر گئے۔

اس نے ان ہاتھوں سے دران کو کھانا تو کبھی نہیں کھلایا تھا ہاں البتہ اس معصوم کے گالوں پر طمانچے ضرور لگائے تھے۔اس کی ماں جو آج عقیدت سے اس کے ہاتھ چوم رہی تھی اگر کہیں اسے یہ پتا چل جائے کہ وہ کیا سلوک کرتی تھی اس کے چھوٹے سے دران کے ساتھ تو ہاتھ پکڑ کر اس گھر سے باہر دھکا دے آئے۔

کتنے سفاک ہوتے ہیں ہم لوگ یتیم بچوں کے ساتھ بنا کسی خوف کے برا سلوک کر جاتے ہیں اور یہ بات کیوں بھول جاتے ہیں کہ چاہے اس دنیا میں نہیں لیکن کیا پتا روز قیامت اللہ ان معصوم بچوں کے والدین سے ہمارا سامنا کرا دے اور وہ ہمارا گریبان تھام کر اپنے جگر گوشوں پر کئے گئے ظلم کا سوال کرنے لگیں۔

روبی کی ریڑھ کی ہڈی میں خوف کی سنسناہٹ دوڑ گئی۔ایک پل کو لگا اگر یہاں کنز اس کا گریبان تھامے کھڑی ہوتی اور اس سے دران پر

کئے گئے ہر ظلم کا حساب مانگ رہی ہوتی تو کیسا ں ظر ہوتا۔ ایک لمحے کے لئے دل کیا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

میں تمھارے احسانوں کا بدلہ چاہوں بھی تو نہیں اتار سکتی۔دران آج جس مقام پر ہے شاید میری تربیت سے کبھی یہاں نہیں پہنچ پاتا۔

کنز شکر گزار لہجے میں اس کے ہاتھ تھامے کھڑی تھی۔روبی نے دھواں دھواں چہرہ مزید جھکایا اور پھر ایک دم سے اوپر اٹھایا۔

مجھے معاف کر دو کنز۔جو سب تم سمجھ رہی ہو میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا۔میں اتنے ظرف والی عورت نہیں تھی۔میں نے بہت دکھ اور تکلیفیں دی تمھارے بیٹے کو۔

ندامت بھرا لہجہ اور شرمندگی سے ڈھلکتی پلکیں۔کنز کے مسکراتے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھرے۔نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے پھر سے روبی کے ہاتھوں کو تھاما۔

ایسے مت کہو روبی میرے دل میں تمھاری بہت عزت اور مقام

ہے۔ایک ماں کے لئے اس کے بیٹے کی دیکھ بھال کرنے والی عورت سے بڑھ کر اور کون سی عورت عظیم ہو سکتی ہے۔

اسفند تم لوگ کہیں جا رہے ہو؟

نوین نے متجسس لہجے میں استفسار کیا تو سب کی نگاہ ایک ساتھ کچھ دور رکھے بیگز پر پڑی جو ملازم رکھ کر پلٹ رہے تھے۔

ہاں بھائی۔

اسفند نے آہستگی سے جواب دیا۔لہجہ اور چہرہ دونوں ہی ندامت کے بوجھ کے غماز تھے۔نوین سمیت سب کے چہروں پر حیرت ابھری برھان اور سبرینا بھی خاموش کھڑے تھے۔وہ لوگ ان سب کے ساتھ ناشتہ کرنے نہیں آئے تھے۔وہ تو بیگ باندھے ڈرانگ ولاس سے جا رہے تھے۔

لیکن کیوں؟ہم دونوں سے زیادہ تم دونوں کا حق ہے دران پر۔ایسے کیسے چھوڑ کر جا رہے ہو؟

نہیں بھائی۔ہم نے دران کو ہمیشہ تکلیفوں اور پریشانیوں کے علاوہ کچھ

نہیں دیا ہے۔میں باپ ہوتے ہوئے بھی اس پر ہوتے ظلم پر خاموشی اختیار کرتا رہا۔خود غرض بنا رہا۔اپنی بیوی سے ڈرتا رہا۔

اسفند سر جھکائے ندامت سے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کر رہا تھا۔دران نے لب بھینچ کر میز کے سہارے کو چھوڑا اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔جویریہ مسلسل اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔جانتا تھا وہ اب کیا چاہتی ہے۔کل ساری رات بھی وہ اسے یہی سب سمجھاتی رہی تھی۔وہ اب جویریہ کی طرف بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔انل فوراً اپنی جگہ سے اٹھ چکا تھا۔

دران کی میرے لئے نفرت بجا ہے۔اب مزید ہمارا یہاں رکنا ٹھیک نہیں۔اس کا خاندان مکمل ہو چکا ہے۔میں نہیں چاہتا ہم تینوں کو دیکھ کر وہ اب بھی اپنے کڑوے ماضی کو یاد کرتا رہے۔

سب لوگ ہم تن گوش تھے اور اسفند کی ندامت بھری آواز پورے لاؤنج میں گونج رہی تھی۔سب لوگ اب باری باری دران کی طرف دیکھ رہے تھے جو سپاٹ چہرہ لئے پلکیں گرائے بیٹھا تھا۔کچھ دیر پہلے والی

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

مسکراہٹ اب لبوں سے غائب تھی۔

ہم نے اسے کیا دینا تھا جتنا اس نے ہمیں ان پچھلے سات سالوں میں دیا۔میری بیوی اور بیٹے نے تو اب تک اس کی زندگی میں صرف پریشانیوں کا اضافہ کیا ہے۔

اسفند نے بات مکمل کی اور پھیکی سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے رخ موڑا۔اس سے پہلے کہ وہ قدم آگے بڑھاتا ہے۔دران کی آواز نے قدم روک دیے۔وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر چلتا ہوا اسفند کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

NEW ERA MAGAZINE .com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

سب کچھ کہہ گئے آپ۔اپنے سارے گناہ بھی قبول کر لئے۔میری زندگی سے بھی نکلنے کا فیصلہ کر لیا لیکن مجھے گلے لگا کر بیٹا نہیں کہا۔

اسفند نے ندامت سے جھکا سر چونک کر اوپر اٹھایا۔دران کے لہجے میں نہ تو نفرت تھی نہ ہی تلخی ہاں ہلکی سی نمی اور شکوہ ضرور تھا۔

میں تو برسوں سے اس پل کے انتظار میں ہی رہا کہ کب آپ وہ

کرنے کی ہمت کریں گے جو آپ سوچتے ہیں۔

اسفند کے حیران چہرے پر نگاہیں جمائے کہتا وہ زخمی سا مسکرایا تو اسفند نے بے ساختہ اسے اپنی بانہوں میں بھینچ لیا۔کتنی ہی آنکھیں ایک ساتھ نم ہوئیں تھیں اور لب مسکرا اٹھے تھے۔اسفند آج اپنے برسوں کے پیار کو اس پر لٹا رہا تھا۔کبھی اس کے ہاتھ چوم رہا تھا تو کبھی اس کا ماتھا۔

سرخ لباس میں ملبوس وہ نم آنکھوں کے کونوں کو صاف کرتی ایک گہری سانس لے گئی۔یہ تھا وہ دران جس کو دیکھنے کے لئے برسوں پہلے اس نے خواب دیکھا تھا۔ایک مکمل اور نارمل انسان۔

کہیں نہیں جا رہے ہیں آپ اور۔۔۔۔نہ آپ کی فیمیلی۔درانگ ولاس صرف میرا نہیں آپ کا بھی گھر ہے۔

وہ اسفند کے سینے سے لگا کہہ رہا تھا اور اسفند نم آنکھیں بند کئے جذب کے عالم میں مسکرا اٹھا۔

تاروں سے بھرے آسمان تلے،درانگ ولاس کے لان میں دلکش سماں

تھا۔دو تقریبات ایک ساتھ تھیں۔نوین اور کنزا کا نکاح ساتھ انل اور جیسیکا کی نسبت۔انل جیسیکا سے شادی پاکستان جا کر اپنی فیمیلی کے ساتھ مل کر کرنا چاہتا تھا اس لئے یہاں صرف نسبت طے کی تھی۔

کنز پارکر نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اسلامی نام کنزا رکھا تھا۔روبی،اسفند،سبرینا ،برھان سب کے ساتھ ہنستے مسکراتے دلوں کی کدورتیں مکمل ختم کر چکے تھے۔کھلتے مسکراتے چہرے نفرتوں اور حسد سے پاک تھے۔

انل سیاہ سوٹ میں ملبوس بھرپور مسکراہٹ لبوں پر سجائے کچھ دور کھڑی جیسیکا کو محبت سے دیکھ رہا تھا۔جو کسی کو اپنے ہاتھ میں موجود نسبت کی انگوٹھی دکھاتے ہوئے ہنس رہی تھی۔چاندی رنگ جھلملاتی میکسی میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی۔وہ یونہی محبت پاش نگاہوں میں جیسیکا کا سراپا نگاہوں میں سموئے مسکرا رہا تھا جب اچانک کان کے پاس دران کی رعب دار آواز ابھری۔

پتا ہے نہ کون ہے وہ؟اس کا چہرہ ایسے ہی مسکراتا رہنا چاہیے۔

وہ جو جیسیکا کو محبت سے دیکھنے میں مگن تھا سٹپٹا کر پلٹا۔دران مسکراہٹ دبائے جویریہ کے ساتھ اس کے بالکل پیچھے کھڑا تھا۔جویریہ بھی لبوں پر ہاتھ رکھے شرارت سے مسکرا رہی تھی۔وہ دونوں شاید کافی دیر سے اس کے پیچھے کھڑے اسی کو دیکھ رہے تھے۔انل جھینپ کر خجل ہوا۔

دران سیاہ کرتے میں ملبوس تھا تو وہ نیلی ساڑھی میں نفاست سے تیار اس کے ساتھ کھڑی جچ رہی تھی۔انل نے اپنی کیفیت پر قابو پا کر مصنوعی سنجیدگی طاری کی اور فوراً جویریہ کی طرف اشارہ کیا۔

تمہیں پتا ہے یہ کون ہے؟اس کا چہرہ بھی اسے ہی مسکراتا رہنا چاہیے۔

انل کے ترکی بہ ترکی جواب پر جویریہ کھلکھلا اٹھی جبکہ دران نے مصنوعی تیوری چڑھائی۔

ٹانگ اوپر رکھنے کے لئے فوراً میری بیوی کو بہن بنا لیا۔واہ

فوراً نہیں بنایا۔میری بلڈنگ میں رہنے والی ہر لڑکی میری بہن ہی تھی اور جویریہ تو ویسے بھی بہت خاص ہے کیونکہ وہ میرے جگر کی بیوی

ہے۔

انل نے محبت سے مسکراتے ہوئے کہا اور آنکھ کا کونا دبایا۔

میں ان ایموشنل ڈائیلوگ سے پگھلنے والا نہیں ہوں۔وہ کیا کہتے ہیں ! اسے کیا رشتہ ہے اس کے ساتھ میرا؟

دران نے ٹھوڑی پر ہاتھ رکھے بھنویں اچکا کر جویریہ کی طرف دیکھا جو ان دونوں کی باتوں سے لطف اٹھاتی ہنس رہی تھی۔

سالا لگے آپ انل بھائی کے۔

رشتہ ہے یا گالی؟

دران نے ایک آبروٗ چڑھائے پوچھا تو جویریہ کے ساتھ انل بھی بھرپور قہقہ لگا گیا۔

رشتہ ہی ہے۔

جویریہ نے بمشکل ہنسی پر قابو پا کر جواب دیا۔دران نے لب بھینچ کر مصنوعی سنجیدگی طاری کی۔

ہوں تو انل یوسف جی بچپن میں تمہیں مار سے بچانے کا یہ واحد نقصان ہوا مجھے کہ تم آج میری بہن کے شوہر اور میں تمھارا سالا بن گیا۔

رشتہ کوئی بھی ہو تم میرے دران ہو ہمیشہ سے اور رہو گے۔کوئی سالے بہنوئی والا ٹیپکیل ریلیشن نہیں ہو گا ویسے بھی تمہاری بہن کے لئے تو میں اب بھی پی اے ہی ہوں تمھارا۔

انل کی بات پر تینوں کا یک جان جاندار قہقہ فضا میں گونجا۔جیسیکا بھی مسکراتی ہوئی پاس آ چکی تھی۔

اردو میں بات مت کیا کریں مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا۔بھابھی کیا یہ میرے خلاف بات کر رہے تھے؟

جیسیکا نے خفگی سے منہ پھلائے جویریہ سے سوال کیا تو دران اور انل تو ہنسنے لگے جبکہ جویریہ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے محبت سے جیسیکا کو پچکارا۔سب ایک ساتھ ہنس دیے تھے۔

لان کے پرسکون ماحول میں دران کی آواز میں گونجتی قرآن کی تلاوت کھلتی شام کو فسوں خیز بنا رہی تھی۔دران آنکھیں بند کئے سورۃ رحمان کی آیات کی تلاوت کر رہا تھا اور سامنے کی دو نشستوں پر کنزا اور جویریہ سلیقے سے سکارف لئے دھلے شفاف چہروں کے ساتھ بیٹھیں اسے غور سے سن رہی تھیں۔

پچھلے چھ ماہ سے وہ دونوں دران سے قرآن کی تلاوت اور تلفظ کی ادائیگی سیکھ رہی تھیں اور آج شام بھی دونوں نے دران کو فارغ دیکھ کر قابو میں کر لیا تھا۔

دران نے آیات ختم کرنے کے بعد آنکھیں کھولیں اور کنزا کی طرف دیکھا انہوں نے اسی آیات کی تلاوت بہت خوبصورتی سے کی،دران نے گردن گھما کر جویریہ کی طرف رخ کیا۔

اس نے گلا صاف کیا اور آیات کی تلاوت شروع کی۔دران کی پیشانی پر شکن نمودار ہوئے اور چہرے زاویے غصے کے تاثرات میں تبدیل ہو گئے۔وہ تیسری بار وہی غلطی دہرا رہی تھی۔ایک مخصوص لفظ کی ادائیگی

پر آ کر وہ ہر بار وہی غلطی کر رہی تھی۔

پھر وہی غلطی دھیان کہاں ہے تمھارا؟مما کی طرح ادا کرو جیسے وہ کر رہی ہیں۔

دران نے اس دفعہ ڈپٹ کر کہا تو وہ جو انہماک سے تلاوت کر رہی تھی سہم کر رکی اور پھر روہانسی صورت بنائے اس کی طرف دیکھا جو غصے سے پیشانی پر بل ڈالے اسے ڈانٹ رہا تھا۔

دران ڈانٹیں مت کوشش تو کر رہی ہوں۔

خاک کوشش کر رہی ہو۔ایک گھنٹہ ہو گیا تلفظ درست ہو کے نہیں دے رہا۔

دران آرام سے بات کرو۔

کنزا نے دران کی سختی کو دیکھتے ہوئے گھور کر تنبیہ کی۔جویریہ ایک دم سے اپنی جگہ سے اٹھی۔

مما آپ پڑھ لیں۔مجھے ان سے نہیں پڑھنا۔میں کل آپ سے پڑھ لوں

گی۔

بھاری ہوتی آواز میں کہہ کر وہ بنا دران کی طرف دیکھے قرآن کو سینے سے لگائے آگے بڑھی جبکہ وہ دونوں ہاتھوں کو ہوا میں اٹھائے گہری سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا گیا۔

دران یہ غلط ہے بیٹا۔ پڑھاتے ہوئے غصہ کنڑول میں رکھا کرو۔چلو میں بھی جا رہی ہوں۔تم مناؤ جا کر اسے۔

کنزا خفگی سے گھورتی ہوئیں اپنی جگہ سے اٹھیں۔دران نے ایک آنکھ بند کئے چہرے کا زاویہ بدلا۔

مجھے منانا دنیا کا سب سے مشکل کام لگتا ہے۔

ہاں وہ اس لئے کہ وہ کبھی ناراض نہیں ہوتی۔بہت اچھی لڑکی ہے اور تم بالکل اپنے باپ جیسے لا پرواہ اٹھو اور فوراً جاؤ اسے مناؤ۔

کنزا صیح کہہ رہی تھیں۔اس نے کچھ زیادہ ہی ڈانٹ دیا اور اب خود بھی احساس ہو رہا تھا۔عام طور پر وہ اس کے یوں ڈانٹ دینے اور کبھی کبھار

NEW ERA MAGAZINE
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

غصہ کرنے پر ناراض نہیں ہوتی تھی لیکن کبھی ہو بھی جاتی تھی۔

ہوں آپ بہت ایمو شنل کر رہی ہیں۔اوکے جا رہا ہوں منانے۔

دران ایک جھٹکے سے کرسی کے بازؤں پر وزن ڈالے اپنی جگہ سے اٹھا تو کنزا سر کو تاسف میں ہلاتی مسکرا دیں۔

دران جیسے ہی کمرے کا دروازہ کھول کر داخل ہوا تو وہ جو بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگائے اپنی مخصوص جگہ پر روہانسی بیٹھی تھی فوراً غصے سے سائیڈ میز سے کتاب اٹھا کر گود میں دھر لی۔

اس کے خفا سے انداز پر وہ مسکراہٹ دباتا ہوا چند سکینڈ میں ہی اس کے سر پر کھڑا تھا۔کچھ پل اس کی مانگ کو گھورتے رہنے کے بعد اس کے سامنے براجمان ہوا اور ہاتھ بڑھا کر اس کی گود میں کھلی کتاب بند کر دی۔

جویریہ نے غصے سے لب بھینچے اور پھر سے کتاب کھول لی۔دران نے پھر سے بند کی تو اس نے غصے سے چہرہ اوپر اٹھایا۔

کیا ہے؟

ہے تو بہت پیار لیکن کیا تم ایسے بات کرو گی مجھ سے؟

آپ چاہے جیسے بھی بات کریں؟

خفا لہجے میں ہلکی سی لغزش ابھری۔

میں تو شروع سے ایسا ہی ہوں؟تمھیں ایسے ہی دران سے پیار ہوا تھا لیکن تم تو ایسی نہیں تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

دران نے محبت سے اس کے خفا چہرے کو ٹھوڑی سے پکڑ کر سیدھا کیا۔بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں چمکتے آنسو دل مسوس گئے۔

قرآن پڑھاتے ہوئے مت ڈانٹا کریں۔

بڑے ناز سے کہا اور اس کے گال کو چھوتے ہاتھ کو خفگی سے نیچے کیا۔

ٹھیک ہے نہیں ڈانٹا کروں گا اس کی جگہ سزا دے دیا کروں گا۔ٹھیک ہے۔

دران شرارت سے کہتا ہوا قریب ہوا تو وہ کندھے پر ہاتھ رکھے پیچھے

کرتے ہوئے مسکرا دی۔

جی نہیں۔

یہ بات غلط ہے۔دونوں میں سے ایک کام تو ہو گا۔ڈانٹ نہیں سہہ سکتی تو پھر سزا۔

دران نے مبہم سی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے کہا تو وہ پل بھر میں ہی خفگی بھلائے مسکرا دی۔بس اتنا سا ناراض ہی تو ہو پاتی تھی وہ۔

NEWERAMAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

درانگ ولاس کے لان میں چار سالہ ہالہ کے رونے کی آواز گونج رہی تھی وہ اپنے گھٹنے کے بہتے خون کو دیکھ کر بھل بھل آنسو بہا رہی تھی۔وہ سائیکل سے نیچے گر کر گھٹنے پر چوٹ لگوا چکی تھی۔قریب بیٹھی جویریہ اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے مسلسل اسے سمجھا رہی تھی۔چھ سالہ حدید دران اس کے قریب کھڑا تھا اور سوئمنگ پول کے پاس دران لیپ ٹیپ پر کام میں مصروف تھا۔

ہالا بیٹے بہت معمولی چوٹ ہے روتے نہیں ہیں بہادر بنو۔

روتے تو لڑکے نہیں ماما۔لڑکیاں تو ہر بات پر روتی ہیں۔اس لئے لڑکے بہادر ہوتے ہیں یہ بہادر نہیں بن سکتی۔

پاس کھڑے حدید کی بات پر جویریہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ماتھے پر بل ڈالے سوال کیا۔

آپ کو کس نے یہ بات سکھائی بیٹے؟

اسفند دادا،نوین دادا سب یہی کہتے ہیں۔لڑکے نہیں روتے وہ بہادر ہوتے ہیں صرف لڑکیاں روتی ہیں۔

غلط بالکل غلط لڑکے بھی روتے ہیں۔ان کو بھی رونا آ سکتا ہے۔لڑکوں کی بہادری نا رونے میں نہیں بلکہ کسی کو نہ رولانے میں ہے۔کسی کمزور کو تکلیف نہیں دینی چاہیے جیسے کہ کسی بھی لڑکی کی آنکھ میں آپ کی وجہ سے کبھی آنسو نہیں آئے اصل بہادری یہ ہے۔

جویریہ نے ٹھہر ٹھہر کر اپنی بات مکمل کی تو حدید نے الجھ کر انگلی گال پر رکھ لی۔

ماما سب سے بہادر تو میرے بابا ہیں۔کیا وہ بھی روئے ہیں کبھی؟

ہاں بابا بھی روئے تھے۔

کب ماما؟

جب ان کی وجہ سے ماما کی آنکھ میں آنسو آئے تھے۔

وہ محبت سے سمجھاتے ہوئے مسکرا دی جبکہ حدید چمکتی آنکھوں کے ساتھ سر کو اثبات میں ہلا گیا۔اس کے لئے بہادری اب نہ رونے میں نہیں نہ رولانے میں تھی۔

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

اس کے موبائل کی گھنٹی پر وہ فون کان سے لگاتی اپنی جگہ سے اٹھی جبکہ حدید اب اپنی بہن کے آنسو صاف کر رہا تھا۔

ہیلو۔

فون کان سے لگائے وہ ایک طرف ہوئی۔نمبر دیکھ کر ہی اندازہ ہو گیا تھا فون کہاں سے آیا ہے۔

مسز باسل اگلے مشن کے لئے باسل نے آپکو ساتھ لانے سے منع کر

دیا ہے۔

فون میں سے بھاری آواز ابھری۔جویریہ نے آنکھوں کو سکیڑ کر دور لیپ ٹاپ پر کام کرتے دران کی طرف دیکھا اور پھر مسکرائی۔

چلیں پھر ان سے ملاقات مشن پر ہی ہو گی۔

❤ختم شدہ❤

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews

ہماری ویب میں شائع ہونے والے ناولز کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام محفوظ ہیں۔ہمیں اپنی ویب نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہماری ویب پر اپنا ناول،ناولٹ،افسانہ،کالم،آرٹیکل،شاعری،پوسٹ کروانا چاہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

(Neramag@gmail.com)

(انشااللہ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر اندر ویب پر پوسٹ کر دی جائے گی۔مزید تفصیلات کیلئے اوپر دیئے گئے رابطے کے ذرائع کا استعمال کر سکتے ہیں۔

شکریہ ادارہ: نیو ایرا میگزین

NEW ERA MAGAZINE.com
Novels|Afsana|Articles|Books|Poetry|Interviews